معارفِ رضا

سنۂ ۱۹۹۰

شمارہ دہم

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان

معارفِ رضا

سنہ ۱۹۹۰ء

شمارہ دہم

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان

معارف رضا

شمارہ دہم سنہ ۱۹۹۰ء / سنہ ۱۴۱۱ھ

بفیضان
علامہ مفتی تقدس علی
خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

۲۳۴/۷ تیسری منزل نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

رسالہ ——— معارف رضا

شمارہ ——— ہشتم سنہ ۱۹۹۰ء / سنہ ۱۴۱۱ھ

اشاعتِ اوّل ——— ایک ہزار

قیمت ——— ۵۰ روپے

ناشر ——— ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی

مطبوعہ ———

ملنے کا پتہ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ۲۳۴/۴ نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

نمبر شمار

۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶

مشمولات

حمد باری تعالیٰ

(مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب
کیا کام اس جگہ خردِ ہرزہ تاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہِ راز کا

غش آ گیا کلیم سے مشتاقِ دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا

افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا

اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمتِ بیکس نواز کا

مانند شمع تیری طرف لو لگی رہے
دے لطف میری جاں کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسن
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

نعتِ رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

کافروں پر تیغ والا سے گری برقِ غضب
جلوہ فرما جب ہوئی طلعت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

کافروں پر تیغ والا سے گری برقِ غضب
ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھلے قدرت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

اے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی صلے اللہ علیہ وسلم

(امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز)

منقبت

در شانِ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

عشق و مستی کا امیرِ کارواں احمد رضا　　خادمِ اسلام و مخدومِ جہاں احمد رضا

مقتدائے جرگۂ صاحب دلاں احمد رضا　　پیشوائے حلقۂ دیدہ وراں احمد رضا

صاف گو، سود و زیاں کی فکر سے ناآشنا　　غیرتِ اسلام کا کوہِ گراں احمد رضا

مطلعِ علم و سپہرِ عشق کا بدرِ منیر　　طورِ معنیٰ کا کلیمِ نکتہ داں احمد رضا

اُس کا سوز و ساز تھا پروردۂ حُبِ رسول　　سینہ گرم و صاحبِ قلبِ تپاں احمد رضا

مسلکِ عشقِ محمد ﷺ کو دیا اُس نے فروغ　　عبدِ آزادِ شرِ کون و مکاں احمد رضا

قلزمِ عرفاں، یمِ حق آگہی، بحرِ علوم　　ایک سیلِ بے کنار و بیکراں احمد رضا

نکتہ چیں، اُس کے قلم کے طنطنے سے دم بخود　　روحِ قرآں کا حقیقی ترجماں احمد رضا

اُس کے فکر و فقر کے خرمن سے عالم خوشہ چیں　　بادِ گنج آور نسیمِ گل فشاں احمد رضا

اولیائے پاک و اصحابِ شہِ دیں کا مُحب　　اہلِ بیتِ اطہار کا توصیف خواں احمد رضا

صاحبِ اسرارِ باغِ معرفت کا نخل بند　　اِک بلندی پستیوں کے درمیاں احمد رضا

لرزہ براندام ہیں فکر و نظر کے سومنات　　نعرۂ تکبیر و آوازِ اذاں احمد رضا

ثبت لوحِ وقت پر اُس کی جلالت کے نقوش　　آج بھی لاکھوں دلوں پر حکمراں احمد رضا

اُس کے اوصاف و محاسن کا بیاں آساں نہیں　　اے سخن فہمو، کہاں طارق، کہاں احمد رضا

ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طارق سلطان پوری (حسن ابدال)

۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے — زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

عالم اسلام میں ایسی متبحر شخصیات کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت و فکر سے ایک عالم کو مستفیض و متحیر کیا ہے ابن سینا، عمر خیام، امام رازی، امام غزالی، البیرونی، فارابی، ابن رشد وغیرہ وہ شخصیات ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جائیگا۔ ان میں کوئی فلسفہ و حکمت کا امام ہے کوئی ریاضی و ہیئت کا، کوئی فلسفۂ اخلاق کا اور تاریخ و سیر کا۔ ان سب سے زیادہ محیّر العقول اور حیرت انگیز شخصیت اس ہستی کی ہے جو انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں پیدا ہوئی اور موجودہ صدی میں اس نے دنیا کو الوداع کہا۔ دنیا آج اس کو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے نام سے جانتی ہے اور جس کو علم و فضل، تقویٰ اور کمالِ عشقِ رسول کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے لیکن وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور قرآن حکیم اور فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہو، وہ ترجمانِ علم و حکمت، نقیبِ حق و صداقت اور محسنِ انسانیت ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بلاشبہ ایسے ہی عالم تھے۔ فاضل بریلوی کی شخصیت ایسی پہلودار اور جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی پہلو پر سیر حاصل بحث کیلئے اس فن کا ماہر ہی اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے ان کی شخصیت کی ہر جہت میں اس قدر جامعیت و معنویت ہے کہ اہل فکر و نظر کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ ان جہات میں سے وہ کون سی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے۔ ان کے فضل و کمال، ذہانت و فطانت، طباعی و درّاکی آگے بڑے بڑے علماء و فضلاء جامعات کے اساتذہ محققین و مستشرقین اور دانشور نظروں میں نہیں جچتے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات علوم کا ایک بحرِ ذخّار ہیں۔ آپ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں عرب و عجم کے اہل علم نے آپکی جلالت علمی کی بناء پر آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے آپکی کی عظمت و جلالت اور ذہانت و فطانت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ، نقلیہ و عقلیہ سے فارغ التحصیل ہوکر مسند تدریس و افتاء پر متمکن ہو گئے اور تمام عمر خدمت دین و ملت میں صرف کردی۔ آپ کی زندگی کا واحد نصب العین نبی اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعتِ شان سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور ملت اسلامیہ کا رخ دوبارہ اس "کعبۂ دل" کی طرف موڑنا تھا۔

گم رضائش در رضائے مصطفیٰ — زاں سبب شد نام او احمد رضا

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی کتابِ زندگی کا ورق ورق بتاتا ہے کہ آپ کے شب و روز حبِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سرشاری میں گذرتے جب دین کی قدروں کو گرایا جا رہا تھا اور ملتِ مسلمہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے انتشار و افتراق کا شکار ہو رہی تھی فاضل بریلوی صاحبِ امروز کی حیثیت سے آگے آئے اور دین کی گرتی ہوئی قدروں کو سنبھالا اور ان کو صحیح مقام پر ثبات بخشا۔ ان کا پیغام یہ تھا کہ تمام

مسلمان اپنے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کیف و مستی میں ڈوب جائیں۔ اگر صحیح معنوں میں مسلمانان پاکستان کو راہ ہدایت و شریعت پر ثابت قدمی نصیب ہو اور وہ بحرِ ضلالت کی مہیب کھائیوں سے کلیتہً دور ہو کر اسلام کی ایک متحدہ قوت بن کر دوبارہ ابھر سکیں۔ عالم اسلام کی اس فضیلت مآب عبقری شخصیت کی اسی فکر اور عشق و آگہی کے معتبر پیغام کو اہلِ دانش و بینش تک پہنچانے کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ہر سال اس مجدد ملت کے یوم وصال کے موقع پر ایک سالانامہ معنون بہ "معارف رضا" پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا ہے　　اس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریقت

قارئین کرام! ہمیں احساس ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسی ہمہ جہت اور متنوع شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا معارف رضا کے محدود صفحات میں ممکن نہیں لیکن ہماری یہ کاوش ضرور رہتی ہے کہ ان کی حیات کے ایسے عنوانات کا انتخاب کیا جائے کہ قارئین کو اسکے مطالعے سے انکے متنوع مزاج اور عبقریت کی جھلک نظر آجائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ علوم قرآن و حدیث اور دیگر علوم نقلیہ کے علاوہ علوم عقلیہ اور خصوصاً علوم جدید ریاضی، فلکیات، طبعیات وغیرہ میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ جدید سائنسی علوم میں انکی بصیرت و مہارت کا اندازہ انکے مقالے نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو اس بار معارف رضا میں یہ مقالہ سر فہرست ہے۔ مولانا احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ بلا شبہ اپنے زمانے کے ایسے عالم جلیل تھے جنکے وجیہ قد پر "امام وقت" کی خلعت زیبا سجتی ہے امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ علوم اسلامی کے علاوہ تمام مروجہ علوم پر حاوی ہو اور زمانے کے گردو پیش پر اسکی گہری نظر ہو بلکہ مستقبل کی پیش بینی کی بصارت بھی رکھتا ہو۔ دوسرے یہ کہ تمام صلاحیتوں اور علمی موشگافیوں کو اسلام کے عقائد و اقدار کے اثبات کے لئے استعمال کرے امام احمد رضا کے حالات بتاتے ہیں کہ وہ ان تمام خصوصیات کے حامل تھے۔ فلسفہ قدیمہ و جدیدہ پر انکی گہری نظر تھی اور ان فنون پر انہوں نے کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ علامہ اقبال بھی جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ہمعصر تھے ایک عظیم فلسفی بھی تھے۔ مسلک و عقیدے کے اعتبار سے وہ فاضل بریلوی کے بہت قریب نظر آتے ہیں اپنی شاعری کے آخری دور میں انہوں نے فاضل بریلوی (رضا بریلوی) کے مسلک شعری یعنی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنی شاعری کا محور و مرکز بنایا تھا لیکن اقبال فلسفہ میں جدید مغربی اساتذہ اور غیر مسلم مستشرقین کے نظریات کے مرہون منت تھے جبکہ فاضل بریلوی نے ان تمام اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا تھا جنکے دل "قال اللہ و قال رسول اللہ" (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے منور تھے۔ فاضل محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب (ہمدرد یونیورسٹی دہلی بھارت) نے اپنے پر مغز اور دقیق مقالے "امام احمد رضا اور علامہ اقبال کے نظریہ زماں کا ایک تقابلی جائزہ" میں اسی مرکزی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فلسفہ جدید میں امام احمد رضا کی تشریحات کو اجاگر کرنے کی سعی احسن کی ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اصول دین سے ہے۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد اب کوئی رسول آسکتا ہے اور نہ کوئی نبی، بدقسمتی سے انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسلمانوں میں کچھ ایسے بدنصیب لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف "خاتم النبین" کی ایسی توجیہیں پیش کیں جس سے عقیدہ ختم نبوت پر ضرب پڑتی ہو اور جن کی بنیاد پر مرزا قادیانی نے جھوٹی نبوت کا اعلان کیا ان میں بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی پیش پیش تھے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بروقت اس فتنہ کا تدارک کیا۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے دفاع اور قاسم نانوتوی اور مرزا قادیانی کی رد میں متعدد رسالے تحریر کئے۔ ہندوستان کے کسی عالم نے عقیدہ ختم نبوت پر آج تک اتنے رسالے نہیں تحریر کئے۔ پھر انکی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر رسالے میں تحریر کا نیا اسلوب اور ہر ایک سے ایک نئے دلائل سامنے آتے ہیں اور

بعض ایسے بھی [illegible] دیکھنے میں آتے ہیں جو صرف احمد رضا کے قلم سے نکلے ہیں خوبی اور [illegible] پیش کرسکا بقول پروفیسر خالد شبیر احمد دیوبندی فیصل آباد
"عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق یہ فتاوی مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزینہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں کم ہے"۔ نوجوان فاضل سید شبیر حسین شاہ زاہد (اسلام آباد)
نے اپنے تحقیقی مقالے "عقیدۂ ختم نبوت اعلیٰحضرت کی تحریروں میں" فاضل بریلوی کے کمالِ علم اور فقہی بصیرت کے اہم گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اعلیٰحضرت
فاضل بریلوی علوم قرآن و حدیث، فقہ، ریاضی و دیگر سائنسی علوم میں ماہر ہونے کے علاوہ شعر و ادب میں بھی اساتذۂ وقت سے پیچھے نہیں تھے اردو، فارسی اور
ہندی کے علاوہ وہ عربی لغت و ادب میں بھی دسترس رکھتے تھے عربی میں انکے نثری اور شعری تخلیقات کو علمائے حرمین و فصحائے عرب نے خراج تحسین
پیش کیا ہے مسجد حرام کے جلیل القدر استاذ شیخ احمد ابوالخیر میرداد مکی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ) "مولانا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر
ادا کرتا ہوں بے شک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا"۔ امام احمد رضا نے انیسویں صدی کے اواخر میں شاعری کی ابتداء کی اور نعت گوئی
مسلک شعری کے طور پر اپنایا۔ فاضل بریلوی کا عربی کلام ہنوز منتشر ہے اور ابھی تک کوئی جامع دیوان شائع نہ ہوسکا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سرپرست
اعلیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی کوششوں سے کئی سو اشعار پر مشتمل غیر مطبوعہ عربی کلام جمع کیا جاچکا ہے اور مزید کے لیے کوشش جاری ہے
کئی علماء اور اسکالرز کی توجہ بھی ادھر مبذول کرائی گئی ہے۔ فاضل مقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب گورنمنٹ کالج (فیصل آباد)
کا معارف رضا کے لیے خصوصی مقالہ "فاضل بریلوی عربی شاعر کی حیثیت سے" اس سمت ایک اہم پیشرفت ہے۔ امید ہے اعلیٰحضرت کی عربی شاعری پر
تحقیقی کام کرنے والے اسکالرز کے لیے یہ ایک قیمتی سرمایہ ہوگا۔ اعلیٰحضرت کی اردو شاعری بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں جذبات محبت
کا خوبصورت گلدستہ ہی نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل اور کمالات و خصائل
کا ایک اچھوتا بیان بھی ہے۔ فاضل مقالہ نگار محترم مولانا شاہ حسین گردیزی صاحب (کراچی) نے اپنے مضمون "اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا بریلوی کے اشعار
کی روشنی میں شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں اعلیٰحضرت کی نعتیہ شاعری کی اہم خصوصیات پر بلیغ انداز میں روشنی ڈالنے کی سعی فرمائی ہے۔
مولانا میاں طاہر شاہ قادری صاحب صوبہ سرحد کی ایک بزرگ علمی شخصیت ہیں جن کا ایک قدیم علمی خانوادہ سے تعلق ہے۔ انہوں نے اپنے مقالے
"اعلیٰحضرت اور علمائے سرحد" میں صوبہ سرحد کے اہل علم و بصیرت سے اعلیٰحضرت کے تعلق اور ان پر فاضل بریلوی کے افکار و نظریات کے اثرات کا ایک جائزہ
پیش کیا ہے جس سے برصغیر پاک و ہند میں امام احمد رضا کے بلند علمی مقام اور اہل علم و دانش میں انکی مقبولیت کے نئے زاویے سامنے آتے ہیں۔
شیخ الحدیث علامہ فیض محمد اویسی (بہاولپور) برصغیر پاک و ہند کے علمائے اہلسنت میں ایک بڑا مقتدر اور معتبر نام ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی
کی علمی خدمات کے حوالے سے آپ اب تک کئی جامع مقالات سپرد قلم کرچکے ہیں۔ زیر نظر مقالہ "امام احمد رضا سے ہمعصر فقہا کے اختلافات اور
اس کی نوعیت" میں بڑے عالمانہ انداز میں اختلافات کی نوعیت کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کے طرز استدلال انکی علمی وجاہت اور ہمعصر علماء
پر انکی برتری اور فوقیت ثابت کرنے کی سعی کی ہے جو اہل تحقیق کے لئے ایک دعوتِ فکر ہے۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا نام اب مشرق و مغرب
میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تعارف کا نشان بن چکا ہے۔ امام احمد رضا کے علمی کارناموں پر کوئی تحقیق ڈاکٹر صاحب کے ذکر و حوالے کے بغیر ناممکن
تصور کی جائے گی۔ انہوں نے گذشتہ دو عشرے میں اعلیٰحضرت پر تحقیق و تدقیق کا اس قدر مواد فراہم کردیا ہے اور انکی شخصیت اور علمی کمالات

کہ انکے زاویے اور خاکے متعین کردیئے ہیں کہ مستقبل کے محققین کیلئے یہ رہنما اصول کا درجہ اختیار کرچکے ہیں اور اعلیٰ حضرت پر کام کرنا نسبتاً بہت آسان ہوگیا ہے۔ وہ جب بھی قلم اٹھاتے ہیں تو ایک نئے انداز اور نئے زاویے سے بات کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کی حیات کے ایسے گوشے دریافت کرتے ہیں جو نہ صرف انکے علمی وقار میں مزید اضافہ کا باعث بنتے ہیں بلکہ اتباع سنت و شریعت اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نئے نئے پہلو بھی اجاگر کرتے ہیں نگارش کا یہ انداز اگر یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر صاحب کا ہی حصہ ہے تو مبالغہ نہ ہوگا اعلیٰ حضرت کے وصایا شریف کے حوالے سے "امام احمد رضا غریبوں کے غمخوار" کا اچھوتا مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کے اسی طرز تحریر کا آئینہ دار ہے۔

قارئین کرام! ہم ہر سال امام احمد رضا کے فیض یافتہ کسی ایک عالم کے احوال پر مبنی ایک مقالہ معارف رضا میں ضرور پیش کرتے ہیں تاکہ اہل علم حضرات آئینہ میں منعکس شدہ کرنوں سے آفتاب علم کے نور کی قوت کا اندازہ لگاسکیں۔ اس مرتبہ ہم امام احمد رضا کے مستفیض مولانا غلام جیلانی" کے عنوان سے معروف قلمکار جناب عابد حسین شاہ صاحب (چکوال پنجاب) کا مقالہ اس مقصد کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں علامہ محمد احمد مصباحی صاحب (المجمع الاسلامی مبارکپور یوپی بھارت) کا شمار برصغیر کی جید محقق شخصیات میں ہوتا ہے۔ اب تک انکی متعدد تصنیفات و تالیفات طبع ہوکر علم دوست حلقوں میں مقبول ہوچکی ہیں امام احمد رضا کے حوالے سے بھی وہ کئی تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں اور برابر لکھ رہے ہیں اس بار معارف رضا میں انکے تحقیقی مقالہ "امام احمد رضا اور تصوف" کی دوسری قسط پیش کی جارہی ہے جبکہ اسکی پہلی قسط سال گزشتہ کے معارف رضا میں شائع ہوکر قارئین سے خراج عقیدت حاصل کرچکی ہے۔ علامہ مصباحی صاحب کے اس مقالے کے مطالعہ سے امام احمد رضا کی شریعت پر مداومت اور راہ سلوک میں انکے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے بحمد للہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات کے مختلف گوشوں سے متعلق تحقیقی کام بہت آگے بڑھا ہے لیکن جو کمی محسوس کی جارہی تھی وہ امام احمد رضا کے مشائخ سلسلہ سے متعلق ایک مبسوط اور مستند تذکرے کی تھی فاضل مصنف مولانا عبد المجتبیٰ رضوی (ہندوستان) نے اپنے ذخیرۂ فکر و قلم سے اس کمی کو پورا کیا۔ انکے رشحات قلم "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب طبع ہوکر سامنے آچکی ہے۔ محترم عبد المجتبیٰ رضوی صاحب اس علمی شاہکار کے لئے ہم سب وابستگان اعلیحضرت کی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ معارف رضا ۱۹۹۱ء میں اعلیحضرت عظیم البرکت کے پیر و مرشد حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے متعلق ایک مقالہ جناب رضوی صاحب کی اسی کتاب سے ماخوذ ہے جو ہم انکے شکریہ کے ساتھ اہل دانش و بینش کے سامنے پیش کررہے ہیں جناب عبدالستار طاہر (پنجاب) ایک مثبت سوچ کے قلمکار ہیں فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کی خصوصیات پر کافی گرانقدر کام کرچکے ہیں اس بار انکا مقالہ "اشاریہ کنزالایمان" ہمارے معارف رضا کے اوراق کی زینت ہے

ہماری کاوش کا مقصد وحید یہ ہے کہ ہم اس صدی کے عظیم مفکر اور مصلح امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیغام سرمدی "حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ جلاکر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی نسبت کی مرکزیت پر تمام امت مسلمہ متحد و متفق ہوجائے" سے قوت حاصل کریں تاکہ قومی اور ملی سطح پر چھائی بے مقصدیت، فکری جمود اور انتشار و افتراق سے نجات حاصل ہو اور امت مسلمہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دوبارہ اٹھ کھڑی ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان

۱۳۳۹ھ

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ از موتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۳ رجب ادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

یا سیدی اعلیحضرت سلّمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد ہذا من تفسیر جلالین (ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا) ای یمنعہما من الزوال (ولئن) لام قسم (زالتا ان) ما (امسکہما) یمسکہما (من احد من بعدہ) ای سواہ ... ایضاً (ولم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قبل) فی الدنیا (ما لکم من) زائدۃ (زوال) عنہا الی الآخرۃ وایضاً (وان) ما (کان مکرہم) وان عظم (لتزول منہ الجبال) المعنی لا یعبأ بہ ولا یضرہ انفسہم والمراد بالجبال ہنا قیل حقیقتہا وقیل شرائع الاسلام المشبہۃ بہا فی القرار والثبات وفی قراءۃ بفتح لام لتزول ورفع الفعل فان مخففۃ والمراد تعظیم مکرہم وقیل المراد بالمکر کفرہم ویناسبہ علی الثانیۃ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا وعلی الاول ما قرئ وما کان۔ وسردار من دامت برکاتہم واین است از تفسیر حسینی ان اللہ بدرستیکہ خدائے تعالےٰ یمسک السموات والارض نگاہ میدارد آسمانہا وزمین را ان تزولا برائے آنکہ زائل نشوند زیرا کہ ہر دو ممکن اند در حال بقا ناچار است از نگاہ دارندہ آوردہ اند کہ چون یہود ونصاری عزیر وعیسیٰ را بفرزندی حق سبحانہ نسبت کردند آسمان وزمین نزدیک بآن رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالےٰ فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشان را تا از زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند وایضاً ولم تکونوا در جواب ایشان گویند فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روئے مبالغہ اقسمتم من قبل سوگندی خوردید پیش ازیں در دنیا کہ شما پایندہ وخوابید بود ما لکم من زوال نباشد شما را ہیچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ ما در دنیا خواہیم بود وسبرائے

دیگر نقل سخن بیم نمرد و ایضاً وان کان مکرھم بمدستیکر بود مکر ایشاں زرستی دھول ساختہ دپرداختہ تتزول ازجائے برو و منہ الجبال ازاں مکر کوہ ہا تجنب محب تقریر بند کہ اللہ تعالیٰ فی کل حال۔

جب کافروں کے زوال کے معنی ان کا اس دنیا سے دار الآخرۃ میں جانا مسلم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہوا کہ یہ ان کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک انکا حرکت کرنا انکا زوال نہ ہوا یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا انکا زوال ہوا جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اس کے اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہو سکتا۔ شکر ہے اُس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مجھے گریز نہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حلال المشکلات حل ہوگئی ببرکت کلام کریم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک وتعالیٰ کے اور باعث خلق عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کیلئے زمین کے زوال اس کے اماکن کے معنی آپکے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اسکو امساک کیا ہے اُس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکت امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ اُن کا زوال نہیں ہے اسیطرح سے اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کر دیں اور ہر چیز کو اس کے حیز میں ساکن فرما دیویں اُس سے زائل نہیں ہو سکتی جیسے کہ سورج والشمس تجری لمستقر لہا کے رو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اُس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اسکا جریان ہے نہ کہ زوال ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء فالحمد للہ

رب العالمین والشکر والمنتہ - غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ
تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا ہے الم نجعل الارض مھادا کے بجائے الذی
جعل لکم الارض مھدا النجم ۲۵، ۶، آیۃ ۱۰ درج فرمادیں دیباچہ میں سب کو سلام مسنون قبول ہووے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

الجواب - الحمد للہ الذی بامرہ قامت السماء والارض والصلوٰۃ والسلام علی شفیع
یوم العرض وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین۔

مجاہد کبیر مخلص فقیر حق طلب حق ہدیٰ پیر سلمہ اللہ القدیر۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
دسواں دن ہے آپکی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ
۴۰ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹ کے بعد سے تقریباً چالیس صفحہ کے مضامین بڑھانیکی ضرورت
محسوس ہوئی یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری ہی ادھر
طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں وہی کیفیت ابتک ہے اب بھی اسیطرح چار آدمی
کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لیجاتے لاتے ہیں ان اوراق کی تحریر اور ان مباحث جلیلہ غامضہ کی تنقیح
وتقریر سے بحمدہ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپکی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم
کو ناگوار نہ رکھیں گے آپنے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنی تجربے سے آپکو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں
حضرت مولانا الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد جلد سے
جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپکی برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع
لے آنا جسکا میں بارہا آپسے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اسمیں
مجاہد اکبر ہیں بارک اللہ تعالیٰ وتقبل آمین - امید ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس مسئلہ میں آپ ایسا
ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپسے نہ دیکھا وللہ الحمد۔

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون ہ ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپکے پیش نظر ہے ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ہ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ہ بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کروں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپکی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل **اجمال** یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیہ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہکر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا دیکھیے نمبر ۲) حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا (دیکھیے آخر نمبر ۲) ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر فرمائی (ان تزولا کراھۃ ان تزولا عن مقرھما و مرکزھما یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے قرار سکون ہی منافی حرکت قاموس سے آتا ہے قر سکن مگر انھوں نے اسپر اکتفا نہ کی بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکز بھی زائد کیا مرکز جائے رکز ہے رکز گاڑنا جمانا یعنی آسمان و زمین جہاں جمے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالیٰ الذی جعل لکم الارض فراشا فرمایا لا یتم الافتراش علیھا مالم تکن ساکنۃ ویکفی فی ذلک ما اعطاھا خالقھا و رکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ واختیارہ ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی میں ہے اعلم ان کون **الارض فراشا مشروط بکونھا ساکنۃ فالارض غیر متحرکۃ لا بالاستدارۃ ولا** بالاستقامۃ وسکون الارض لیس الا من اللہ تعالیٰ بقدرتہ واختیارہ ولھذا قال تعالیٰ ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا اھ ملتقطا قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس

میں بلے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے فلیتبوأ مقعدہ من النار وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے یہ تو اس سے بھی بڑھکر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق والعیاذ باللہ تعالیٰ یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنے اسرار سکھائے اُن کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو تمسکو بعهد ابن مسعود اور ایک حدیث میں ارشاد ہے رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد وکرهت لامتی ما کره لها ابن ام عبد میں اپنی امت کیلئے پسند فرمایا جو اس کیلئے پسند فرمایا جو اسکے لئے عبد اللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کیلئے ناپسند رکھا جو اسکے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں اور خود اُن کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا استقرأوا القرآن من عبد اللہ ابن مسعود الحدیث قرآن چار شخصوں سے پڑھو سب میں پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہے اور عجائب نمائے الیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ان تزولا کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائیکہ حرکت علی المدار ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی دونوں کی نسبت حضور انور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اُسکی تصدیق کرو دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں اول ماحدثکم ابن مسعود فصدقوہ دوم ماحدثکم حذیفة فصدقوہ اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اسکی تصدیق کرو و الحمد للہ رب العالمین ہمارے معنی کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت تابعین سے ثابت اجلہ صحابہ کرام سے ثابت خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے اُس کی تصدیق کا حکم اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کرینگے و باللہ التوفیق آپنے جو معنی لیے کیا کسی صحابی کسی تابعی کسی امام کسی تفسیر یا جانے دیجیے چھوٹی سی چھوٹی کسی اسلامی

عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اسیر نے سے حرکت کرنیکا امر فرمایا ہے حاشا ہرگز کسی اسلامی رسالہ پر چہ رقعہ سے اسکا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کریں گے کہ معنی قرآن وہ لیے جائیں یا یہ۔ محبا مخلصا وہ کونسا نص ہے جسمیں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے یہاں تک کہ قادیانی کا فرنے وخاتم النبیین میں تاویل گڑھ دی کہ رسالت کی افضلیت اُن پر ختم ہو گئی اُن جیسا کوئی رسول نہیں نانوتوی نے گڑھ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض اور بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اُن کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں حتی کہ یوہیں کوئی مشرک لا الہ الا اللہ میں تاویل کر سکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگر چہ اُس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث میں ہے لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار دوسری حدیث میں لا وجع الا وجع العین ولا ھم الا ھم الدین درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہیے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اُس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اُس پر اعتقاد لائے۔

محبی مخلصی، اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سُنّی کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ آپ سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے۔ کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے ہرگز نہیں انھیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔ محبا دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کر لینا فرض ہے انھوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا حضور سے اُس کے معانی سیکھے اُنکے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو مجا صحابہ اور خصوصاً حذیفہ و عبد اللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم اُنھوں نے سمجھے غلط ہیں ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے فاللہ خیر حفظا وھو ارحم الراحمین میں اُمید واثق رکھتا ہوں کہ اسیقدر اجمال جمیل آپکے انصاف

جزیل کو بس ہو۔ اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں (۱) زوال کے اصل معنی سرکنا۔ ہٹنا
جانا۔ حرکت کرنا۔ بدلنا ہیں۔ قاموس میں ہے الزوال الذھاب والاستحالۃ اسی میں ہے
کل ماتحول فقد حال واستحال ایک نسخہ میں ہے کل ماتحرك اوتغیر یونہی عباب
میں ہے تحول اوتحرك تاج العروس میں ہے ازال اللہ تعالیٰ زوالہ ای اذھب اللہ
حرکتہ وزال زوالہ ای ذھبت حرکتہ نہایہ ابن اثیر میں ہے فی حدیث جندب
الجھنی واللہ لقد خالطہ سھمی ولو کان زائلۃ لتحرك الزائلۃ کل شیٔ فی الحیوان
یزول عن مکانہ ولا یستقر وقد کان ھذا المرمی قد سکن نفسہ لا تتحرك لئلا
یحس بہ فیجھز علیہ (ا) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے
اسکی نفی فرمائی تو حرکت زمین و حرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں (ب) زوال جانا اور بدلنا
ہے حرکت محوری میں بدلنا ہے اور مار پر حرکت میں جانا بھی تو دونوں کی نفی ہوئی (ج) نہایہ ودر
نثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے الزوایل الانزعاج بحیث لا یستقر علی المکان وھو
الزوال بمعنے واحد قاموس میں ہے زعجہ واقلقہ وقلعہ من مکانہ کازعجہ فانزعج
لسان میں ہے الانزعاج نقیض الاقرار تاج میں ہے قلق الشیٔ قلقا ھو ان لا یستقر
فی مکان واحد مفردات امام راغب میں ہے قرفی مکانہ ثبت ثبوتا جامدا واصلہ
من القر وھو البرد وھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکۃ قاموس میں ہے قربالمکان ثبت
وسکن کاستقر دیکھو زوال انزعاج ہے اور انزعاج قلق اور مقابل قرار اور قرار سکون تو زوال
مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے قرآن عظیم آسمان زمین
کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم اُن کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے (د) صراح میں ہے
زائل جنبیدہ ور وندہ و آئندہ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی اور مار پر تو آئندہ درونده
بھی بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اُس کے زوال کو باطل فرماتا ہے لاجرم اُس سے ہر نوع
حرکت زائل (۲) کریمہ وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال ہ اُن کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ
جگہ سے ٹل جائیں یا اگرچہ اُن کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں یہ قطعاً ہماری ہی مؤید
اور ہر گونہ حرکت جبال کی نفی ہے (۱) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک
جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے ثبوت الجبل یعرفہ الغبی

واللہ کی قرآن عظیم میں ان کو رواسی فرمایا رواسی ایک جگہ جما ہوا پہاڑ اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعاً زوال الجبال صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے اور زوال الجبل نہ کہا جائے ثبات وقرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے پہاڑ کے اسی ثبات واستقرار پر شرائع اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ و بھر ہلانا ممکن نہیں (ب) اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت آیۂ وتخر الجبال ھداً کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یونہیں معالم التنزیل میں ہے وھو معنی قولہ تعالیٰ وتخر الجبال ھداً یہ مضمون ابوعبید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا نیز ابن جریر ضحاک سے راوی ہوئے کقولہ تعالیٰ وتخر الجبال ھداً اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نکال دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے (ج) رب عزوجل نے سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلاۃ والتسلیم سے فرمایا لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی ہ تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے پھر فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقاہ جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گرے۔ کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اوس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا ہاں وہ خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں جما نہ رہا تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے اور یہ ہرگز نہ کہ عدم استقرار عین زوال ہے زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سرکے تو بیشک زائل ہوگی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے (د) اس آیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے وان کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ والشدۃ معدا لازالۃ الجبال عن مقارھا نیشاپوری میں ہے اذالتہ الجبال عن اماکنھا خازن میں ہے زوال عن اماکنھا کشاف میں ہے تنقلع عن اماکنھا مدارک میں ہے تنقطع عن اماکنھا اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل

کیا یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی قرار ہے جو کریمہ فان استقر مکانہ میں تمہارا ارشاد کا
ارشاد و مقارھا جا بائے قرار اور کشاف کا لفظ تنقطع خاص قابل لحاظ ہے کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال
بتایا (د) سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری
کوفی استاذ امام سدی کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی
وان کان مکرھم لتزول منه الجبال قال تحرکت انھوں نے صاف تصریح کر دی کہ زوال
جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھاتا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے وللہ الحمد (۳) او ہر گزرا کہ زوال
مقابل قرار و ثبات ہے اور قرار و ثبات حقیقی سکون مطلق ہے در بارہ قرار عبارت امام راغب
گزری اور قاموس میں ہے المثبت کمکرم من لا حراك به من المرض وبکسر الباء
الذی ثقل فلم یبرح الفراش وداء ثبات بالضم معجز عن الحرکته مگر توسعاً قرار و ثبات
ایک حالت پر بقا کو کہتے ہیں اگرچہ اسمیں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اسی حالت سے
انفصال ہوگا یہ ہیں مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لئے حقیقۃً وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جسم جدا
سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے
یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ نیے سرکنے سے بدل گئی لہٰذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں
یعنی جس سے دمبدم این کہ مکان و جائے کا نام بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں
قرار قرار و ثبات حقیقی ہے اس کے لیے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے کرہ کہ اپنی جگہ قائم رہکر اپنے
محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اسے قار و ثابت و ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و
متحرک۔ پھر اسی توسع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی
حصۂ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر و مستقر و مکان کہتے ہیں قال تعالیٰ
ولکم فیھا مستقر ومتاع الی حین اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار و قیام
بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو۔ لہٰذا کہیں گے کہ موتی بازار
بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمیں ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے وہ انہیں
سکونت رکھتے ہیں وہ ان کے ساکن ہیں حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متباین
مگر یہ معنی مجازی ہیں لہٰذا ان سے اعتراض نہیں لاجرم محل نفی ہیں ان کا مقابل زوال بھی انہیں

کی طرح مجازی و توسّع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو کفار کی وہ قسم کہ مالنا
من زوال اسی معنی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں نہ یہ کہ ہم
ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں اس سے منتقل نہیں ہوسکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ
ہمیں یہاں سے آخرت جانا نہیں ان ھی الا حیاتنا الدنیا نحیی ونموت وما نحن بمبعوثین ہ
مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت لاجرم تیسری آیہ
کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو نہ یہ کہ دنیا میں اُن کا چلنا پھرنا زوال نہیں
قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سُن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے مگر یہاں
اُسکا ذکر ہی جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال معنی مجازی کے لیے قرینہ
درکار ہوتا ہے یہاں قرینہ اُن کے یہی اقوال لعینہ ہیں بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ
مقالیہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر ہے فرماتا ہے وانذر الناس یوم
یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتک
ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال ہ لیکن کریمہ ان اللہ
یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز
نہیں ہوسکتا بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار وثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا
اُسکی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ
بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں (۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت
تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دے گا رب عزوجل نے یمسک فرمایا ہے امساک
روکنا تھامنا بند کرنا ہے و لہٰذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے مسک
اور مساک کہتے ہیں انہار و ابحار کو نہیں کہتے حالانکہ انہیں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی
جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اُس کا امکان دیا ہے قاموس میں ہے امسکہ حبسہ
المسک محرکۃ الموضع یمسک الماء کالمسک کسحاب یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت
کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اُس سے آگے نہیں
بڑھ سکتی (۵) اگر ان معنی مجازی کو نہ لیجیے بلکہ کہیے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے
سرکنا اور موضع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جدا ہونا سب اُس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر

اسکا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید و عمرو و بکر و غیرہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے امارسے باہر نکلنا ان تزولا فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے اور یہی سکون حقیقی ہے و للہ الحمد یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اُس کا زوال ہوگا زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے زائل ہو جانا زوال کا ترجمہ ہوتا ہے مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوئی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے پھر فرمایا جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو امساک کیا ہے اُس سے باہر سرک نہیں سکتی پھر فرمایا اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ اُس سے زائل نہیں ہو سکتی اور نفی کی جگہ فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا یہاں جمع اماکن کا ظاہر کر دیا مگر رب عزوجل نے تو اُن میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلق بعسك فرمایا ہے اور مطلق ان تزولا اللہ آسمان زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لیے اماکن عدیدہ ہیں اُن اماکن سے باہر نہ جانے پائے تو اُس کا بڑھانا کلام الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید عام کو مخصوص بنانا ہوگا اور یہ ہرگز روا نہیں اہلسنت کا عقیدہ ہے جو اُن کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ النصوص تحمل علی ظواهرها بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا بھاٹک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو مخصوص کریں مالکو من زوال کی تخصیص واضح سے ان تزولا کو بھی مخصوص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ان اللہ علی کل شی قدیر کی تخصیص دیکھ کر ان اللہ بکل شیء علیم کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات و صفات و محالات زیر قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات و صفات و محالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں زیادہ تشفی بحمدہ تعالیٰ نمبر ۵ میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ و رسول و صحابہ و مسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے

یا ہر سجائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خوا و مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا فانتظر (۶) لاجرم وہ جنھوں نے خود صاحب قرآن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے قرآن کریم پڑھا خود حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے اس کے معانی سیکھے انھوں نے آیۂ کریمہ کو ہرگونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت شقیق بن مسلمہ سے کہ زمانۂ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری و مسلم یوں ہے حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال من این جئت قال من الشام فقال من لقیت قال لقیت کعب فقال ما حدثك کعب قال حدثنی ان السموٰت تدور علی منکب ملك فقال صدقته او کذبته قال ما صدقته ولا کذبته قال لوددت انك افتدیت من رحلتك الیه براحلتك و رحلها کذب کعب ان اللہ یقول ان اللہ یمسك السموٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکهما من احد من بعدہ زاد غیر ابن جریر وکفی بها زوالا ان تدورا ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے فرمایا کہاں سے آئے عرض کی شام سے فرمایا وہاں کس سے ملے عرض کی کعب سے فرمایا کعب نے تم سے کیا بات کی عرض کی یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں

....

.... فرمایا تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب عرض کی کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش تم اپنا اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دیدیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھامے گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے نیز محمد طبری نے بسند صحیح بہ اصول حنفیہ برجال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی حدثنا جریر

عن مغیرة عن ابراھیم قال ذھب جندب البجلی الی کعب الاحبار ثم رجع فقال له
عبد اللہ حدثنا ما حدثك فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحا قال
عبد اللہ لوددت انك افتدیت رحلتك بمثل راحلتك ثم قال ما تنکب الیھودیة
فی قلب عبد فکادت ان تفارقه ثم قال ان اللہ یمسك السموٰت والارض ان تزولا
وکفی بھا زوالا ان تدورا جندب بجلی کعب احبار کے پاس جاکر واپس آئے حضرت عبد اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہو کعب نے تم سے کیا کہا عرض کی یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک
کیلی میں ہے حضرت عبد اللہ نے فرمایا مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کی برابر مال دیکر اس
سفر سے چھوٹ گئے ہوتے یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے
چھوٹتی ہے اللہ تو فرما رہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں
اُن کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالےٰ
عنہ سے روایت کی ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا
فقال حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنھما کذب کعب ان اللہ یمسك السموٰت
والارض ان تزولا کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی
اس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کعب نے جھوٹ کہا بیشک اللہ آسمانوں
اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔ دیکھو ان اجلۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اُسے
بقائے خیالات یہودیت سے بتایا کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب
کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں
ہے احسن الخالقین تعالیٰ نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا انکا
حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوگا مگر ان کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جا سکتا تھا
بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی
ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو انھوں نے روا نہ رکھا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے یہ
پیوند لگالیں لاجرم اُس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا وللہ الحمد تنبیہ کعب احبار

تابعین اخیار سے ہیں خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی تو کذب کعب کے یہ معنے ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ یہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا کذب بمعنی اخطاء محاورہ حجاز ہے اور بخراش یہودیت بشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ اُن کے دل میں علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح وحق صحیح اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اُس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ اُن کی تحریفات خرافات سے ہو نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً اُن کے دل سے نکل گیا قسم دوم کا علم اور مسجل ہو گیا یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اُس کا بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ اُن خبیثوں کی خرافات سے تابعین صحابہ کرام کے تابع۔ خادم ہیں مخدوم اپنے غلام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرسکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا لفظ پایا خاموشی فرمائی اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے جس کو پرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا پہلے نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات طالیات کے حضور تذکرہ ہوا اسکی تکذیب فرمادی دورۂ زمین کہا کس نے تھا کہ اُس کا رد فرماتے اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آیۂ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے اور اگر کوئی آسمان وزمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان وزمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا آیۂ پڑھیے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے جب حسب ارشاد صحابہ آیہ کریمہ مطلق حرکت کا

انکار فرماتی ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لیے ایک نسق ایک لفظ ان تزولا
میں ہی جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا
جس طرح آسمان کی ایک شخص کہے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے آفتاب
کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے آیۂ کریمہ انی رأیت
احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی ساجدین کہ میں نے گیارہ ستاروں
اور سورج اور چاند کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند
کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جائیے عالم کے سورج کے سجدہ کی تصریح
فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اُسے کیا کہا جائے گا اب تو آپ
نے خیال فرما لیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلۂ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نفی قرآن
عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ
آپ اور سب اہلسنت کو بچائے آمین (۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سُنا
اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا (۱) حدیثوں میں کتنی جگہ زالت الشمس ہے
بلکہ قرآن عظیم میں ہی اقم الصلوۃ لدلوک الشمس تفسیر ابن مردویہ میں امیر المومنین عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لدلوک الشمس کی تفسیر
میں فرمایا لزوال الشمس ابن جریر نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اتانی جبریل لدلوک الشمس حین
زالت فصلی بی الظہر نیز ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظہر اذا زالت الشمس ثم تلا اقم الصلوۃ لدلوک
الشمس نیز مثل سعید ابن منصور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دلوکھا زوالہا
بزار و ابو الشیخ و ابن مردویہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دلوک الشمس
زوالہا عبد الرزاق نے مصنف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلوک الشمس
اذا زالت عن بطن السماء مجمع بحار الانوار میں ہے زاغت الشمس مالت و زالت
عن اعلی درجات ارتفاعہا فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک
کی زبانوں پر مشہور کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین

جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اُسے امکان دیا ہے اُس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے حاشا مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا یونہیں زمین اگر دورہ کرتی ضرور اُسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے۔ جرجیر کیوں کہتے ہیں کہا لانہ یتجرجر علی الارض اس لیے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے کہا تمھاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں کہا لان الماء یقر فیھا اس میں پانی ٹھہرتا ہے کہا تمھارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے یہاں تین ہی مواضع ممتاز تھے افق شرقی و غربی و دائرۂ نصف النہار اُن سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی انسب و وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے کریمۂ والشمس تجری لمستقر لہا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے لا مستقر لہا یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اُسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا غرض کلام اسمیں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آثار صحابۂ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہکر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نجاتی لیکن قرآن عظیم صاف ارشاد میں اُس کے زوال کا انکار فرما رہا ہے تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہو (ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبان جملہ مسلمین سب میں مذکور تھا ان دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب جو حصہ جسپر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہوگیا رات ہوئی جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا حالانکہ زمین یعنی اُس حصۂ ارض نے جانب شمس رخ کیا جب اتنا گھوما

کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکز شمس کی مقابل آیا دوپہر ہوگیا جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب و مکذّب ہی مسلمین تو مسلمین بیروت وغیرہ کے سنہاری قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہی اسوقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ یعنی زوال پہچاننے کا آلہ اور اگر اُن سے کہیے کیا شمس زوال کرتا ہی کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں (ج) اور دن سے کیا کام آپ بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے۔ زوال ہونے کو ہے۔ زوال ہوگیا۔ کاہے سے زوال ہوا دائرۂ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکت محوری سے ہوا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ زمین کو زوال نہیں اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہکر اُسے زوال ہوتا ہی دنیا سے زوال کنار بیش کرنے کا کیا موقع رہا انصاف شرط ہی اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق (د) یہاں سے بحمدہ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس ارشاد کی خوب توضیح ہوگئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہی (۹) بحمدہ اللہ تعالیٰ تین آتیں یہ گزریں آیت (۱) ان اللہ یمسک آیت (۲) ولئن زالتا آیت (۳) لدلوک الشمس آیت (۴) فلما افلت آیت (۵) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا آیت (۶) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ہ آیت (۷) حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا ستراہ اور ان سب سے زائد آیت (۸) وتری الشمس اذا طلعت تزٰور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم ذات الشمال وھم فی فجوۃ منہ ذلک من آیت اللہ تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہی اُن کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہی اور جب ڈوبتا ہے اُن سے بائیں طرف کترا جاتا ہی حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ قدرت الٰہی کی نشانیوں سے ہیں یوہیں صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی ذر حین غربت الشمس لتدری
این تذهب قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش
فتستأذن فیؤذن لها ویوشک ان تسجد فلا یقبل منها وتستأذن فلا یؤذن لها قال
لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله تعالیٰ والشمس تجری
لمستقر لها ذلك تقدیر العزیز العلیم ۔ یوہیں ہزارہا آثار صحابہ عظام وتابعین کرام واجماع
امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے آفتاب کو وسط شمال سے زوال
ہوتا آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے یہ بدیہی ہے اور خود مخالفین کو
تسلیم کہ طلوع وغروب وزوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ
اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم واحادیث متواترہ واجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ
حرکت شمس ہے نہ کہ حرکت زمین لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی
جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے پھر شمس کی حرکت
یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے تو قرآن
وحدیث واجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائرہ ہے لاجرم زمین مدار
شمس کے جوف میں ہے تو نا ممکن ہے کہ زمین گرد شمس دورہ کرتی اور آفتاب مدار جوف میں
ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ
زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ
کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لیے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت
زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لیے کہ یہ ہٹتی نہ کہ
آفتاب اور طلوع حقیقۃً کسی کے لیے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے حدیث میں ہے
لکل حد مطلع نہایہ و در نثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے ای مصعد یصعد الیہ
من معرفۃ علمہ نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے مطلع الجبل مصعدہ حدیث میں ہے
طلع المنبر مجمع البحار میں ہے ای علاہ ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی اور مخالف
کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں
لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی انہیں وہم

گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا چڑھتا ڈھلتا ہے لہذا طلوع و زوال شمس کہتے ہیں یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اُسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرح نسبت فرما دیا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس و سکون زمین پر ایمان لائے واللہ الہادی

(۱۰) سورۂ طٰہٰ و سورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے الذی جعل لکم الارض مھدا دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرارت ہند میں رائج ہے مَہدًا پڑھا باقی تمام ائمہ قرارت نے مِہٰدًا بزیادت الف - دونوں کے معنی ہیں بچھونا جیسے فرش و فراش یونہیں مہد و مہاد (ا) پس قرارت عام ائمہ نے قرأت کوفی کی تفسیر فرما دی کہ مہد سے مراد فرش ہے مدارک شریف سورۂ طٰہٰ میں ہے (مھدا) کوفی وغیرھم مھادا وھما لغتان لما یبسط ای الفرش اُسی کی سورۂ زخرف میں ہے (مھدًا) کوفی وغیرھم مھادا ای موضع قرار معالم شریف میں ہے قرأ اھل الکوفۃ مھدًا ھھنا فی الزخرف فیکون مصدرا ای فرشا وقرأ الآخرون مھادا ای فراشا وھو اسم لما یفرش کالبساط تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے (مھدا) فراشا نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے الم نجعل الارض مھادا فرماتا ہے والارض فرشنھا فنعم الماھدون فرماتا ہے واللہ جعل لکم الارض بساطا فرماتا ہے الذی جعل لکم الارض فراشا اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے (ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اُس کے بچھونے کو نہیں کہتے جلالین سورۂ زخرف میں ہے (مھادا) فراشا کالمھد للصبیین لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مھدًا کا ترجمہ طٰہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا (ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارے سے اُسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے خود گہوارے سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ - لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا (د) لطف یہ کہ علما نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو آپ

چاہتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے کون الارض مھدا انما حصل لاجل کونھا واقفۃ ساکنۃ
ولما کان المھد موضع الراحۃ للصبی جعل الارض مھدا لکثرۃ ما فیھا من الراحات
خازن میں ہے جعل لکم الارض مھدا معناہ واقفۃ ساکنہ یمکن الانتفاع بھا ولما
کان المھد موضع راحۃ الصبی فلذلک سمی الارض مھادا لکثرۃ ما فیھا من الراحۃ
للخلق خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے ای لو شاء جعلھا متحرکۃ
فیما یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا ان یحصل لکونھا مسطحۃ قارۃ ساکنۃ اس
ارشاد علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ
شبہ لگے کہ اسکی حرکت محسوس نہیں تو اُن سے کیسے یہ تمہاری ہوس خام ہے فوز مبین
دیکھئے ہم نے خود فلسفۂ جدیدہ کے مسلمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی
جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اُس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی
انسان حیوان کوئی اُس پر نہ بس سکتا زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اُس پر
جو قاہر رد ہوں اُنکا اُٹھانا ہزار ہا بانس پیرتا ہے (۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین
کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ انھیں کوئی نام کو تام نہیں سب پادر ہوا ہیں زندگی بالخیر
ہے تو آپ انشاء اللہ تعالیٰ اُن سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب فوز مبین کی فصل چہارم میں دیکھیں گے
بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھدی ہیں کہ یورپ والوں کو طریقہ استدلال اصلاً نہیں
آتا انھیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں اُنکے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں
رکھتے ہیں مصنف ذی فہم مناظرہ داں کیلئے وہی اُنکے رد میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انھیں
علتوں کے پابند ہوں ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار سُنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی
ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کیخلاف
کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی اگر بالفرض اُس وقت ہماری سمجھ میں اسکا رد نہ آئے جب بھی یقیناً
وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے ہیں بحمد اللہ شان اسلام۔ محب فقیر سائنس یوں مسلمان
نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کر لیا جائے
یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے
اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود

دیا مال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو سائنس کا ابطال
و اسکات ہو یوں قابو میں آئیگی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ
اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں ؎ وعین الرضاء عن کل عیب کلیلۃ اُس کے معایب مخفی
رہتے ہیں مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ
کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھیے اُسوقت انشاء اللہ العزیز
القدیر اسکی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائینگی اور آپ جسطرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں
یوہیں سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کیلئے تیار ہو جائینگے کہ ع ولکن عین السخط تبدی المساویا

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں ؎ دشمن راہ خدا را خوار دار ✦ دزد را منبر منہ بر دار دار
رب کریم بجاہ نبی رؤف الرحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہلسنت کو خلوص
ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے ۔ امین الہ الحق امین واعف
عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولینا فانصرنا علی القوم الکفرین والحمد للہ رب
العلمین ○ وصلی اللہ علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ
اجمعین امین واللہ تعالیٰ اعلم

ہدیۂ عقیدت بحضور ”امام احمد رضا“ قدس سرہ العزیز

از جناب نشتر درانی رام پوری ہری پور ہزارہ

زہے کہ نطق ہے آسودۂ بیانِ رضا
خوشا کہ کیفیتِ منفرد سے پُر ہے فضا
جوابِ قوسِ قزح جس کے در کا ہر ذرہ
مہک فروز ہیں گلہائے گلستانِ رضا

مردِ حق مردِ باوفائے رسول
ہے رضائے رضا رضائے رسول
سارے عالم کو اس نے درس دیا
مُہرِ ایماں ہے خاکپائے رسول

فقہ حنفی اور فتاویٰ رضویہ

یہاں میرا روئے سخن صرف فقہ حنفی اور اعلیٰ حضرت کا فقہائے سلف سے اختلاف ہے اسی لئے فقیر اویسی غفرلہ ضروری سمجھتا ہے کہ پہلے کچھ فتاویٰ رضویہ کے متعلق مختصراً عرض کردوں۔

فتاویٰ رضویہ کو اگر غائرانہ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو فقہ حنفی سے ہزاروں غیر منقح مسائل آئینہ کی طرح صاف و شفاف نظر آئیں گے۔ سینکڑوں مسائل صدیوں سے معرکۃ الآرا چلے آرہے تھے! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی فقاہت نے انھیں ایسے عمدہ طریقے سے حل فرمایا جسے غیر بھی دیکھ کر صدائے آفرین بلند کئے بغیر نہیں رہ سکے چنانچہ فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ سیدی استاذی المعظم حضرت سراج الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احمد پور شرقیہ کے مشہور غیر مقلد مولوی نظام الدین سے میری گفتگو ہوئی کہ حدیث صحیح کے مقابل فقہاء کے قول پر عمل نہ کرنا چاہیئے۔ اعلحضرت کے رسالہ "الفضل الموہبی فی معنے اذا صح الحدیث فہو مذہبی" کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے انھیں سنائے گئے تو کہنے لگے یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے افسوس کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا پھر میں نے فقہ کے چند مسائل کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو کہنے لگے کہ علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد نظر آتے ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہے۔[1]

---

[1] سراج الفقہاء، مطبوعہ لاہور

قارئین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی نظام الدین مذکور کسی کو اپنا ہمسر تصور نہیں کرتے تھے چنانچہ دیوبند کے شیخ العلماء خلیل احمد انبیٹھوی کے قیام بہاول پور کے دوران مولوی نظام الدین سے انبیٹھوی صاحب کے متعلق کسی نے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ علم تو بہت زیادہ نہیں ابھی نو عمر ہیں مگر تیز اور سمجھدار البتہ ہیں۔[2] اس کا اعتراف عجمی علماء کو تو لازمی تھا اس لئے کہ ان کا مبلغ علم اتنا ہی تھا لیکن مرکزِ علوم و فنون کے مفتیوں نے جب اعلحضرت کی تحقیق پڑھی تو دنگ رہ گئے مولانا رحمٰن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ " ۱۲۹۵ھ میں اعلیٰ حضرت اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے ایک دن نمازِ مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا "اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ۔"

" بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔ "

یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ابتدائی دور ہے پھر جب دوبارہ حج کو تشریف لے گئے تو حجازِ مقدس کے دونوں حرم اور اس کے علماء و مفتیان عظائم نے اعلیٰ حضرت سے بے حد عقیدت کا اظہار کیا یہاں اختصار کے پیشِ نظر حضرت ابوالخیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد الحرام مکہ معظمہ کے صرف ایک قطعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔[3]

وانی وان کنت الاخیر زمانہ لآت بما لم تستطعہ الاوائل ولیس علی اللہ

بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا مرتبہ مقالہ "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" کا مطالعہ کیجئے۔

سینکڑوں غیر منقح مسائل کی تنقیح

صدیوں سے جو تنقیح طلب مسائل جوں کے توں چلے آرہے تھے تو ہر غیر منقح مسئلہ کو اعلحضرت قدس سرہٗ کے قلم نے منقح فرمایا مثلاً فقہائے کرام کی کتابوں میں مختلف عبارات مصرح تھیں کہ فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہو یا صاحبین کے قول پر جبکہ بعض مسئلہ میں ہر دونوں کی صریحی اقوال پائے جائیں۔ متقدمین و متاخرین میں بعض فقہاء یہاں تک کہ امام تمامی

---

[2] تذکرۃ الخلیل، ۱۲

اور حضرت خیر الدین رملی رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما نے صاحبین کے قول کی ترجیح کی تصریح کی۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے قلم میں جنبش ہوئی اور ایسے دلائل قائم فرمائے کہ جس سے سب کو ماننا پڑا کہ علی الاطلاق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہوگا خواہ مشائخ تصریح بھی فرمائیں کہ "الفتویٰ علیٰ قول الصاحبین" فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے بلکہ واضح طور پر مدلل فرمایا کہ

"نُجِیبُ عَلَیْنَا الاِفْتَاءَ بِقَوْلِ الْاِمَامِ وَاِنْ لَمْ نَعْلَمْ مِنْ اَیْنَ قَالَ"

ہم جواب دیں گے کہ ہم پر واجب ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ کے قول پر فتویٰ دیں اگرچہ ہمیں معلوم نہ ہو کہ آپ نے کہاں سے فرمایا پھر امام شافعی خیر الدین رملی کے اعتراضات اور جن مشائخ نے اختلاف کیا اس کی ایسی بہترین توجیہ پیش کی کہ بزرگوں کے ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور مسئلہ کی حقیقت بھی واضح فرمادی۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۸ تا ص ۴۷ میں یہ بحث پھیلائی ہے کہ جس کے پڑھنے سے فقہ حنفی کی صحیح تصویر ذہن میں اترتی ہے اور اعلیٰحضرت کو وقت کا مجدد ماننا پڑتا ہے۔

آب مطلق و مقیّد

مجدد دین وملت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے آب مطلق و آب مقیّد کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں قلم اٹھایا، حمد وصلوٰۃ لکھ کر فرمایا کہ یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہے اس کے حل میں پہلے اعلیٰحضرت نے جزئیات بیان فرمائے پھر مطلق و مقید کی تعریف تحریر فرمائی، اس کے بعد متون کے ضوابط جزئیہ لکھے پھر متاخرین کے ضوابط کلیہ تحریر فرمائے پھر جزئیاتِ جدیدہ کے احکام تفصیلی طور پر بیان فرمائے قلم کو روکتے روکتے فتاویٰ رضویہ کے جہازی سائز پر ایک سو پینتالیس صفحات کا رسالہ تیار فرمایا جس کا نام "النور والنورق الاسفار الماء المطلق" ہے۔

مسائل مُفتیٰ بہا

کتب فقہ کے مطالعہ سے درجنوں آئمہ کرام کے اقوال دلائل قاطعہ براہین ساطعہ سے بادہ نواز ہوتے ہیں اور وہ اقوال ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں عام عالم دین اور فقیہ کی تو بات ہی کیا بڑے سے بڑے مفتی کا دماغ چکرا جاتا ہے کہ ان اقوال میں مفتیٰ بہ کون سا قول ہے اس قسم کے ایک نہیں ہزاروں مسائل میں، پیچیدگیاں تھیں ان پیچیدگیوں کو حل فرمایا تو ہمارے ممدوح ملکہ عرب وعجم کے مجدد برحق امام احمد رضا بریلوی نے یہ ہماری عقیدت پر مبنی نہیں بلکہ ہر مکتبِ فکر کو فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کی دعوت پیش ہے وہ اس کی تمام جلدیں کی نہ سہی صرف

جلد اوّل کو بغائر نظر مطالعہ فرمائے تو ان شاء اللہ ثم انشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از روئے انصاف اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ مسائل صرف فتاویٰ رضویہ میں ملتے ہیں جو ہزاروں کتابوں کی ورق گردانی پر بھی نہ آئیں، مثلاً بحث تیمم میں ہم فقہ کی تمام کتابوں میں صرف یہ دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ پانی سے عجز کی حالت میں تیمم جائز ہوتا ہے لیکن یہ کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ کتنی صورتیں ہیں، کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اعلحضرت قدس سرہٗ پر کہ آپ نے عالم اسلام کے فقہا کی تصانیف کا خلاصہ بیان کر دیا کہ عجز کی پونے دو سو صورتیں ہیں پھر ان سب کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا جس کا جی چاہے فتاویٰ رضویہ شریف جلد اوّل کو ملاحظہ فرمائے اور یہ نہیں کہ آپ نے صرف خانہ پری کے طور پر عجز کی صورتوں پر صرف متن سے لگا دیے ہوں بلکہ فقہا کرام کی آراء اور ان کا اختلاف بھی بیان فرمایا اور پھر مرجوح اقوال کی تردید اور راجح قول کی ایسی بہتر توجیہہ فرمائی کہ خود تحقیق نے آپ کے قلم کو چوم لیا ہوگا۔

عجز و نیاز کا پیکر

اعلحضرت کی مذکورہ تحقیق پڑھ کر آپ کی شان مجدّدی کا پتہ چلتا ہے لیکن قربان جاؤں اعلحضرت کی شان عاجزی پر کہ اتنی بہترین تحقیق کو سپرد قلم فرمانے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ جملہ بیان کردہ پونے دو سو صورتیں ہمارے اس رسالہ تیمم کے خواص سے ہیں کہ غیر میں نہ ملیں گے لیکن یہ میرا (احمد رضا) کمال نہیں بلکہ یہ جملہ سلف کا فیض ہے اسے کہتے ہیں فقاہت، لیکن افسوس کہ آجکل بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں کہ اسلاف کا خلاف کرکے اپنی انا پر اترائے ہوئے ہیں بلکہ "ہمو چا دیگرے نیست" کے مرض میں مبتلا ہو کر اسلاف کی تحقیق کو ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کو فخر محسوس کرتے ہیں۔

نمونہ تحقیق رضوی

اگرچہ اعلحضرت قدس سرہٗ اپنے ہر کمال کو اسلاف صالحین کا فیضان بتاتے ہیں لیکن کمال کا حال ملاحظہ ہو کہ اسلاف صالحین جہاں تک اپنی فقاہت کی منزل متعین کر گئے کہ اس کے آگے فرس تحقیق لنگ ہے لیکن اعلحضرت نے اس کے آگے فرس تحقیق کو کوسوں بڑھا کر پھر بھی یہی فرمایا کہ یہ بھی اسلاف کا فیض ہے مثلاً فقہائے کرام نے مذہب امام ابوحنیفہ جس قسم کی مٹی سے تیمم جائز ہے صرف ۷۴ بتائیں لیکن اعلحضرت نے اس سے آگے بڑھ کر ایک سو ساٹھ بتائیں۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل ص ۴۹۹ ملاحظہ ہو

اس طرح فقہائے کرام نے جس مٹی کی قسم سے تیمم ناجائز ہے کل ۵۸ بتائیں، اعلیٰ حضرت نے ان کو آگے بڑھا کر ۱۳۰ بتائیں یعنی ۵۸ اسلاف کی بتائی ہوئی صورتیں ہیں تو ۷۲ صورتیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی مرہونِ منت ہیں۔

فقہائے سلف سے اختلاف اور اس کی نوعیت

فقہائے سلف سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اختلاف کی متعدد وجوہ ہیں اگر ان کی تفصیل لکھی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ چند ایک عرض کرتا ہوں تاکہ نمونہ حزوار کا کام دے۔

- پہلا اختلاف صوفیانہ زندگی میں تھا، صوفیانہ زندگی روحانیت کی بجائے ظاہریت میں بدل گئی مشائخ رسوم پرستی کو اپنا شعار بنا بیٹھے۔ بزرگان دین سے محرومیوں نے میلوں کی شکل اختیار کر لی۔ تصوف و طریقت کو قرآن و سنت سے علیحدہ قرار دے دیا گیا تو نتیجتاً دینِ حق کا باطنی پہلو مجروح ہوا اور مسلمانوں کی زندگی مضمحل ہونا شروع ہوئی تو قدرت نے ایسے شخص کو مبعوث فرمایا جس نے صوفیانہ زندگی کے اس بگاڑ کو پہچانتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ جو طریقت شریعت کے مخالف ہو وہ طریقت نہیں شیطنیت ہے اسے رد کر دو.... صوفیانہ زندگی کو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کر کے صحیح راستے پر گامزن کر دیا اعلیٰحضرت احمد رضا خاں اپنی دیوانہ وار جدوجہد سے صوفیانہ زندگی کو بگاڑ اور تباہی و ہلاکت سے نکال کر دینِ مصطفےٰ کی منزل کی طرف پھر سے گامزن کرتے رہے یہ آپ کی پہلی تجدیدی کاوش تھی۔
- دوسرا اختلاف مذہبی عقائد اور نظریات میں تھا وہاں بھی روحانیت کی جگہ مادیت لے رہی تھی بعض منکرین نے معجزاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا انکار کر کے اسلام کے روحانی پہلوؤں کو خارج کر دیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ان تمام عوارض کا خاتمہ کیا۔
- تیسرا معاملہ فقہ حنفی کی بڑھتی ہوئی مخالفت کا تھا۔ برصغیر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ علیہ کی دی ہوئی فقہ جسے حنفیت کہتے ہیں نام نہاد تجدید پسندی کے مقابلے میں دم توڑ رہی تھی۔ حنفیت ختم ہو رہی تھی، فتاویٰ عالمگیری کے بعد علمی بنیادوں پر کسی اور نے کوئی خدمت نہ کی چنانچہ حضرت امام رضا خان علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ لکھ کر اس خلاء کو پورا کیا۔
- چوتھا عقائد کے باب میں تنقیصِ رسالت اور تنقیصِ شانِ اولیاء کا مسئلہ تھا محمد بن عبدالوہاب نجدی نے سرزمین

عرب پر تجدید پسندی اور اخلاص و توحید کے نام پر شانِ رسالت اور شانِ اولیاء پر پے در پے حملے کئے۔ یہ تحریک ایک خاص مطمحِ نظر کے لئے چلی تھی۔ اعلحضرت نے اپنی زندگی میں اس بگاڑ کا تدارک علم و حکمت کے ساتھ کیا اور... اسلامیانِ برصغیر کے دل عشقِ نبوی کی لمعات سے روشن و منور رکھے اور امام احمد رضا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو عملی تصویر کے طور پر منصۂ شہود پر لے آئے آپ نے فرمایا مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّداً فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّداً فَقَدْ عَصَی اللّٰہ الخ

ترجمہ: جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی ہی نافرمانی کی۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی حق ہے اور غلامیِ مصطفےٰ سے انحراف باطل ہے۔ حق و باطل کے درمیان اگر خطِ امتیاز کھینچنا ہو تو وہ یہ ہے کہ جو شخص درِ مصطفےٰ پر جھک جائے وہ حق ہے اور جو اس کا انکار کردے وہ باطل ہے گویا اعلیٰ حضرت حدیث و فقہ کے رنگ میں عشقِ مصطفےٰ کا نغمہ سناتے گئے اور ملتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عشقِ مصطفےٰ کی وجہ ہمیشہ کیلئے تابندہ تر ہوتی چلی گئی اس سلسلے میں آپ کی خدمات کا یہ عالم ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں ہماری تکفیر کسی اور غرض سے نہیں بلکہ عشقِ مصطفےٰ کے جذبے سے کر رہے ہیں۔ مولوی محمد الیاس بھی یہ کہہ اٹھے کہ عشقِ مصطفےٰ کا سلیقہ سیکھنا ہو تو فاضل بریلوی اور اُن کے پیروکاروں کے پاس جانا چاہیئے۔

- پانچواں مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا معاملہ تھا یہاں بھی مادیت غالب آگئی تھی اور روحانیت دب رہی تھی غلبۂ مادیت کی وجہ سے بڑے بڑے سیاسی زعماء ڈگمگا گئے اور اسلام کے تصورِ قومیت کے مسئلے پر ٹھوکر کھا گئے۔ ۱۹۲۰ء میں جب علامہ اقبال اور قائدِ اعظم جیسی عظیم شخصیت بھی ہندو مسلم اتحاد کی داعی تھیں اور ایک قومی نظریہ تسلیم کررہی تھیں تو اعلیٰ حضرت نے ترکِ موالات کی تحریک کے خلاف ایک مدلل فتویٰ دے کر آج سے ۷۰ سال پہلے دو قومی نظریے کی بنیادیں واضح کردیں۔

یہ اعلحضرت کا تصرف تھا کہ لوگوں کے ذہنوں کو تبدیل کرتے گئے اور ایک وقت ایسا آیا کہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی صورت میں انھیں منزل میسر آگئی۔

- وہ فقہا جنھوں نے حنفیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا جن کی مصنوعی حنفیت حقیقی اور اصلی حنفیت کو سخت نقصان پہنچا رہی تھی جیسے دورِ حاضر میں دیوبندیوں کی حنفیت کا حال ہے ایسے ہی ہر دور میں بدمذہبوں نے حنفیت کے

لبادے اوڑھے ہوئے تھے ان میں معتزلہ نمایاں تھے۔ ان کا ایک زاہدی تھا اس نے حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر سینکڑوں مسائل میں غلطیاں کیں۔ فقہا نے کھلے الفاظ میں اس کی غلطیاں واضح نہ کیں لیکن اعلیٰ حضرت کے قلم کو کب گوارا تھا کہ وہ ایک دھوکہ باز کو فقہ حنفی کے حریم میں بیٹھنے دیں۔ متعدد مقامات پر اس کی حنفیت کا پردہ چاک فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ صد ۴۲۳ جلد اوّل میں زاہدی اور اس کے استاد کا مسئلہ تحریر فرمایا کہ کسی سے کہا کہ بلا اجرت جنگل سے میرے لئے لکڑیاں لے آ دیا مثلاً ہرن یا مچھلیاں شکار کر لاؤ اس نے کہا لکڑیوں یا یونہی شکار کا خود وہی مالک ہوگا یونہی جنگل میں جو برف آسمان سے گرا وہ منگوایا تو اٹھانے والا ہی مالک ہوگا لیکن جس نے بھیجا اس سے ہبہ کے طور پر نہیں لیا بلکہ پہلے جو حکم دیا اب لانے والے سے بلا ہبہ لے لیا اس پر زاہدی اور اس کے استاد نے یوں حکم صادر فرمایا۔ فَیَثْبُتُ الْمِلْکُ لِلْاِخْوَانِ فِیْہَا وَلَا یَعْلَمُہٗ وَلِکُلٍّ بِہَا فَیُنْفِقُوْنَہَا قَبْلَ الْاِسْتِیْعَابِ بِطَرِیْقِ دَلَالَۃِ الْاِذْنِ فَیَجِبُ عَلَیْہِمْ مِثْلُہَا اَوْ قِیْمَتُہَا وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ بِجَہْلِہِمْ وَغَفْلَتِہِمْ اَعَاذَنَا اللّٰہُ عَنِ الْجُہَّالِ۔

گویا یہ حملہ بھی کر احناف پر ضمناً طنز کیا۔ اعلیٰحضرت نے دو لفظوں سے ان کے زعم فاسد کو ہباءً منثورا فرمایا چنانچہ زاہدی اور اس کے استاد کے قول کو لکھ کر حسب عادت فرمایا کہ اِنَّمَا یُثْبِتُوْنَ الْاَخْذَ لَہٗ وَلَا یُوْجَدُ وَجْہٌ اِلَیْہِ اِلَّا یَتَصَرَّفُ فِیْہِ وَلَا غَضَبَ مِنْہُ حَتّٰی یَجِبَ الضَّمَانُ

یعنی زاہدی اور اس کے استاد صاحب جو دوسروں کو جہل میں ابتلاء کا طعن دے رہے ہیں وہ خود اپنی خیر منائیں اس لئے کہ جب وہ مانتے ہیں کہ اشیاء کے لانے والے سے اذن ضروری ہے اور وہ اذن صورۃ مسؤلہ میں موجود ہے یہی کہ جب کہ اشیاء کے لانے والے نے اشیاء کو لاکر بھیجنے والوں کو از خود اختیار دے دیا کیا یہی اذن ہے اور اذن کے لئے ضروری نہیں کہ زبانی کلامی سلسلہ جاری کیا جائے تعامل کو عرف شرع میں کافی دخل ہے۔

جن فقہاء کرام کی تحقیق حنفیت کے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتی تھی انکی حنفیت کی تحقیق کی گئی۔ واضح فرمائی لیکن تطفل سے (بچگانہ انداز یا طفیلی اللہ کا سگ لیس خادم) کی حیثیت سے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا یہ انداز ادب و احترام اسلاف موجودہ دور کے ان نام نہاد محققین، ڈاکٹروں، پروفیسروں کے لئے درس ادب ہے جو کہ مجتہدین بنکر اسلام کے اصولوں کی دیواریں بے دردی سے ڈھا رہے ہیں۔

اعلحضرت کے تطفلات کے چند نمونے حاضر ہیں ۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل میں فرض اعتقادی و عملی اور واجب اعتقادی و عملی کی نقول میں اسلاف صالحین رحمہم اللہ کی نقول کرنے کے بعد اقوال کے عنوان سے مَا يَفُوتُ بِفَوْتِهِ الْجَوَازُ لِمَدْعُوٍّ فِيهِ الصِّحَّةُ لَا الْحِلُّ لِفَوْتِهِ كُلُّ وَاحِدٍ وَاجِبٌ وَلَوْ عَمَلِيًّا وَاسْمُهُ قَدْ يَكُونُ فَرْضًا بَلْ اسمه وَفَوْتُ الصِّحَّةِ اِنَّمَا كَانَ يَشْمَلُ الْاَوَّلَ فَزِدْتُ الْآخَرَ وَفَسَّرْتُ الْآخَرَ وَفَسَّرْتُ لِاِخْرَاجِ الْوَاجِبِ الْعَمَلِيِّ (فافہم)

یہ الکافی (فقہ کی نہایت معتبر و مستند کتاب) اور اس کے علاوہ بہت سی کتب فقہ پر تطفل ہے ۔

۲۔ ایسے ہی ص۱۲ پر صاحب بحرالرائق رحمۃ اللہ اور دیگر فقہاء کرام پر تطفل اور ص۱۳ پر نہرالفائق و طحطاوی و ردالمحتار و دیگر کثیر فقہاء پر لطیف تطفل اعلحضرت کی فقاہت کا غلبہ لیکن اسلاف کا ادب و تعظیم کا محبوب طریقہ رضویت کی مجددیت کا بہترین نمونہ ہے ۔

۳۔ صاحب فتح القدیر فقہاء کرام میں محقق علی الاطلاق کے لقب سے مشہور ہیں اعلحضرت قدس سرہٗ کی ان کی تحقیق پر تطفل نہایت ہی قابلِ تحسین و آفرین ملاحظہ ہو ۔

حدیث شریف میں ہے " لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب " نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ۔ لا کی تحقیق صاحبِ فتح القدیر بھی دیکھیں اور اعلیٰ حضرت کا تطفل بھی پھر اندازہ لگائیں کہ اس ضمن میں اثبات الترض وغیرہ میں جو نوادلہ تحریر فرمائیں یہ اپنے زمانہ کا نائب امام ابوحنیفہ نہیں تو اور کیا ہے ۔

۴۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ائمۂ اربعہ کے اقوال کی تطبیق میں نہایت محنت سے کام کیا ہے ان سے تطفل فرمایا کہ چونکہ آپ شافعی المذہب ہیں اور آپ نے فقہ حنفی کے متعلق تساہل فرمایا اسی لئے معذور ہیں کیونکہ ہم حنفی ہی اپنے متعلق خوب جانتے ہیں چنانچہ ان کے سامنے معذرت کے الفاظ ملاحظہ ہوں اہل البیت ادری بما فیہ (گھر والے گھر کی چیز کو خوب جانتے ہیں ۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱/۱۷)

۵۔ ص ۲۴/۲۵ پر غنیہ ۔ دُرّ وغیرہما اور فتح القدیر اور جن کتب سے فتح القدیر نے نقل کیا سب پر تطفل کا بہترین سلسلہ قابلِ مطالعہ ہے ۔

۶۔ کبھی تطفل کا سلسلہ ایک سے زائد درجوں تک پہنچ جاتا ہے مثلاً حضرت علامہ ابن نجیم صاحب بحرالرائق کے

سامنے تطفل امام ہمام کے بارے میں لکھا (جب ان سے امام ابن ہمام کے بارے میں یہ تساہل ہوا) کہ ان کی طرف ایک غیر تحقیقی قول منسوب فرمایا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے قلم نے بڑے زور دار الفاظ میں امام ابن ہمام کی طرف داری میں لکھا۔

تطفل (۱) العجب کل العجب الخ (۲) ثم اَشَدُّ الْعَجَبِ عَلَی الْعَجَبِ الخ۔ اسی طرح کے دس تطفل لکھے اور ہر ایک میں عجیب و غریب اور نرالی شان کی نہ صرف ایک بلکہ بے شمار تحقیقات کے متعلق الواب مفتوح فرمائے۔

(اِختباہ) امام ابن الہمام کی طرفداری اور امام البحر سے تطفل بھی عجیب طریقہ سلیقہ ہے اور حق کے تحفظ اور ادب و تعظیم علماء کا بہترین درس ہے ورنہ ابن الہمام کے متعلق حق تھا کہ ان کی طرف داری نہ ہو جب کہ وہ اپنے اجتہاد کو ترجیح دے کر حق مذہب کی راہ سے ہٹ گئے تھے لیکن اعلحضرت قدس سرہٗ نے رہتی دنیا کے محققین کو راہ بتائی کہ

ع خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

۷۔ کبھی تطفل کا رنگ تائیدی ہوتا ہے لیکن بایں معنیٰ کہ حنفیت کا استدلال نہ صرف ایک دو حدیثوں سے بلکہ بکثرت احادیث مبارکہ اس کے استدلال کی مویدہیں چنانچہ کلی اور ناک کے لئے علیحدہ پانی کے استدلال کے خلاف ایک حدیث کا جواب ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے میذ نے دیا آپ نے اِن پر تطفل میں لکھا کہ للعبد یضعف فی الحدیث وجہان الاول حمل العرفۃ علی المرۃ ای غسل کل عضو مرۃ مرۃ وبهذا تحل بمرۃ ولا نسلم ان ذکر المصنف والاستنشاق یستلزم استیعاب جمیع السنن لا یجوز ان یکون هذا بیاناً لجواز الاقتصار علی مرۃ فی المرا نض السنن وما فیه من العد للفظی لعدید جمع طرق الحدیث فلیعبد الرزاق من عطاء بن یسار عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه انه ضاً فغسل کل عضوٍ منه غسلة واحدة و کان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یفعله ولسعید بن منصور فی سننه بلفظ توضأ النبی صلی اللہ علیه وسلم فادخل یدهٗ فی الاناء فمضمض واستنشق مرۃ واحدۃ ثم ادخل یده فصب علی وجهه مرۃ وصَبَّ علیٰ یدیهِ مرۃً مرۃً ومسح براسه واذنیه مرۃ ثم اخذ ملأ کفه من ماء فرش علی قدمیه وهو منتعل" ه وسیاتی تفسیر هذا الرش فی الحدیث بل روی البخاری قال حدثنا محمد بن یوسف ثنا سفین عن زید

بلفظ توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ مرۃ وقال ابو داود حدثنا
مسدد ثنا یحیی عن سفین ثنی زید وقال النسائی اخبرنا محمد بن مثنی ثنا
یحیی عن سفین ثنا زید فقال الامام الاجل الطحاوی حدثنا ابن مرزوق
ثنا ابو عاصم عن سفین عن زید ولفظ الاولین فیہ الا اخبرکم بوضوء
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوضا مرۃ مرۃ وبمعنا لفظ الطحاوی
وللنسائی من طریق ابن عجلان المذکور بعد ما ھو غسل وجھہ غسل یدیہ
مرۃ مرۃ ومسح براسہ واذنیہ مرۃ الحدیث وفی ھذا والذی
مر عن سعید بن منصور ابانۃ ما ذکرتہ من ان ذکر المضمضۃ
ستنشاق لا یستلزم استیعاب السنن حتی ینافی ترک التثلیث فقد تظافرت
الروایات علی لفظ مرۃ والاحادیث یفسر بعضہا بعضا فکیف وقد اتحد المخرج
اقول وقد یشد عضدہ ان الحدیث مطولا عند ابن ابی شیبہ بزیادۃ ثم
غرف غرفۃ فمسح راسہ واذنیہ الحدیث فالغرفۃ التی کانت توضی کلا من
الوجہ والید والرجل لو استعملت فی الراس لغسلتہ فاغاد واللہ تعالی
اعلم المرۃ مع التجدید ورحم اللہ ابا حاتم انہ قال ما کنا نعرف الحدیث
حتی نکتبہ من ستین وجہا وانا اعلم ان الجادۃ فی روایات الوقائع حمل
الاعداد علی الاحصی ولکن ربما تروی فی العکس لاجل التصحیح والثانی حمل
الغرفۃ علی الحفنۃ ای بکلتا الیدین وربما نطق علیہما فروی البخاری عن
ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا فیہا حکت غسلہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثم یصب علی راسہ ثلث غرف بیدیہ ولابی داؤد عن ثوبان رضی اللہ تعالی
عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما المرۃ فلا علیہا ان لا تنقضہ
الطحاوی عن محمد بن اسحق عن ابن طلحہ عن عبید اللہ الخولانی عن عبد اللہ بن
عباس عن علی رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفیہ

ثم ادخل یدیہ جمیعا فاخذ خفنۃ من ماء فقتب بھا علی رجلہ وفیھا النعل فغسلھا بھا ثم الاخری مثل ذلک ولفظ الطحاوی ثم الخ (ص ۱۲۸، ج ۱)

تطفلات

فقیر حسب عادت مضمون کو بڑھاتا جارہا ہے حالانکہ یہاں اختصار مطلوب ہے لیکن کیا کیا جائے جونہی امام و مجدد برحق کی تحقیق کے بحور (دریا) کی ٹھاٹھیں اور موجیں دیکھتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ چند جلوا اپنی تحریر کے کشکول میں ڈال دوں تاکہ میرے جیسے پیاسے کو بوقت ضرورت کام آئے یہی وجہ ہے کہ مضمون میں اختصار کے باوجود طوالت ہے اس بحث کے آخر میں مذکورہ عنوان دیکھ دیکھنا چاہتا ہوں کہ امام اہلسنت کا تطفل نہ صرف ایک ملکہ درجنوں پھر اس ہر ایک تطفل میں نئی آن نئی شان چنانچہ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ:.. ایک وضو سے فارغ ہو کر معاً بہ نیت وضوٗ علی الوضو، دوسرا وضو کر لینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں چونکہ یہ مسئلہ احناف کا متفقہ ہے اسی لئے اس پر کچھ کہنا بے اتفاقی کا موجب ہے اور اس بے اتفاقی کا صدور احناف کے دوسرے بزرگوں ملا علی قاری اور علامہ حلبی صاحب الغنیہ شرح المنیہ رحمۃ اللہ ہوا اعلیحضرت قدس سرہٗ کے قلم نے گیارہ تطفلات ایک سانس میں بیان فرمادیے اگرچہ مضمون طویل ہو جائیگا لیکن چونکہ خالص علمی بحث ہے اسی لئے چھوڑ دینا مناسب بھی نہیں طوالت سے بچکر چند تطفلات کا خلاصہ اور بعض کو جوں کا توں نقل کرتا ہوں۔

علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضو غسل ثانی میں زیر حدیث "فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی" ان کی تبعیت کی (اقول) اولاً جب ائمہ ثقات نے ہمارے علماء کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش ثانیاً عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ فی نفسہ بھی ایک نوع مقصدیت سے حظ رکھتا ہے۔ فلہذا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے فتاوی قاضیخان وخزانۃ المفتین وفتاوی ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابن بکر بھی شرعۃ الاسلام المحافظ علی الوضوء سنۃ الاسلام میں شرح کرتے ہیں اس کے بعد امام احمد رضا نے مسجد، نماز، سہو نذر و شکر پانچ سجدے ذکر کر کے فرمایا اما لغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروۃ

یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت نقلہ عن المجتبیٰ مقرا علیہ ونقلہ عن الغنیۃ
فی رد المحتار ایضاً واقر بہذا ہہنا واعتمد ذلک ثم الان یحمل ہنا علی
کراہۃ التنزیہ ما تم علی نفی الماثم ای کراہۃ التحریم فیتوا فقان
کمن یحتاج الحکم بکراہۃ وتونزیہ الی دلیل یخصہ شرعاً کما
تقدیم ہویم لیستند اوہہنا الی نقل فاللہ اعلم عاشراً (اقول) وبا
للّٰہ توفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عزوجلالہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں اقرب ما یکون العبد من ربہ وہو ساجد فاکثروا الدعاء (سب حالتوں
سے سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اس میں دعا کثرت کرو) رواہ مسلم وابوداؤد ونسائی عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بادشاہی میں بلا اذن حاضری جرأت ہے اور سجدہ بے سبب کے لئے اذن معلوم نہیں ولہذا
شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار اسی بناء پر اگر سجدہ بلا سبب مکروہ
ہو تو وضو اس قیاس بلا جامع سے رہا، علامہ شامی کا اس کی تائید میں فرمانا کہ ہدیہ ابن عماد میں ہے قال فی شرح
المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلاۃ کذا فی الشرعۃ و
الغنیۃ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر حدیث من توضا
علی طہر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا اونفلا کما بینہ فعل راوی الخبر
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما من لم یصل بہ شیئا لایسن لہ تجدیدہ اھ؛
ومقتضی ہذا کراہتہ وان تبدل المجلس مالم یؤد بہ صلوۃ او نحوہا اھ
اقول شرعۃ الاسلام میں اس کا پتہ نہیں اس میں صرف اس قدر ہے التطہر لکل صلوۃ
سنۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام ہاں سید علی زادہ نے اس کی شرح میں مضمون مذکورہ مصابیح
سے نقل کیا اور اس سے پہلے صاف تیمم کا حکم دیا حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی
کل وقت وان علی طہر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من توضا
علی طہر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل
وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلوۃ والا فلا اھ قلت وبہ ظہر ان

قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحہا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح
لا مدخل تحت قال بہ حال اولاً قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و نہایہ و عنایہ
معراج الدرایہ و کافی و فتح القدیر و حلیہ و سراج و خلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہو سکتی نہ کہ انکار اور ان کے
ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح شروح حدیث سے
ہے معتمدات فقہ مقابلہ نہ کر سکی کہ مسئلہ اتفاق علامہ مصطفے رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کی نص لنصریح کو اسی
بنا پر رد کیا اور اسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اسے نقل کر کے
مقرر رکھا حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطہا وھی نائمۃ
لا یحلہا للاول لعدم ذوق العسیلۃ فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعاً لنقل
المذھب و اطلاق المتون والشروح و یردہ و ذوق العسیلۃ للنائمۃ موجود
حکماً الا یری ان النائم اذا وجد البلل یجب علیہ الغسل وکذا المغمی علیہ
الخ ثانیاً۔ علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں ان کا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر ثالثاً وہی مناوی
اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں تجدید الوضوء
سنۃ مؤکدۃ اذ صلی بالاول صلاۃ ما معلوم ہوا کہ لا لیس سے ان کی مراد نفی سنت مؤکدہ
ہے و صاحب الدار ادوی اور اس کی نفی مستلزم کراہت نہیں کما لا یخفی وجہ دوم۔ ایک جلسہ میں وضو کی تکرار مکروہ
ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدیل مجلس وضوء علی الوضوء کی نیت کیونکر کر سکتا ہے یہ شبہہ بحر الرائق
کا ہے کہ اسی عبارت خلاصہ پر وارد فرمایا (اقول) جس مسئلہ پر عبارت سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی
مسئلہ ہے ہندیہ میں ہے لو زاد علی الثلث لطمانیتہ القلب عند الشک وضوء آخر فلا بأس
بہ ھکذا فی النہایۃ والسراج الوھاج کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے
تو ان کا وہ کلام حق یا قبول ہوگا جو عامۂ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ ان سب کے اور خود ان کے اپنے بھی مخالف
ہے لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کر دیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند وضو کو مکروہ کہا
ہے دوبار میں ہرج نہیں تو اعتراض نہ رہا سراج وہاج کی عبارت یہ ہے لو تکرر الوضوء فی مجلس
واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیہ من الاسراف و ھذا ھو ماخذ ما

قد هنا عن المولى النابلسى (رحمہ اللہ تعالیٰ) اقول و باللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں اگر نہیں تو واجب مطلقاً تجدید مکروہ ممنوع اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدل کر اگرچہ ایک نماز پڑھ کر بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیئے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدیل مجلس نا متزاید کو متزاید نہ کردیگا وہ کون سی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابلِ زیادت نہیں اور وہاں سے اٹھ کر ایک قدم ہٹ کر بیٹھ جائے تو از سرِ نو زیادت پائے اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو بالجملہ جگہ بدلنے کو اس باب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹ کر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایک بار سے زیادہ کی... ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک متعدد کالفرق نا موجہ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم) واشار فی الدر الی الجواب بوجہ اخر

فقال لعل كراهة تكراره فى مجلس تنزيهية اه اى فلا يخالف قولهم لو اراد بنية وضوء اخر فلا باس به لان الكلمة غالب استعمالها فى كراهة التنزيه (اقول) يتبنى على ما اختاره ان الاسراف مكروه تحريما لان المستثنى اذ ثبتت فيه كراهة التنزيه فلو لم تكن فى المستثنى منه الا هى لم يصح الثنيا فان قلت مهما سأله بالزيادة للطمانينة عند الشك وقد حكموا عليها بحكم واحد وهو لا باس به وهذه الزيادة مطلوبة قطعا لقوله صلى الله عليه وسلم دع ما يريبك الى ما لا يريبك فكيف يحمل على كراهة التنزيه قلت المعنى لا يمنع شرعا فيشمل المكروه تنزيها.

۶- بڑے سے بڑا محقق بلکہ امام فقہ کیوں نہ ہو اس نے خلاف کیا تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم نے انھیں معاف نہیں فرمایا لیکن ادب کے دائرہ میں مثلاً امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب حنفیہ کے خلاف لکھ دیا کہ وضو کے ابتداء میں بسم اللہ واجب ہے" حالانکہ سنت ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بطور تطفل فتاوی رضویہ صفحہ ۲۵-۲۴ جلد اول میں کہا اور خوب کہا اور ساتھ ہی معروضہ علی رد المحتار بھی اسی کی کڑی ہے جسے تحقیق

رضوی کو داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

۹۔ بے ادبی کسی سے اور کسی کو بھی گوارا نہیں۔ انبیاء و اولیاء و صحابہ و اہلسنت اور علماء و فقہا (علی نبیا و علیہم السلام) اور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا یہی اختلاف ان کا طرۂ امتیاز ہے اور آپ کی اکثر تصانیف کا اکثر موضوع یہی بحث مبارک ہے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ چند نمونے علماء و فقہا کے متعلق عرض کردوں کہ کسی سے بھی بے ادبی کا معمولی شائبہ محسوس کیا تو فوراً ہی ٹوک دیا خواہ کہنے والا کتنا ہی معزز و مکرم کیوں نہ ہو البتہ آئمہ کرام اور اسلاف عظام سے تطفل اور دیگر عوام و خواص پر تعاقب و تعرض مثلاً

(۱) وضو و غسل کے بعد اعضائے وضو کو کپڑے سے معمولی طور پر پوچھنا مستحب ہے لیکن بعض نے اس کا انکار کیا ان کا استدلال ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث شریف ہے کہ بی بی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بعد ایک کپڑا پیش کیا تو آپ نے نہ لیا۔ اس کے جوابات محدثین کرام نے اپنے انداز میں دیے اور خوب دیے لیکن ایک جواب حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا تھا، پسند نہ فرمایا (ذکرہ الامام النووی فی شرح المہذب) اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو یہ جواب اس لئے ناپسند آیا کہ اس میں بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا پر ایک گمان کرنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میلا کپڑا دیدیا ہوگا یہ ام المومنین کی شان کے خلاف ہے چنانچہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا اپنا بیان پڑھئے، اقول وفیہ بعد ان تکون ام المومنین اختارت لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ہذا مع علمہا بکمال نزاہتہ نظافتہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد حدیث پاک کا صحیح جواب خود لکھا کہ ممکن ہے کہ نماز کی جلدی تھی اس لئے نہ لیا ہو۔ فتاویٰ رضویہ صفحہ ۲۰۔ ۲۱۔ جلد اوّل۔

(۲)۔ یہ ادب و تعظیم نہ صرف اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی کہ جس سے ان کے بارے میں معمولی تساہل ہوا تو فوراً تطفّل کے رنگ میں اقول لکھ کر توضیح فرمائی چنانچہ کشف الرموز میں علامہ مقدسی سے تساہل ہوا کہ نیند سے وضو نہ جانا دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے نہیں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے ان کی تردید صحیحین کی حدیث شریف سے فرمائی "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانبیاء تنام اعینہم ولا تنام قلوبہم"۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی کے حوالہ سے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مرتبہ حاصل تھا ایسے ہی اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے اگرچہ سیدنا حضور

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراتب کو نہ پہنچ سکے ہوں۔ اس مسئلہ کو خود اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے حدیث شریف سے ثابت کیا (فتاویٰ رضویہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

۱۰)۔ کبھی اختلاف مہارت کے تسامح میں بھی ہوتا ہے چنانچہ نہر الفائق کے مصنف کو اس نکتہ سنجی کی تعریف فرمائی کہ لاخیر کا اطلاق وہیں ہوگا جہاں شر حاصل ہو لیکن اس نکتہ میں سنجی کی جو عربی عبارت لائے وہ ایک عربی داں کے لائق نہیں چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ فاصاب رحمہ اللہ فی قولہ المراد بالیس بخیر وتسامح فی قولہ لاخیر فیہ محق العبارۃ المباح لیس بخیر کما ھو لیس بشر۔ اس کے بعد اپنے دعویٰ کو قرآنی آیات سے محقق فرمایا۔

(تلک عشرۃ کاملہ)

اختصار کے پیش نظر انہی دس انواع پر اکتفا کرتا ہوں اگر ان جملہ انواع کا احصاء کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو جائیگی اور پھر صرف فتاویٰ رضویہ معروضہ کے عنوانات بھی اس موضوع کی ایک کڑی ہیں۔ فقیر نے صرف فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل کے چند صفحات سے تلخیص کی ہے انھیں بالاستیعاب ذکر نہیں کیا، ورنہ اللہ شاہد ہے کہ اس موضوع کا صرف فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل کو توضیحات کے ساتھ بیان کیا جائے تو بحر ذخار ٹھاٹھیں مارتا ہوا محسوس ہوگا۔ (واللہ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب)

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی علیہ الرحمہ
دردیری مدنی

امام الائمہ، ملت اسلامیہ کے مجدد، نور یقین، اور نور قلب کو تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں ان کو قبول و رضوان عطا فرمائے!

(ترجمہ)　(الشیوضات الملکیہ، ص ۴۶۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ کالج اینڈ پوسٹ گریجویٹ اسٹڈیز سنٹر سکھر

امام احمد رضا

غریبوں کے غمخوار

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غریبوں سے کتنا پیار تھا۔ اللہ اللہ! سارے عالم کے غریبوں کو گلے سے لگا لیا اور غریبوں کی زندگی اپنائی۔ اب غریب سے غریب انسان یہ نہیں کہہ سکتا، آپ کے گھر میں تو سب کچھ ہے، میرے گھر میں کچھ نہیں۔" اللہ اکبر! سب کے گھر بھرے ہوئے ہیں، آپ کا گھر خالی ہے۔ سب کے گھروں میں دنیا کی نعمتیں ہیں، مگر آپ نعمتیں بانٹ رہے ہیں۔ نعمتیں لٹا رہے ہیں صلائے عام ہے سب دوڑے چلے آرہے ہیں۔ جھولیاں بھر بھر کے لیئے جا رہے ہیں۔

دنیا میں امیروں اور کھاتے پیتوں کی پوچھ ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کو کوئی نہیں پوچھتا مگر آپ کے دربار میں غریبوں کی پوچھ ہے۔ مسکینوں کی رسائی ہے جن کو ساری دنیا نے دھتکارا اور دھتکار رہی ہے وہ اس دربار میں نظر آئیں گے۔ اللہ اکبر! بجھے بجھے چہرے نظر آرہے ہیں اور چمکتے دمکتے جا رہے ہیں۔ ہاں! اس دربار میں غریبوں کی بڑی رسائی ہے۔ وہ غریب ــــ

- جن کے وسیلوں سے امیروں کو نعمتیں ملتی ہیں۔
- جن کی آہیں عرشِ معلی تک جا پہنچتی ہیں۔
- جن کے آنسو سیلاب بن کر امنڈ پڑتے ہیں۔

ہاں یہ غریب بہت عظیم ہیں۔ ہاں یہ غریب بہت بلند ہیں، ذرا سا احسان کیجئے جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں بلکہ جان دے دیتے ہیں۔ فقیر کی زندگی میں چند ایسے واقعات گزر چکے ہیں۔ آپ بھی سنیئے اور غریبوں کے کردار کی بلندیاں دیکھئے۔

کوئٹہ (بلوچستان) میں قیام کے دوران (۱۹۶۶ء-۷۰ء) تپ دق کا مارا ایک مسکین بلوچ گرتا پڑتا سڑک پر جا رہا تھا، ترس آیا، تپ دق کے ہسپتال میں داخل کرایا، دیکھ بھال کرتا رہا۔ ہسپتال میں ایک روز اس نے روتے ہوئے کہا تھا، "صاحب آپ جہاں جائیے گا ہم آپ کے ساتھ جائے گا"۔ ابھی وہ ہسپتال میں تھا کہ فقیر کا تبادلہ سندھ ہو گیا۔ جب وہ توانا و تندرست ہو کر ہسپتال سے واپس آیا فقیر کے بارے میں دریافت کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ فقیر بلوچستان سے سندھ چلا آیا، تو اس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی، جانبر نہ ہو سکا، چند دنوں میں دار فانی سے کوچ کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اور جب سندھ میں سرحد ہند کے قریب ضلع تھرپارکر کے شہر مٹھی میں تبادلہ ہوا، تو وہاں ایک سندھی باورچی کو اتنی محبت ہو گئی کہ تین سال بعد (۱۹۷۷ء-۸۰ء) جب وہاں سے تبادلہ ہوا، اس نے خبر سنی تھوڑی دیر میں بخار چڑھ گیا، چار پانچ روز کے اندر اندر مرض اتنا بڑھ گیا کہ جان پر بن گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فقیر اس کی نماز جنازہ پڑھ کر آیا۔ اس جانثار کا نام محمد کمال تھا اور اُس فدا کار کا نام محمد شفیع۔ اللہ اکبر! اِن مسکینوں کے دِل محبت سے معمور ہیں، کوئی محبت کر کے تو دیکھے۔ محبت کی قربان گاہ میں یہ جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہزار ہزار رحمتیں ہوں ان جان دینے والوں پر جو محبت و الفت کے چراغ روشن کر گئے اور اپنی جانثاری اور فداکاری کے ان مٹ نقوش چھوڑ گئے۔

غریبوں کا حال ہمیں کیا معلوم؟ کسی نے ان کے گھر کی خبر نہ لی کسی نے نہ پوچھا تمہیں دو وقت کا کھانا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔ فقیر نے ایک چپڑاسی کو دیکھا، ایک ہاتھ میں روٹی دوسرے میں پانی۔ نوالہ کھاتا جاتا پانی کا گھونٹ پیتا جاتا۔ پیٹ بھر گیا خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کی تنگ دستی کا یہ عالم ہے کہ موسمی پھل بھی ان کو نصیب نہیں بس دیکھ دیکھ کے جیا کرتے ہیں۔ ایک بچہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا مجھے تو آم اچھے لگتے ہیں، ابو آم لے کر کیوں نہیں آتے؟ غم کی ماری ماں کیا جواب دے۔ حسرت و یاس کی تصویر بنی بچہ کا منہ تکتی رہ گئی۔

نانِ شبینہ کا محتاج اپنے بچوں کے لئے من بھاتی چیزیں کہاں سے لائے ؟ اور اپنی آرزؤں اور تمناؤں کا شہرِ خموشاں کس کو دکھائے ؟ اولاد والا ہی اس بے بسی کے عالم میں غریب ماں کے کرب کو محسوس کر سکتا ہے۔ بچہ کے سوال نے خرمنِ صبر و قرار کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔ کہاں سے لائے؟ کہاں سے کھلائے ؟ خود کھلا نہیں سکتی، کوئی کھلاتا نہیں، بے بسی سی بے بسی ہے۔

اے مسکینو ! اے غریبو ! دیکھو دیکھو ! ان بچوں کے لئے امام احمد رضا کے آغوش کھلے ہیں اپنے محروم بچوں کو یہاں لے کر آؤ، وہ بچوں کو ان کی من بھاتی چیزیں کھلا رہے ہیں۔ ہاں ان کے آقا و مولیٰ بھی تو بچوں سے پیار کرتے تھے۔ وہ اپنے دار العلوم منظر اسلام کے طلبہ پر بڑے شفیق و کریم تھے۔ خوشیوں کے موقع پر عید کے دنوں میں ان کے لئے نئے نئے کپڑے بنواتے اور قسم قسم کے کھانے پکوا کر کھلاتے تھے۔ عرب طلبہ کے لئے عربی کھانا، روسی طلبہ کے لئے روسی کھانا، بنگالی طلبہ کے لئے بنگالی کھانا، بہاری طلبہ کیلئے بہاری کھانا، سرحدی طلبہ کے لئے سرحدی کھانا، سندھی طلبہ کے لئے سندھی کھانا، پنجابی طلبہ کے لئے پنجابی کھانا الغرض جس طالب علم کو جو کھانا مرغوب ہوتا، وہ پکوا کر اس کو کھلاتے اور کھلا کھلا کر خوش ہوتے۔ انگریزی مدارس و جامعات میں ہم نے طلبہ کو اپنا حریف سمجھ لیا ہے، وہ ہمارے فرزند دلبند ہیں مگر ان کو اپنی محبت و شفقت سے ہم نے محروم کر دیا۔ افسوس ہم نے یہ کیا کیا ! امام احمد رضا نے ہم کو وہ سبق سکھایا جو اگر زندہ معاشرے کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ امام احمد رضا کی محبت و شفقت کا کیا ذکر کیا جائے، زندگی بھر غریبوں اور مسکینوں کو گلے لگایا اور جب وہ دنیا سے جانے لگے تو اس کٹھن گھڑی میں ان کو نہ بھلایا۔ وصال سے دو روز قبل فرمایا : آج کیا دن ہے ؟ عرض کیا گیا۔ آج بدھ ہے۔ فرمایا : جمعہ پرسوں ہے ؟ یہ فرما کر دیر تک حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پڑھتے رہے۔ گھڑیاں گزرتی گئیں، سورج غروب ہوتا رہا، سورج طلوع ہوتا رہا۔ ہاں آج جمعہ ہے۔ آج وصال کا دن ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے: "پچھلے جمعہ کرسی پر جانا ہوا، آج چارپائی پر جانا ہو گا"۔[1]

سفرِ آخرت کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ جائیداد کے متعلق وقف نامہ مکمل کرایا، اور آمدنی کا چوتھائی نیک کاموں کے لئے وقف کر دیا کہ شریعت کے مطابق جانے والے کو اپنے مال میں اتنا ہی تصرف کرنا چاہیئے۔ واللہ باللہ ! یہ قید نہ ہوتی تو سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیتے۔

---

[1] حسنین رضا خاں، وصایا شریف، مطبوعہ لاہور، ص ۵۔

موت آنی ہے آئے گی مگر جب معلوم ہو جائے کہ آنے والی آگئی، تو جان پر بن جاتی ہے ہوش اڑنے لگتے ہیں۔ اوسان خطا ہونے لگتے ہیں۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا آجاتا ہے۔ انسان اس طرح ہاتھ پیر مارتا ہے جیسے وہ ڈوب رہا ہو مگر وہ بھی ہیں جو خوشی خوشی آتے ہیں اور خوشی خوشی جاتے ہیں، عین اضطراب میں ان کی طمانیت کا عالم نہ پوچھیئے۔ اللہ اکبر۔

؎ قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے ۔ کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

اللہ اللہ وہ آنے والی گھڑی آگئی۔ بس دو ڈھائی گھنٹے کی بات ہے وصیت نامہ لکھوایا جا رہا ہے اس میں قوم کے لئے کچھ وصیتیں ہیں، اہل خانہ کے لئے کچھ نصیحتیں ہیں، غریبوں کے لئے کچھ ہدایتیں ہیں ہاں غریبوں کے لئے جن کو سب بھول جاتے ہیں مگر امام احمد رضا بستر مرگ پر بھی ان کو نہ بھولے۔ ذرا غور تو کریں دل پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں جس کے خاندان نے شاہانہ آن بان کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، آج اس کے گھر میں غریبوں کے لئے شاہانہ دستر خوان بچھایا جا رہا ہے۔ آیئے وصیت کو ایک نظر دیکھیے۔

"فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات سنت کے خلاف نہ ہو۔" [1]

اے پاسدار سنت تجھ پہ لاکھوں سلام! ذرا غور فرمائیں اور بار بار غور فرمائیں کیسی پیاری پیاری ہدایتیں فرما رہے ہیں۔

- ★ فاتحہ کے کھانے میں سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے۔
- ★ صرف فقیروں اور غریبوں کو دیا جائے۔
- ★ وہ بھی عزت و احترام کے ساتھ، خاطر داری کے ساتھ۔
- ★ غریبوں، مسکینوں کو گھرکیاں، جھڑکیاں دے کر نہ کھلایا جائے۔
- ★ کوئی بات سنت کے خلاف نہ ہو۔

ہمارے ہاں بڑے بڑے شہروں میں میت کے کھانے سے غریب اور مسکین ہی محروم رہتے

---

[1] امام احمد رضا: وصایا شریف، محررہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء مطبوعہ لاہور۔

ہیں، کھاتے پیتے لوگ سب کھا جاتے ہیں، بلکہ بلائے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس بری رسم کی بیخ کنی فرمائی اور اپنی وصیت سے ایک مردہ سنت کو زندہ کیا جس نے غریبوں کے حقوق کو پامال کر رکھا تھا۔ شاید اس لیے پاک و ہند اور عالم اسلام کے علماء کرام نے آپ کو "مجدد" تسلیم کیا ہے۔

امام احمد رضا نے غریبوں کا حق غریبوں کو دلوایا اور سخت ہدایت فرمائی کہ اس میں سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے۔ پھر فقیروں مسکینوں کو دینے والے دیا ہی کرتے ہیں، مگر امام احمد رضا جس باوقار انداز سے دلوانا چاہتے ہیں، اُس انداز سے تو دینے والے نہیں دیتے۔ امام احمد رضا کے زمانے میں شریف گھرانوں میں فرش و فروش کا رواج تھا، صاف ستھرے فرش بچھائے جاتے، ان پر قالین سجائے جاتے، گاؤ تکیے رکھے جاتے مگر ان فرش و فروش تک کسی غریب اور مسکین کی رسائی نہ ہوتی، ان کو دور ہی رکھا جاتا، معمولی فرش پر بٹھا کر کھلا دیا جاتا یا دروازے ہی پر دے دلا کر فارغ کر دیا جاتا۔ غریبوں کا کوئی خاص اعزاز و اکرام نہ ہوتا۔ سارے اعزاز و اکرام امیروں اور افسروں کے لئے مخصوص تھے۔ امام احمد رضا کی آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ ان کے دل میں غریبوں کا درد تھا، غریبوں کے لئے محبت تھی، غریبوں کے لئے عزت تھی، اس لئے وصیت فرمائی کہ جب غریبوں اور مسکینوں کو کھلاؤ تو دیکھنا گھُرک کر اور جھڑک کر نہ کھلانا، عزت و احترام سے کھلانا، اس طرح جس طرح امیروں اور وزیروں کو کھلایا کرتے ہیں۔ ان کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا کہ یہ آقائے دو جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُلارے ہیں۔

ذرا غور فرمائیں امام احمد رضا کیا فرماتے ہیں؟ کمرے میں صاف ستھرا فرش بچھا ہو، اس پر پاک صاف دسترخوان بچھا ہو، غریبوں اور مسکینوں کو محبت و خلوص سے خوش آمدید کہا جا رہا ہو، ایک ایک کی مزاج پرسی کی جا رہی ہو اور بٹھایا جا رہا ہو پھر اس دسترخوان پر غریبوں کے لئے، وہ وہ نعمتیں سجائی جا رہی ہوں جو ان کے کام و دہن تک نہ پہنچی ہوں، وہم و خیال میں آ کر رہ گئی ہوں۔ امام احمد رضا نے غریبوں کے لئے جو دسترخوان سجایا ہے۔ ذرا اس کا نظارہ تو کریں۔ اللہ اللہ کیسی کیسی نعمتیں دکھائی دے رہی ہیں کسی نے اپنے دسترخوان پر غریبوں کے لئے یہ نعمتیں نہ رکھی ہوں گی اور پھر اس تاکید کے ساتھ خبردار! کوئی امیر اس دسترخوان پر نہ آنے پائے۔ دنیا نے تو یہ دیکھا ہے کہ یہ نعمتیں امیروں کے دسترخوان پر سجی ہوتی ہیں اور غریب ٹکر ٹکر دیکھتے ہیں۔ کچھ بچا تو مل گیا، ورنہ صبر و شکر کیا مگر چشم عالم نے یہ نظارہ

نہیں دیکھا کہ غریبوں کے لئے امیرانہ اور شاہانہ دسترخوان سجایا گیا ہو۔ اگر نہیں دیکھا تو آیئے! یہ دسترخوان دیکھئے جو امام احمد رضاؔ نے غریبوں اور صرف غریبوں کے لئے سجایا ہے۔ اللّٰہ اکبر! کیسی کیسی نعمتیں سجی ہیں ذرا دیکھئے تو سہی۔

★ دودھ کا برف خانہ ساز ★ مرغ بریانی

★ بکری کا شامی کباب ★ پراٹھے اور بالائی

★ فیرینی ★ سوڈے کی بوتل

★ گوشت بھری کچوری ★ سیب کا پانی

★ انار کا پانی ★ دودھ کا برف

★ اُردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم [1]

ہاں امام احمد رضاؔ نے غریبوں کے لئے دسترخوان سجایا ہے۔ غریب جمع ہیں، مزے لے لے کے کھا رہے ہیں، جان و دل سے دعائیں دے رہے ہیں اور بزبانِ بے زبانی کہہ رہے ہیں۔

★ اے احمد رضا! تو نے ہم غریبوں کی کیسی عزت افزائی فرمائی۔ آخرت میں خدا تجھے بھی ایسی عزت عطا فرمائے۔!

★ اے احمد رضا تو نے ہم غریبوں کو کیسے مزے مزے کے کھانے کھلائے، خدا تجھ کو بھی جنت میں مزے مزے کے کھانے کھلائے!

★ اے احمد رضا! تو نے ہم غریبوں کو کیسی محبت و شفقت سے سینے سے لگایا، کل قیامت کے دن تاجدار دو عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم تجھے اپنے سینے سے لگائیں۔

امام احمد رضاؔ نے غریبوں کے کھانے کی فہرست برف سے شروع کی اور برف ہی پر ختم کی۔ عرض کیا گیا: برف تو پہلے لکھوایا جا چکا ہے۔ فرمایا! لکھو لکھو، میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا۔ خدا کی شان جب آپ کا جسم نازنین قبر میں اتارا جا رہا تھا، ایک عقیدت مند دودھ کا برف خانہ ساز لے کر حاضر ہوا جو اسی وقت غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ امام احمد رضا کی روح کو قرار آگیا۔ اللّٰہ اکبر! دنیا سے پردہ فرماتے

---

[1] امام احمد رضا: وصیت نامہ، محررہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء، مطبوعہ لاہور

فرماتے بھی غریبوں کی برف سے ضیافت فرمائی۔

اے غریبوں کے غمخوار تیری قبر تجلیوں سے روشن رہے! اس وقت عجیب اتفاق ہوا۔ بجلی گئی ہوئی تھی۔ موم بتی کی روشنی میں لکھ رہا تھا۔ جب قلم نے روشن لکھا تو بجلی آگئی ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ شاید یہ ایک غیبی اشارہ ہے۔ ہاں، امام احمد رضا کی قبر روشن ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک روشن رہے گی

سے
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا — نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

وصال سے دو گھنٹے ۱۷ منٹ قبل غریبوں کے لئے کھانے کی فہرست لکھوائی جو اوپر گزری۔

فہرست لکھوانے سے قبل اور پھر بعد میں جو کچھ لکھایا، وہ قابل توجہ ہے آپ نے لکھوایا۔

"اعزاء سے بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیں۔"[1]

پھر جب کھانوں کی فہرست لکھوا چکے تو لکھوایا۔

"اگر روزانہ ایک چیز نہ ہو سکے یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیبِ خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو۔"[2]

وصیت نامے کے ان الفاظ سے امام احمد رضا کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک طرف تو دل کا تقاضا کہ غریبوں کو خوب کھلائیے۔ دوسری طرف یہ خدشہ، نہ معلوم کھلانے والے یہ چیزیں دل سے کھلائیں گے بھی یا نہیں کہ غریبوں کے لئے تو یہ چیزیں مہیا نہیں کی جاتیں۔ پھر یہ اندیشہ کہ اگر کھلائیں گے تو اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھا کر بھی کھلائیں گے یا نہیں۔ غریبوں کے لئے وہ دل کہاں سے لائیں گے جو امام احمد رضا کے سینے میں ہے؟ دل کی بات لکھوا رہے ہیں مگر رک رک کر، ٹھہر ٹھہر کر۔ پورا ہفتہ نہ سہی، ہفتہ میں دو تین بار ہی سہی، سب نعمتیں نہ سہی، روزانہ ایک دو ہی سہی۔ پھر خیال آیا کہیں یہ ایک دو بھی اس لئے نہ کھلائی جائیں کہ احمد رضا نے وصیت کی ہے۔ اس لئے صاف صاف لکھ دیا کہ جو کھلائے، دل سے کھلائے، مجبور ہو کر نہ کھلائے۔ دربارِ الٰہی میں تو اخلاص عمل کی پوچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ نہیں۔

دنیا کو یہ اچھا نہیں لگتا کہ غریبوں اور مسکینوں کو منہ لگایا جائے، عزت سے بٹھایا جائے، انکی خاطر داری

---

[1]، [2] امام احمد رضا: وصیت نامہ، محررہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء، مطبوعہ لاہور۔

کی جائے، ان کو قسم قسم کے لذیذ کھانے کھلائے جائیں۔ جو لوگ بصیرت سے محروم تھے جن کی ذہن میں امارت کی بو بسی ہوئی تھی جن کے دماغ میں نخوت و غرور کا سودا تھا، جو غریب پروری اور غمخواری کے معنی سے نابلد تھے، وہ امام احمد رضا کا منہ تکنے لگے۔ دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے، مذاق اڑانے لگے، قہقہے لگانے لگے کہ یہ فرزانہ ہے یا کوئی دیوانہ، جو بستر مرگ پر لیٹا غریبوں کو یاد کر رہا ہے۔ غریبوں، مسکینوں کے لئے اس اہتمام کی وصیت کر رہا ہے، ہاں اہل علم کا فکر و خیال کی اس پستی میں چلا جانا، ایک قومی المیہ ہے جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ ہاں سے

سُن، اے غارت گر جنس وفا سُن
شکستِ شیشۂ دِل کی صدا کیا؟

اُن کے شعور نے امام احمد رضا کے دردِ دِل کی کسک محسوس نہ کی۔ ان کے احساس نے مسکینوں کے حصے امام احمد رضا کی روح کی تڑپ محسوس نہ کی۔ تو پھر وہ امام احمد رضا کی دِل کی گہرائیوں تک کس طرح پہنچتے۔ غریبوں اور مسکینوں کے لئے امام احمد رضا کے اضطراب و بے چینی کو کس طرح سمجھتے   انھوں نے کچھ نہ سمجھا، کاش وہ سینے میں دِل رکھتے! کاش وہ دِل میں درد رکھتے!

جب امام احمد رضا وصیت لکھا چکے، تو خود دستخط فرمائے اور ساتھ یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے:

بقلم خود بحالتِ صحت حواس واللّٰہ شھید ولہ الحمد وصلی اللّٰہ تعالیٰ وبارک وسلم [1]

وصل کی گھڑی قریب آرہی ہے۔ عزیز دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔ احباب پر کیا گزر رہی ہوگی عقیدت مندوں کا کیا حال ہوگا؟ یہ شعر ہر دل کی آواز بن گیا ہوگا ہے

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لئے   دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

اللّٰہ اکبر! وصال تک تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے کیا اس شان سے جانا کسی نے دیکھا ہے؟ جب ۲ بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے، وقت پوچھا۔ عرض کر دیا گیا، فرمایا: "گھڑی کھلی ہوئی سامنے رکھ دو۔" اللّٰہ اللّٰہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علام الغیوب نے وقت بتا دیا تھا، بیشک اس کی عطا سے وہ علم بھی مل جاتا ہے، جس کو اس نے صرف اور صرف اپنے خزانے میں محفوظ رکھا ہے۔ بڑے صاحبزادے مولانا

---

[1] امام احمد رضا: وصیت نامہ، محررہ ۲۸-۱۰-۲۵/اکتوبر ۱۹۲۱ء، مطبوعہ لاہور

محمد حامد رضا خاں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ فرمایا: "وضو کرآؤ، قرآنِ عظیم لاؤ"۔ ابھی وہ نہ آئے تھے کہ چھوٹے صاحبزادے مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں حاضر ہوئے۔ فرمایا بیٹھے کیا کر رہے ہو، سورہ یٰسین شریف اور سورہ رعد شریف تلاوت کرو۔ تلاوت ہو رہی ہے، آفتابِ شریعت غروب ہو رہا ہے۔ بس چند منٹ باقی ہیں سفر کی دعائیں پڑھ رہے ہیں اور بار بار پڑھ رہے ہیں کہ آج اس سفر پر جانا ہے کہ پھر واپس نہیں آنا۔ اچانک کلمہ طیبہ پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ آن کی آن میں دم سینے پر آگیا، جب سینے سے باہر نکلا، تو چہرے پر ایک نور چمکا اور روشنی پھیل گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ آج جمعہ ہے اور ٹھیک نمازِ جمعہ کا وقت۔ صفر کی ۲۵ تاریخ ہے اور ۱۳۴۰ھ۔ اکتوبر کی ۲۸ تاریخ اور ۱۹۲۱ء

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

وہ اس طرح چلے گئے، جس طرح گلشن سے بوئے گل چلی جاتی ہے۔ خود فرمایا اور خوب فرمایا۔

"جنھیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں، شوقِ دیدار
میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا" [1]

بے شک ایسے گئے کہ جانا معلوم ہی نہ ہوا۔ ہاں! ؎

دل تو جاتا ہے اُس کے کوچہ میں
جا، مری جاں، جا، خدا حافظ

اے احمد رضا، اے غریبوں کے غمخوار! اے مسکینوں کے دلدار! اے مظلوموں کے دادرس اے بیکسوں کے فریادرس، تجھ پر ہزار بار سلام۔ ہاں روحِ انسانیت تجھ کو سلام کرتی ہے۔ دلِ دردمند تجھ کو سلام کرتا ہے۔ دیدۂ بینا تجھ کو سلام کرتا ہے چشمِ اشکبار تجھ کو سلام کرتی ہے۔ جانِ بیتاب تجھ کو سلام کرتی ہے۔ روحِ مضطر تجھ کو سلام کرتی ہے۔ مظلوموں کی آہیں تجھ کو سلام کرتی ہیں۔ غریبوں کی فریادیں تجھ کو سلام کرتی ہیں ماہِ تاباں تجھ کو سلام کرتا ہے۔ مہرِ درخشاں تجھ کو سلام کرتا ہے۔ ابرِ باراں تجھ کو سلام کرتا ہے۔ سفید و سیاہ تجھ کو سلام کرتے ہیں۔ فکر و شعور تجھ کو سلام کرتے ہیں۔ ہاں! تجھ پر سلام ۔ ہزار بار سلام

---

[1] حسنین رضا خاں: وصایا شریف، مطبوعہ لاہور، ص ۱۵

شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد علیہ الرحمہ

خطیب مسجد حرام، مکہ معظمہ

فھو کنز الدقائق المنتخب من خزائن الذخیرۃ وشمس المعارف المشرقۃ فی الظھیرۃ کشاف مشکلات العلوم فی الباطن والظاھر یحق لکل من وقف علی فضلہ ان یقول کم ترک الاول للآخر

وانی وان کنت الاخیر زمانہ
لآت بمالم تستطعہ الاوائل
ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۲۷ و ۱۲۸)

(ترجمہ)

تو وہ حقائق کا خزانہ ہے اور محفوظ خزانوں کا انتخاب، معرفت کا آفتاب جو دوپہر کو چمکتا ہے، علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا، جو شخص اس کے علم و فضل سے واقف ہو جائے اس کو کہنا چاہیئے کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔

دنیا میں اگرچہ میں آخری زمانے میں آیا ہوں
لیکن وہ کچھ لایا ہوں جو اگلوں کو بھی میسر نہ تھا
خدا کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں کہ وہ
شخصِ واحد میں عالم کی تمام خوبیاں جمع کردے

فاضل شہیر، رجل کبیر حضرت العلامۃ الفہامہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ولد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ نام "محمد" تاریخی نام "المختار" اور والد کا تجویز کردہ نام "احمد رضا" تھا جس کے ساتھ فاضل بریلوی نے "عبد المصطفیٰ" کا اضافہ خود فرمایا تھا۔ ۱۳ سال ۱۰ مہینے اور ۵ دن میں علوم درسیہ سے فارغ ہوئے۔ اور تقریباً چون ۵۴ سال شمسی تک فتویٰ نویسی کرتے رہے۔ آپ نے دینی علوم کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی تحصیل بھی کی۔ جدید تحقیق کے مطابق آپ کے حاصل کردہ علوم و فنون کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ آپ کا عظیم شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے جس کا پورا نام "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہے۔ یہ تقریباً بڑے سائز کی بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ آپ کا قرآن مجید کا ترجمہ "کنز الایمان" محتاط روی، آداب عظیمہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ تنقیص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے تمام فرقوں کے خلاف تھے اور ان لوگوں کے کفریہ اقوال و معتقدات پر مشتمل ایک محضر نامہ فتویٰ کے حصول کی خاطر علمائے مکہ و مدینہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس پر انہوں (علمائے عرب) نے ان تمام فرقوں کو کافر قرار دیا تھا۔ یہ محضر نامہ اور علمائے عرب کا فتویٰ "حسام الحرمین" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر دو بج کر اڑتیس منٹ پر بریلی میں ہی راہی ملک عدم ہوئے۔ اس طرح علم کا یہ تابندہ سورج غروب ہو گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پیش کرنے سے بہتر ہے کہ آپ کے ترجمہ کنز الایمان سے آیت ختم نبوت کا ترجمہ لکھ دیا جائے تاکہ آئندہ کی گفتگو متحقق و مصدق ہو سکے۔ چنانچہ ترجمہ درج ذیل ہے

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں: اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے"

ختم نبوت اور ردِ مرزائیت کے موضوع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طویل فتاوی قلمبند فرمائے جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے :۔

(۱) جزاء اللہ عدوّہٗ بابائہ ختم النبوۃ :۔ اس میں آپ نے آیۂ قرآن عظیم اور ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوص سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔

(۲) المبین ختم النبیین :۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے یہ فتویٰ لکھا اور آیۂ ختم نبوت کی تشریح و تفصیل لغوی انداز سے کی۔

(۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان :۔ یہ بھی ایک استفسار کے جواب میں لکھا گیا فتویٰ ہے جس میں آپ نے مرزا قادیانی کے شیطانی الہاموں کا رد کیا اور عصمت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو بیّن کیا۔

(۴) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب :۔ اس فتویٰ میں آپ نے مرزا قادیانی کے شیطانی الہامات اور غیر دینی خباثتوں کا ردّ کیا ہے۔ اسی طرح اس کے مزید باطل دعوؤں کا بطلان کیا ہے۔

(۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی :۔ اس فتویٰ میں بھی آپ نے عصمت عیسیٰ علیہ السلام کا اثبات اور مرزا قادیانی کے باطل دعوؤں کا محاکمہ کیا ہے۔ [۱]

ختم نبوت پر گفتگو فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

(و) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نصّ قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے۔ وہ بھی کافر جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔ (السوء العقاب علی المسیح الکذاب)

(ب) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا۔ (ایضاً)

(ج) جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ جانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے۔ اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں اُمت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص۔ (المبین ختم النبیین)

(د) اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی۔ شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحتہً خاتم بمعنی آخر بتایا۔ متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امتِ مرحومہ نے اس معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراقِ حقیقی تام پر اجماع کیا۔ (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفاً وخلفاً آئمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔ کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔

(جزاء اللہ عدوہ، بابائہ ختم النبوۃ)

(۲) ایک استفتاء کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انبیاء ورسول کہنا ثابت ہے" کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ "آخر یہ تو بداہۃً ضرورۃً موافقین ومخالفین حتیٰ کہ کفار ومشرکین سب کو معلوم ومسلم کہ حضرات حسنین اور ان کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسلمان تھے۔ قرآن عظیم پر ایمان رکھتے اور بلاشبہ اسے کلام اللہ جانتے۔ اس کے ایک ایک حرف کو حق مانتے تھے اور اسی قرآن کا ارشاد ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو قطعاً وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اعتقاد کرتے تو قطعاً یقیناً اپنے آپ کو نبی ورسول نہ جانتے اور اس ادعائے ملعون (جس کا ذکر استفتا میں کیا گیا ہے) کو باطل وملعون ہی مانتے کہ قول بالمتنافیین کسی عاقل سے معقول نہیں۔ اب یہ شخص کہ انہیں نبی ورسول مانتا ہے خود اپنے ہی ساختہ رسولوں کو کاذب ومبطل جانتا ہے اور رسولوں کی تکذیب کفر ظاہر ہے تو (یہ شخص) خود ہی اپنے عقیدے کی رو سے کافر ہے غرض انہیں رسول کہہ کر اعتقادِ ختم نبوت میں سچا جانا تو اس ایمانی عقیدے کا منکر ہو کر کافر ہوا اور جھوٹا مانا تو اپنے ہی رسولوں کی آپ تکذیب کر کے کافر ہوا۔

(جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ)

آیت ختم نبوت کو سب سے زیادہ مشق ستم منکرین نے لغوی موشگافیوں کے ذریعے بنایا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو صرف ونحو کے پیچیدہ جال اور منطق وکلام کی موشگافیوں میں الجھا کر گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام اہلسنت وجماعت

اعلیٰحضرت نے اس پہلو سے بھی عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کو ثابت کیا ہے اور منکرین کے باطل و بے بنیاد دلائل کا ابطال کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کے موئے قلم سے اس طرح کی علمی روانی ظاہر ہوئی ہے۔

(اوّل) حضور پُر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے آیت کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" وحدیث متواتر یعنی "لانبی بعدی" سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً و خلفاً ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ (المبین خاتم النبیین)

(دوم) خاتم بمعنی آخر لینا خیال جُہّال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبیٔ بالذات ہے۔ اسی مضمون ملعون کو دجال اوّل نے یوں ادا کیا کہ خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے۔ (بحوالہ مواہب الرحمٰن از مرزا قادیانی) ایک اور مرتد نے لکھا خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلۂ محدود کے ہے۔ نہ بہ نسبت جمیع سلاسل و عوالم کے پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلّے بالام لمثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں۔

چند اور خبیثوں نے لکھا کہ الف لام خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور بھی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے۔ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں۔ ان شیاطین سے بڑھ کر اور بعض ابلیسوں نے لکھا کہ اہل اسلام کے بعض فرقے ختم نبوت ہی کے قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے۔

منکرین عقیدۂ ختم نبوت کے درج بالا باطل اقوال نقل کرنے کے بعد امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس تقدیر اخیر پر بھی اسقدر میں شک نہیں کہ یہ طائفہ طائفہ یار و معین مرتدین و کافرین و بازیچہ کنندہ کلام رب العلمین و مکذب تفسیر حضور سید المرسلین و مخالف اجماع جمیع مسلمین و سخت بدعقل و گمراہ و بددین ہے۔ اوّل تو ظاہر ہی ہے کہ نفی استغراق و تجویز عہد میں یہ ان کفار کا ہمزبان ہوا بلکہ ان خبیثوں نے تو بطور احتمال ہی کہا تھا "جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو" اور اس نے بزعم خود عہد کے لئے ہونا واجب مانا۔ اور استغراق کو باطل و مردود ٹھہرایا۔ (ا...)

(سوم) آیت ختم نبوت کی لغوی تشریح فرماتے ہیں کہ (۱) اگر یہ مدعیان عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو یقین کرتے کہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجوہ تنوع وجوہ ذکر و عدم اولویت جمیع جنس کا بیان مشرحاً گزرا۔ کمال تمیز جدا سرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں عہد خارجی ناممکن، کاش مکر کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت العھد ھوالاصل ثم الا ستغراق ثم تعریف الطبیعۃ (بحوالہ توضیح و تلویح از علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ) نقل کی ہوتی کہ خود نفس عبارت تو ان کی جہالت و سفاہت پر شہادت نہ دیتی (۲) توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات خود اپنا ہی لکھا نہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنیٰ درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔ ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہو سکتے۔ آیت کریمہ قطعاً آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی معنی اس (آیت) کے بیان فرمائے۔ تمام امت نے سلفاً و خلفاً اس کے یہی معنے سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو۔ (۳) بہت اچھا! اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعاً یقیناً استغراق ہی ثابت ہوگا..... اور واضح ہو چکا کہ خود جن سے کلام الٰہی کا اولاً و اصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ انہوں نے ہرگز اس آیت سے بعض افراد معینہ یا کسی جماعت خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں مگر وجہ دوم و چہارم یعنی وہ جو قرآن عظیم میں لوجہ اکثر و افر ذکر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بروجہ عموم و استغراق تام ہے۔ اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل بحمد اللہ تعالیٰ وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدۂ ایمانیہ ہے یا ذکر جنسی کی طرف اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفیٔ معیت و بعدیت ہے جیسے اولیت بمعنے نفیٔ معیت و قبلیت ... تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی۔ اور جنس کی نفی عرفاً و لغتاً و شرعاً جملہ افراد ہی سے ہوتی ہے و لہٰذا لام نفی جنس صیغۂ عموم سے ہے جیسے لارجل فی الدار و لہٰذا لا الٰہ الا اللہ ہر غیر خدا سے نفی الوہیت کرتا ہے یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا۔ (ایضاً)

(چہارم) اور اگر اس طائفہ جدیدہ کی نسبت وہ تجویز و احتمال نبوت یا عدم تکفیر منکران ختم نبوت معلوم نہ بھی ہو، نہ اس کا خلاف ثابت ہو۔ اس کا آیۂ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادۂ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے

بچائے گا کہ وہ صراحتاً آیۂ کریمہ کا اس تفسیر قطعی یقینی، اجماعی، ایمانی کا منکر و مبطل ہے جو خود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور جس پر تمام امتِ مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریات دین سے ہوکر ہم تک آئی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ آئمہ دین فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔ اگرچہ اس کے کلام میں حرمت خمر کا انکار نہ تھا۔ نہ تحریم کا ثبوت قرآن عظیم پر موقوف کہ ان کی تحریم میں احادیث متواترہ بھی موجود اور کچھ نہ ہو تو خود اس شراب کی حرمت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے۔ امام اجل ابوزکریا نووی کتاب الروض میں اور امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی اجماعی مسئلہ کا انکار کرے ضرورت کے علم دین کی بناء پر خواہ اس میں نص ہو یا نہ ہو تو اس کا یہ انکار کفر ہوگا۔

بعینہٖ یہی حالت یہاں بھی ہے کہ اگرچہ بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے دروازۂ نبوت بند ہو جانا اور اس وقت سے ہمیشہ تک کبھی کسی وقت کسی جگہ کسی صنف میں کسی طرح کی نبوت نہ ہو سکنا کچھ اس آیت کریمہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں قاہر و باہر، متواتر و متظافر، متکاثر و متواتر حدیثیں موجود اور کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ خود ضروریات دین سے ہے مگر آیت کے معنٰے متواتر مجمع علیہ قطعی ضروری کا انکار اس پر کفر ثابت کرے گا۔ اگرچہ اس کے کلام میں صراحۃً نقل مسئلہ کا انکار نہیں۔ (ایضاً)

●

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدۂ ختم نبوت کے اثبات میں دوسرے علمائے امّت کی طرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی استنباط کیا ہے۔ تفسیر ختم نبوت والی حدیث آپ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی تفسیر ابنِ ابی حاتم، تفسیر ابنِ مردویہ، مسند احمد، سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اجل صحابہ سے روایت کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ (حدیث کی نقل)

"میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوب صورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کسقدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ کہ وہ خالی ہے تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا (لہٰذا) مجھ سے انبیاء ختم کر دیئے گئے۔"

اجلّہ آئمہ بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و امام مالک و امام احمد و ابو داؤد طیالسی و ابن سعد طبرانی و حاکم و بیہقی و ابونعیم

وغیرہم کے حوالہ سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

"بے شک میرے متعدد نام ہیں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا میں عاقب ہوں اور عاقب وہ کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔" وذریتہٖ وسلم

مسند امام احمد اور صحیح مسلم اور طبرانی اور معجم کبیر میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

"میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وازواجہٖ وبارک وسلّم۔"

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور ختم المرسلین والنبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ اصحابہٖ وبارک وسلّم نے فرمایا کہ :-

"میں تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا ہوں (۱) مجھے جامع باتیں عطا ہوئیں (۲) مخالفوں کے دل میں میرا رعب ڈالنے کے لئے میری مدد کی گئی (۳) میرے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں (۴) میرے لئے نماز کے لئے ہر جگہ پاک قرار دی گئی (۵) میں تمام جہان میں اللہ کا رسول ہوا۔ (۶) اور مجھ سے انبیاء (کا سلسلہ) ختم کیا گیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم (بعض روایات میں تیمم کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت قرار دیا گیا ہے)

سنن دارمی اور تاریخ بخاری اور طبرانی اوسط اور سنن بیہقی اور حلیۃ ابونعیم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

"میں تمام پیغمبروں کا خاتم ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور (میں) بوجہ فخر (یہ) ارشاد نہیں کرتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واولادہٖ وسلم۔

صحیح بخاری شریف میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"انبیاء بنی اسرائیل کی سیاست فرماتے جب ایک نبی تشریف لے جاتا تو دوسرا اس کے بعد آتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

اسی طرح احمد و ترمذی و حاکم و صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"بیشک رسالت و نبوت ختم ہو گئی۔ اب میرے بعد نہ کوئی رسول (آئے گا) نہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و احبائہ وسلم"۔

مسند امام احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، صحاح ابنِ ابی شیبہ سنن ابن جریر، تہذیب الآثار میں بطریق عدیدہ کثیرہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور حاکم بتصحیح اسناد مستدرک، طبرانی، معجم کبیر و وسیط اور ابوبکر عاقولی فوائد میں اور ابن مردویہ مطولاً اور بزار بطریق عبداللہ بن ابی بکر عن حکیم بن جبیر عن الحسن بن سعد مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور احمد، حاکم، طبرانی، عقیلی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ابنِ عساکر بطریق عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہ عقیل امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور احمد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احمد و بزار و ابوجعفر بن محمد طبری و ابوبکر مطیری حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی بافادہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسنداً اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلیقاً اور طبرانی کبیر اور خطیب کتاب المتفق والمتفرق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابونعیم فضائل الصحابہ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی کبیر میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جنادہ و جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک کو تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینے میں چھوڑا۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"کیا تم اس (بات) پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کرنے کو حاضر ہوئے، ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے

تھے۔ہاں! یہ فرق ہے کہ ہارون نبی تھے (لیکن) میں جب سے نبی ہوا دوسرے کے لئے نبوت ختم ہوگئی"۔

سنن بیہقی میں حضرت ابن زمل جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک طویل رویا کی تعبیر بتاتے ہوئے حضور وجہ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اور وہ ناقہ جس کے پیچھے مجھے جاتا دیکھا قیامت ہے۔ ہمارے ہی زمانے میں آئے گی۔ نہ میرے بعد کوئی نبی (اور) نہ میری امت کے بعد کوئی امت (آئے گی) صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی امتک اجمعین وبارک وسلم"۔

متعدد حدیثوں میں اشارۃً وکنایۃً ومجملاً ومفصلاً عقیدہ ختم نبوت کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً (ا) میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں (ب) میں سب انبیاء میں آخری نبی ہوں (ج) میں تمام انبیاء کے بعد آیا (د) میں تمام پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا (ہ) میں آخر الانبیاء ہوں (و) میرے بعد کوئی نبی نہیں (ز) رسالت ونبوت منقطع ہوگئی۔اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی (ح) نبوت میں اب کچھ نہ رہا سوائے اچھے خوابوں کے (ط) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا (ی) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (ک) نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ

امام اہلسنت وجماعت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال زریں بھی نقل کئے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان کذاب کی آمد کی پیشینگوئی پائی جاتی ہے۔چنانچہ صحیح مسلم، مسند امام احمد وسنن ابوداؤد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ وطبرانی ومعجم کبیر وضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا:۔ بیشک میری امت دعوت میں یا میری امت کے زمانے میں تیس کذاب (ظاہر) ہوں گے کہ ہر ایک اپنے (آپ کو) نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" مزید فرمایا"میری امت میں ستائیس دجال کذاب ہوں گے۔ان میں چار عورتیں ہوں گی۔ حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یہ تمام حدیثیں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کی تحریریں المبین خاتم النبیین اور جزاء اللہ عدوہٗ باباۂ ختم النبوت سے لی گئی ہیں۔

مجدد صدی، آفتاب علم اور ماہتاب تقویٰ وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علامہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بریلوی نے علمائے اسلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علمائے سلف کے اقوال وارشادات سے بھی عقیدہ ختم نبوت کا اثبات کیا ہے اور منکرین کے ہوا ونفس آمیز باطل دلائل کا علمی، منطقی اور دلیلی رد کیا ہے اس طرح کہ انہیں ساکت وصامت کردیا۔

اور اس عقیدہ ایمان افروز کی حقانیت و صحیحیت کو ظاہر و باہر کردیا۔ ذیل میں امام ہند رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ چند اقوالِ علمائے سلف پیش کئے جاتے ہیں۔

(اوّل) یعنی تمام امتِ مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے۔ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم و استغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے۔ اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

(حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ کتاب الاقتصاد)

(دوم) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں فرمایا:

"میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم استغراق بلا تاویل و تخصیص اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جس کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ (سید عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ سرہ القدسی بحوالہ شرح الفرائد)

(سوم) یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات و احادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے۔ نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں و بحکم اجماع امت وہ بحکم قرآن و حدیث سب یقیناً کافر ہیں

(قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ شفا شریف)

(چہارم) بحمد اللہ تعالیٰ ایں مسئلہ درمیان اسلامیاں روشن تر ازاں ست کہ آں را بکشف و بیان حاجت افتد خدائے تعالیٰ خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی دیگر نباشد و منکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے، وے را در ہر چہ ازاں خبر داد صادق دانستے و بہماں حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باز پسیں پیغمبران ست در زمان او تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد و ہر کہ دریں شک ست دراں نیز بہ شک ست و نہ آں کس کہ گوید کہ بعد از وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آنکس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافراست ۔ ایں ست شرط درستی ایمان بہ خاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تور بشتی حنفی بحوالہ المعتمد فی المعتقد)

(پنجم) جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں۔

فتاویٰ یتیمۃ الدہر، اشباہ والنظائر، فتاویٰ عالمگیری)

(ششم) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک مدعی نبوت نے کہا مجھے مہلت دو کہ کوئی نشانی (نبوت کی) دکھاؤں ۔ امام ہمام نے فرمایا کہ جو اس سے نشانی مانگے گا کافر ہو جائے گا کہ وہ اس مانگنے کے سبب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد قطعی و متواتر ضروری دینی کی تکذیب کرتا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

(ہفتم) مدعی نبوت کی تکفیر تو خود ہی روشن ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے اس کا بھی کفر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مانگنے میں اس مدعی (امام ابن حجر مکی بحوالہ خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان) کا صدق محتمل مان رہا ہے ۔ حالانکہ دین متین سے بالضرورۃ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی ممکن نہیں ہاں اگر اس طلب سے اسے احمق بنانا (یا) اس کا جھوٹ ظاہر کرنا مقصود ہو تو کفر نہیں[1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہو جاتا۔ ان صورتوں میں کافر ہو جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں ۔ وہ تمنا زبان سے ہے یا صرف دل میں ۔ سبحان اللہ جب مجرد تمنا پر کافر ہوتا ہے تو کسی کی نسبت ادعائے نبوت کس درجہ کا کفر خبیث ہوگا ۔ (بحوالہ اعلام بقواطع الاسلام)

(ہشتم) یہ سب کے سب کفار ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور خبر دی کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اپنے رب عزوجل سے خبر دی کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور تمام جہان کی طرف رسول بتاتا ہے ۔ اور امت نے اس پر اجماع کیا کہ یہ آیات و احادیث اپنے معنیٰ ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے خدا اور رسول کی یہی مراد ہے ۔ نہ ان میں کچھ تاویل

---

[1] حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے اپنے ملفوظات میں یہی فتویٰ دیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ "اگر مدعی نبوت سے اس خیال سے کہ اس کا عجز ظاہر ہو۔ معجزہ طلب کرے تو حرج نہیں اور اگر تحقیق کے لئے معجزہ طلب کیا کہ یہ معجزہ بھی دکھا سکتا ہے یا نہیں تو فوراً کافر ہو گیا۔ (حصہ اول، صہ ۷)

ہے نہ تخصیص تو کچھ شک نہیں کہ یہ سب طائفے (مراد رافضی) بحکم اجماع امت و بحکم حدیث و آیت قرآنی بالیقین کافر ہیں۔ (العلامہ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ شرح نسیم الریاض)

(نہم) ہمارے مولا ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں ایمان لانا فرض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی ہمارے رسول ہیں (نہ یہ کہ معاذ اللہ بعد وصال شریف حضور علیہ السلام رسول نہ رہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی اور رسول ہو گیا ہے) اور ایمان لانا فرض ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تمام انبیاء و مرسلین کے خاتم ہیں۔ اگر حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے پر ایمان لایا اور خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان نہ لایا تو وہ مسلمان نہ ہوگا۔

(امام کروری بحوالہ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر)

(دہم) جو ہمارے زمانے میں نبوت کا مدعی ہو یا دوسرے کسی مدعی کی تصدیق کرے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو نبی مانے یا حضور انور علی الہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کسی غیر کو نبی جانے کافر ہو جائے گا۔ (بحوالہ کتاب الانوار)

(یازدہم) یعنی کافر ہے جو کسی نبی کی تکذیب کرے یا کسی طرح اس کی شان گھٹائے مثلاً بہ نیت توہین اس کا نام چھوٹا کر کے لے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کی نبوت ممکن مانے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی نبی ہو چکے لہٰذا ان (کی قرب قیامت میں دوبارہ آمد) سے (عقیدہ ختم نبوت کی صحت پر) کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ (بحوالہ تحفہ شرح منہاج)

(دوازدہم) رافضیوں کا ایک طائفہ کہتا ہے کہ زمین نبی سے خالی نہیں ہوتی اور نبوت مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کی اولاد کے لئے میراث ہو گئی ہے اور اہل سنت و جماعت نے فرمایا ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وبارک وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے "ہاں خدا کے رسول ہیں اور سب انبیاء میں پچھلے" اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ تو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی مانے کہ قرآن عظیم و نص صریح کا منکر ہے یا جسے ختم نبوت میں کچھ شک ہو وہ بھی کافر ہے۔ (بحر الکلام امام نسفی بحوالہ تفسیر روح البیان)

(سیزدہم) رافضی کہتے ہیں دنیا نبی سے خالی نہ ہوگی۔ یہ کفر ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وخاتم النبیین۔ اب جو دعوٰی نبوت کرے کافر ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے وہ بھی کافر کہ اسے ارشاد الٰہی میں شک پیدا ہوا جبھی تو معجزہ مانگا اور اس کا اعتقاد فرض ہے کہ کوئی شخص نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہ تھا۔ بخلاف روافض کے مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نبوت مانتے ہیں اور یہ ان کا کفر ہے۔

(بحوالہ تمہید ابو شکور سالمی)

(چہاردہم) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیا سے افضل ہیں اور ان دونوں باتوں پر دلیل قطعی علم عقائد میں مذکور ہے اور ان پر یقین وہ جما ہوا ضروری یقین ہے جو ابدالآباد تک باقی رہے گا .... فیہ لف ونشر بالقلب یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاولیاء ہونے سے انکار قرآن وسنت واجماع امت کے ساتھ مکابرہ ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کفر (ہے) والعیاذ باللہ رب العالمین (مولانا عبد العلی محمد بحوالہ شرح سلم)

(پانزدہم) یعنی اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہو جائے گا ..... اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا (ہے کہ) یہ بھی مطلقاً کافر ہے اور مشائخ متاخرین نے فرمایا اگر اسے عاجز ورسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا تو کافر نہ ہوگا۔ ورنہ ختم نبوت کے عقیدہ میں شک لانے کے سبب یہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ)

امام عصر حاضر حامی سنت وحامی عقیدۂ ختم نبوت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت کو مشرح ومفصل ومفسر کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث اور ارشادات علماء صالحہ سے استنباط اور استنتاج کیا۔ بلکہ اپنے مخصوص علمی، فکری اور عشقیہ انداز میں منطقی دلائل سے اس عقیدہ کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے کتب قدیمہ کے اشاروں اور علماء مذاہب سابقہ کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے اور دوسری علمی وفلسفیانہ موشگافیوں کو بھی ختم نبوت کے حق میں دلیل بناکر منکرین کے سامنے پیش کیا ہے جس سے ان کی قوت فکری، قوت گویائی اور قوت حجت باطلہ "صم" "بکم" "عمی" ہو کر رہ گئی۔ علامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی براہین قاطعہ نے بطلان کے عقائد باطلہ کو تار عنکبوت سے بھی "اوہن" ثابت کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کا ہر فرد اس عقیدہ پر دل ودماغ کی گہرائیوں سے مستقیم ہے اور منکرین سے قرآن وحدیث اور علمی دلائل کے ہتھیاروں سے لیس مقابلے کے لئے تیار رہتا ہے یہ ان کی ایمانی غیرت کا ثبوت ہے۔

الاوّل:۔ ابونعیم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے صغر سنی میں ایک یہودی کو آگ کا شعلہ ہاتھ میں لئے چیختے دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ کسی نبی کی پیدائش پر ہی طلوع کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہیں۔"

الثانی:۔ امام واقدی وابونعیم حضرت حویصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ "یعنی میرے بچپن میں یہود ہم میں ایک نبی کا ذکر کیا کرتے جو مکے میں مبعوث ہوں گے۔ ان کا نام پاک احمد صلی اللہ

علیہ وسلم ہے۔ اب ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں۔ وہ ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔"

الثالث:۔ ابونعیم نے سعد بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہود بنی نضیر و یہود بنی قریظہ کے علماء کا یہ نعتیہ نغمہ درج کیا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ "جب سرخ ستارہ چمکا تو انہوں (یہود بنی قریظہ و بنی نضیر) نے خبر دی کہ وہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ان کا نام پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہجرت گاہ مدینہ

الرابع:۔ طبرانی معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے شام کے نصرانیوں کا دور جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جنہوں نے تمام انبیاء کی تصاویر اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں!" وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا وہاں جاتے ہی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر مجھے نظر آئی اور دیکھا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپ کے قدم مبارک کو پکڑے ہوئے ہے۔ میں نے کہا یہ دوسرا کون ہے وہ کتابی بولا بیشک کوئی نبی ایسا نہ ہوا جس کے بعد نبی نہ ہو۔ سوا اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ دوسرا ان کے بعد خلیفہ ہے اسے جو میں نے دیکھا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر تھی۔"

الخامس:۔ نوعِ آخر بعد طلوع آفتاب عالم تاب خاتمیت صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الکرام جو کسی کے لئے ادعائے نبوت کرے دجّال کذاب مستحق لعنت و عذاب ہے۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کسی کو نبوت ملنی مانے دجّال کذّاب ہے۔ (فتویٰ حضرت امام ہمام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ)

السادس:۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ابن جلیل و نائب جلیل حضور پُر نور سید الاسیاد فرد الافراد غوث اعظم غیث اکرم غیاث عالم محبوب سبحانی مطلوب ربّانی سیدنا و مولانا ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جدِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پاک پر ہوں مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے اسی جگہ قدم رکھا مگر نبوّت کے قدم کہ ان کی طرف غیر نبی کو اصلاً راہ نہیں۔"

بالجملہ مادون نبوت پر فائز ہونا نہ تفرد کی دلیل نہ حجت تفضیل کہ وہ صدہا میں مشترک اور فی نفسہٖ مشکک ہر غوث و صدیق ان میں شریک اور ان پر بشدت مقول بالتشکیک بلکہ خود حدیث میں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کے پاس ملک الموت آئیں اور وہ طلب علم میں ہو۔ اس میں اور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صرف ایک درجے کا فرق ہے کہ درجۂ نبوّت ہے۔" دوسری حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"قریب ہے کہ حاملانِ قرآن انبیاء ہوں مگر یہ کہ ان کی طرف وحی نہیں آتی۔"

(گفتگو امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)[۱]

حضرت العلامہ مجدد برحق، داعی سنت ناہی بدعت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی اور قادیانی فرقہ کی بھی منکرین عقیدہ ختم نبوت ہونے اور معتقد و معلن اجزائے نبوت جدیدہ ہونے کے خوب خبر لی ہے۔ ان کے دعووں کا فرق کافی و شافی و وافی رد کیا ہے اور ان کا کفر اور لعنتی ہونا معین کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) کفر اول ہیں تو کسی چھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ آیت (ختم نبوت) میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ لغوی نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعاً یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ ہونے کا مدعی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا۔ سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے۔ ثلاثون، کذابون کلھم یزعم انہ نبی (تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا) وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اٰمنت اٰمنت صلی اللہ علیہ وتعالیٰ وسلم اس لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا مزور مثیل مسیح ہے۔ صدق بلکہ مسیح دجال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔ والعیاذ باللہ رب العلمین (السوء العقاب)

(۲) عرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزات مسیح و تصریحات قرآن عظیم سے صاف منکر ہے۔ اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا ادعا مسلمان تو مکذب قرآن کو بھی مسلمان نہیں کہہ سکتے قطعاً کافر، مرتد زندیق بے دین ہے نہ کہ نبی اور رسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے (قہر الدیان)

(۳) طبرانی معجم کبیر میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک میں ذرہ ہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا)

---

[۱] یہاں احادیث کے حوالے امام ممام نے عامۃ المسلمین پر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اگرچہ قرآن و حدیث کی واضح تصریحات اور عقائد صحابہ و جمہور علمائے امت کے مطابق منصب نبوت تو اختتام پذیر ہو چکا۔ مگر کمالات خصائص نبوت قیامت تک اکابر امت میں ظاہر ہوتے رہیں گے مگر چونکہ یہ کمالات فی فرد ایک ایک دو دو ہوں گے اور سلسلۂ وحی منقطع ہے لہٰذا یہ بنی ہرگز نہ کہلائیں گے۔ انہی کمالات کا ذکر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سرہندی نے اپنے مکتوبات و تالیفات میں اکثر کیا ہے۔ مگر منصب نبوت کے انقطاع کی تصریح کے ساتھ۔

کذاب ہے وانا اشھد معلک یارسول اللہ اور محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد دانہائے ریگ وستارہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سمٰوٰت وارض وحاملانِ عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے وکفی باللہ شھیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بے باک کافر مرتد کذاب ناپاک ہے۔ اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ندوۂ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بددینوں، گمراہوں کو حق پر جانتے، خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے..... اس (یعنی مرزا و گروہ مرزائی کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر، وہ اراکین بھی کفار، مرزا کے پیرو اگرچہ ان اقوال الجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ صریح کفر کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں۔ قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں۔ سب مستحق نار۔ چنانچہ شفا شریف میں ہے:۔
"یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے (السو العقاب)

(۴) غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزات مسیح وتصریحات قرآن عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا ادعا۔ مسلمان تو مکذب قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہتے (یعنی کافر مرتد سمجھتے ہیں)۔ کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر۔ ضرور کافر بخدا (قہر الدیان)

(۵) مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے اور قادیانی کافر و مرتد تھا ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اس (یعنی مرزا) کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم)

(۶) پھر اس (مرزا قادیانی) نے نبوت و رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ نازل کیا ہے انا انزلنٰہ بالقادیان وبالحق نزل (بے شک ہم نے اسے قادیان میں نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا) وہ کہتا ہے میں ہی وہ احمد ہوں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی..... پھر اس نے اپنے نفس خبیث کو بہت سے انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل قرار دینا شروع کیا...... اس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور دیگر تمام دجالوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ (المعتمد المستند بنائے نجاۃ الابد)

امام احمد رضا اور ڈاکٹر اقبال نظریہ زمان ایک تقابلی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ۔ دھلی انڈیا

بیسویں صدی عیسوی میں عقلائے روزگار نے زمانے کی کنہ حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی اور اپنے نتائجِ فکر کو الفاظ کا جامہ پہنا کر کتابی شکل میں پیش کیا۔ اس مختصر مقالہ میں تمام دانشوروں کے افکار و خیالات کا احاطہ ممکن نہیں سر دست ان دو نابغہ روزگار شخصیتوں کے زمانے سے متعلق خیالات قلم بند کئے جا رہے ہیں جو علم و فضل کے میدان میں مسلم الثبوت امام تھے ان میں ایک کی تعلیم آغوشِ پدر کے علاوہ چند اساتذہ کی صحبت اور فیضِ ربِّ قدیر مرہونِ منت تھی اور دوسرے کی تعلیم اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے خوشگوار اور پُر فضا ماحول میں ہوئی تھی۔ ایک مولانا اور دوسرے ڈاکٹر تھے ان دونوں عبقری شخصیتوں کا نظریہ ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ تھا مولانا احمد رضا خان زمانہ کو "حادث" کہتے تھے جبکہ ڈاکٹر اقبال واجب الوجود اور "حقیقت مطلقہ" سے تعبیر کرتے تھے اوّل الذکر زمانے کو "مخلوق" جبکہ مؤخر الذکر اس کی "خالقیت" کا دعویٰ کرتے تھے۔

جس زمانے میں علامہ اقبال مسئلہ زمان پر اپنے افکار و خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا رہے تھے اس زمانے میں انہوں نے پیر جماعت علیشاہ رحمتہ اللہ علیہ کو ۸۔ اگست ۱۹۳۳ء کو مسئلہ زمان سے متعلق ایک خط لکھا تھا اس میں انہوں نے محی الدین ابنِ عربی کے مسئلہ زمان سے متعلق افکار کا خلاصہ طلب کیا تھا چونکہ انہیں انگلستان میں شیخ ابنِ عربی کے حقیقتِ زمان سے متعلق کوئی مقالہ پڑھنا تھا اس لیے انھوں نے پیر جماعت علیشاہ کی طرف اس مسئلہ میں رجوع کیا تھا اس کے علاوہ انہوں نے تین مزید چیزوں کی وضاحت طلب کی تھی۔

۱۔ اوّل یہ کہ حضرت شیخ اکبر نے تعلیم حقیقتِ زمان سے متعلق کیا کہا ہے اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

۲۔ یہ تعلیم شیخ اکبر کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں۔

۳۔ حضرت صوفیاء میں سے اگر کسی اور بزرگ نے بھی حقیقتِ زمان پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں مولوی سید انور شاہ مرحوم و مغفور نے مجھے عراقی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا "فی درایۃ الزمان" جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے۔ اس واسطے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی جنہیں علامہ اقبال علوم اسلامیہ کا سرخیل تصور کرتے تھے ان کے نزدیک غیر منقسم ہندوستان میں کوئی ایسا عالم نہ تھا جس کی دسترس سید سلیمان ندوی سے زیادہ ہو علامہ اقبال نے انکے بارے میں یہ نظریہ کیسے قائم کر لیا اس کی صراحت نہیں ملتی مولانا سید سلیمان ندوی کا مبلغ علم کیا تھا ارباب علم و فن پر مخفی نہیں ان سے اس معاملہ میں علامہ نے رجوع کیا لیکن ظاہر ہے کہ مسئلہ زمان خالص معقولاتی مسئلہ تھا اور مولانا سید سلیمان ندوی کی تعلیم معقولات میں ایک روایت کے مطابق صرف میرزاہد تک تھی۔ اس بارے میں وہ کوئی خاطر خواہ جواب کیا دیتے انہوں نے نہ تو کوئی معقول جواب دیا اور نہ ہی کسی اہل علم کی طرف توجہ مبذول کرائی جب کہ مولانا برکات احمد ٹونکی کا رسالہ" اتقان العرفان فی ماھیۃ الزمان " اور امام احمد رضا الکلمۃ الملہمۃ میں مسئلہ زمان سے متعلق تفصیلی بحث کر کے معقولاتی دنیا میں اپنی صلاحیت کی دھاک بٹھا چکے تھے۔

علامہ اقبال نے منظم طور پر جب اپنے افکار و معتقدات کو الٰہیات اسلامی کی تشکیل جدید کے عنوان سے مرتب کیا اس وقت امام احمد رضا "ارحم الراحمین" کی جوارِ رحمت میں پہنچ چکے تھے مگر جس زمانے میں علامہ اقبال اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے ان دنوں امام احمد رضا بقید حیات تھے امام احمد رضا کو علامہ اقبال جیسا دانشور کی عقابی نظروں سے امام احمد رضا کی علمی شخصیت اور ان کی علمی کتابیں اوجھل رہ گئیں۔ اس سلسلہ میں جہاں تک میرا اپنا نقطۂ نظر ہے کہ علامہ اقبال کو امام احمد رضا سے دور رکھنے میں فاضل بریلوی کے مخالفین کا زیادہ ہاتھ ہے ورنہ اقبال جیسا علم و فن کا رسیا سے امام احمد رضا کی شخصیت پردۂ خفا میں رہ جائے بات سمجھ میں نہیں آتی، ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے اقبال جانبین کو خوش رکھنا چاہتے تھے اس لیے جانتے ہوئے بھی رابطہ نہ کیا ہو۔

بہر حال عربی مصادر کا سہارا لئے بغیر علامہ اقبال نے اپنی خطبات مرتب کی علامہ اقبال کے ان خطبات یا "الہیات اسلامیہ کی تشکیلِ جدید" میں علامہ کے فکری بے راہ رویوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) اسلامی ثقافت کے اصل الاصولی کی ترجمانی اور (۲) مسئلہ زمان

یہاں گفتگو موخر الذکر مسئلہ یعنی زمانہ سے متعلق ہے علامہ اقبال نے زمان سے اپنے نظریات کا اظہار شاعری کی شکل میں بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں اسرارِ خودی لکھ کر "الوقت سیف" کے زیرِ عنوان کیا ہے لیکن باقاعدہ ذکر اس مسئلہ سے متعلق انہوں نے خطبات میں کیا۔ جب کہ امام احمد رضا اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

مسئلہ زمان سے متعلق علامہ اقبال ۱۹۱۳ء سے پہلے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے لیکن اپنی شاعری میں اس لئے دیگر علماء کی طرح جنہیں اہم تر علمی دینی تحقیقات اس قسم کی شاعرانہ خوش گپیوں کا نوٹس لینے کی فرصت نہیں دیتی امام احمد رضا نے بھی مصرحہ طور پر نہ ان کا نوٹس لیا نہ بالالتزام ان پر تنقید و تنقیص کی اس سلسلے میں صرف اسلام کے مسلک کو بیان کر دیا امام احمد رضا نے خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ پر مختلف پہلوؤں پر اپنی معرکۃ الآرا تصنیف الکلمۃ الملہمۃ میں روشنی ڈالی اس لیے سطورِ ذیل میں دونوں عبقری شخصیتوں کے زمان سے متعلق خیالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱ اقبال مسئلہ زمان سے متعلق ان دانشوروں سے زیادہ قریب تھے جن کے مآخذ اسلامی علوم و فنون نہیں بلکہ ذہنی پرداز تھی اس خالص اسلامی فلسفہ زمان کے مسئلہ کو انہوں نے عقل کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھنے کی کوشش کی شاید یہی وجہ ہے کہ وہ اتباع سلف سے محروم ہو گئے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے برگساں کے اس تصور کو مشعلِ راہ بنایا ہے جس تصور سے اس نے مسئلہ زمان کی گتھی کو "زمان حقیقی اور پیمائش زمان" کی تدقیق کے ذریعہ سلجھایا اس نے ۱۸۸۹ء میں اس موضوع پر ایک باضابطہ کتاب لکھی اس فرانسیسی مفکر کا شاہکار انگریزی ترجمہ TIME AND FREEWILL کے عنوان سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔ اور جلد ہی بین الاقوامی شہرت کا حامل بن گیا۔ یہ کتاب علامہ اقبال کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ مسئلہ زمان سے متعلق بنیادی فکر کو انہوں نے اس کی طرف مرکوز کر دیا اتنی ہوشیاری انہوں نے ضرور کی کہ فرنگ زدگی کی طعن سے بچنے کے لیے اپنے اس نظریے کو امام شافعی کے مقولہ "الوقت سیف" سے جوڑ دیا۔ اس کتاب سے علامہ نے جو اثر قبول کیا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) علامہ اقبال زمانے کو قدیم مانتے ہیں جب کہ قدامت اور دوام اسلامی آئیڈیالوجی کی رو سے صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے اسرارِ خودی میں لکھتے ہیں۔

اصل وقت از گردشِ خورشید نیست ـــــ وقت جاوید است و خور جاوید نیست (۱)

بلکہ اس پر طرّہ یہ کہ پیامِ مشرق جو اس کے تقریباً سات سال بعد شائع ہوئی اس میں انہوں نے زمانے کو باجبروت دیوتا کی شکل میں پیش کیا اور اسے انہی صفات سے متصّف کیا جو خدائے قاہر و قادر کے لیے مخصوص ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ جمہور متکلمین و حکماء کے برخلاف علامہ نے اس نظم میں ذاتِ باری تعالیٰ کو بھی "زمانی" قرار دے ڈالا۔ لکھتے ہیں۔

ــــ من کسوت انسانم پیراہن یزدانم

علامہ کا یہ عقیدہ صرف شاعرانہ جدت طرازی تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ وہ اپنے سنجیدہ خطبات میں بھی اسی عقیدے کے قائل نظر آتے ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ علامہ نے دہر اور باری تعالیٰ کی عینیت کے قول کو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی طرف منسوب کر دیا اور فرمایا

"کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانے کو برا مت کہو کیونکہ زمانہ خدا ہے۔" (۲)

خطبات میں انھوں نے اس مسئلہ کو جس سنجیدگی کے ساتھ بیان کیا ہے وہ بھی قابلِ مطالعہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

This Problem of Time has Always drawn the Attention of Muslim thinkers and Mystics. This seems to be due to the Prophet's Identification of God with Dahr (Time) in a well known Tradition. (۳)

حالانکہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں جیسا کہ علامہ نے سمجھا ایسا صرف عربی زبان و ادب میں گہرائی اور گیرائی حاصل نہ ہونے کے سبب ہوا۔ امام ابوبکر جصاص رازی اور دوسرے اہم اسلامی مفکروں نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ "مقلب دہر" یعنی "زمانے کو پھیرنے والا ہے۔"

---

(۱) سلیم چشتی ۔ شرح اسرار خودی، ص ۸۲، ۸۳، مطبوعہ ۱۹۸۱ء

(۲) بحوالہ سہ ماہی اردو ادب ص ۱۶ Iqbal Six Lectures P. 14

(۳) 〃 Iqbal Six Lectures P. 101

امام احمد رضا نے حدوثِ دہر سے متعلق اپنی تصنیف میں ایک باب ہی قائم کیا ہے جس کی ابتدا "زمانہ حادث ہے" سے ہوتی ہے اس کا ذکر اس کتاب کے مقام تیسم کے تحت ہے حدوث دہر سے متعلق انہوں نے پانچ دلائل دیئے ہیں اور اس سلسلہ میں دیگر حکمائے اسلام میں جنھوں نے حدوث دہر سے متعلق شک وارتیاب ظاہر کیا ہے ان کی تردید بھی کی ہے جواب اوّل کے تحت امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

"ممکن کو اگر بشرط وجود لو تو اس کا عدم محال ہوگا اور بشرط عدم تو وجود یونہی بشرط استمرار انقطاع اور بشرط انقطاع استمرار کلام اس میں نہیں بلکہ نفسِ ذات ممکن میں وہ ان میں کسی کی نہ مقتضی نہ منافی تو یہ سب اس کیلئے ممکن بالذات ہیں اب عدم زمانہ قطعاً ممکن ہے ورنہ زمانہ واجب بالذات ہو اور قطعاً اس کا طرفِ زمانہ میں ہونا محال، ورنہ بداہتہ اجتماع وجود وعدم ہو تو یقیناً یہ عدم زمانہ یونہی ممکن کہ غیر زمانہ میں ہو اور بحکم مقدمہ سابقہ اس کا استمرار بھی مقتضائے ذات نہیں تو قطعاً انقطاع ممکن بالذات اور وہ نہ ہوگا مگر وجود سے تو روشن ہوا کہ وہ عدم زمانہ کو زمانے میں نہیں منقطع ہو کر وجودِ زمانہ ہو سکتا ہے یہی حدوث زمانہ ہے اور قبلِ زمانہ زمانہ لازم نہیں کہ عدم منقطع زمانہ میں نہ تھا۔ (۳)

تیسرے جواب میں انہوں نے شق اوّل کے تحت جو جواب حدوث دہر کی تائید میں دیا ہے وہ اگرچہ مختصر ہے مگر مدلّل ہے فرماتے ہیں۔

"جب زمانہ حادث ہوگا اس کے لیے طرفِ اوّل ہوگی نہیں مگر آن اور زمانہ کہ امتداد ہے اس کے بعد ہوگا تو اس آن سابق میں زمانہ نہیں لاجرم اس کا عدم ہے تو عدم زمانہ اس کے وجود پر سابق ہے اور زمانہ میں نہیں بلکہ آن ہے اگر کہتے کہ اس آن سے پہلے عدم زمانہ تھا یا نہیں بہر حال زمانہ پہلے زمانہ لازم۔ اگر نہ تھا جب تو ظاہر کہ وجود زمانہ تھا اور اگر پہلے عدم تھا تو یہ وہی قبلیتِ زمانیہ ہے۔" (۴)

---

(۳) امام احمد رضا الکلمۃ الملھمۃ ص ۹۹ (۴) امام احمد رضا الکلمۃ الملھمۃ ص ۱۰۱

قدیم زمانہ کی تردید سے متعلق دیگر تفصیلات جو امام احمد رضا نے دی ہے اسے کتاب میں اپنے مقام پر دیکھی جانی چاہیئے۔

(۲) علامہ اقبال زمانہ کو مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک زمانہ ہی سب کچھ ہے چنانچہ ۱۹۳۵ء میں جب بالِ جبریل شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی تو اس میں مسجد قرطبہ نام کی ایک نظم قارئین کی نظر سے گزری جس کا آغاز ہی انہوں نے اس شعر سے کیا ہے۔

سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات — سلسلۂ روز و شب اصلِ حیات و ممات (۵)

امام احمد رضا سابق متکلمین اہلسنت وجماعت کی طرح زمانہ کو وجودِ خارجی ہی سے معریٰ سمجھتے ہیں لہٰذا ایک ایسا امر جس کا خارج میں وجود ہی نہ ہو اور وجود اہمہ کی مشق پیہم سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا ہو اسے کوئی اہمیت دینا ہو لسے بڑا ہے امام احمد رضا کا زمانہ کو وجودِ خارجی سے معریٰ سمجھنا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۳) علامہ اقبال زمانے کو وجودِ حقیقی (وجودِ خارجی) سے متصف منوانے پر مصر ہیں چنانچہ اس اصرار کو وہ قرآنِ حکیم کی تعلیم سے جوڑ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"بہر حال قرآن نے تاریخ سے جو دلچسپی لی ہے اس نے ہمیں تاریخی تنقید کا ایک سب سے زیادہ بنیادی اصول بخشا ہے۔۔۔ جو حیات اور زمانہ کے باب میں کچھ اساسی تصورات سے بصیرت ادراک سے متعلق ہے یہ اساسی تصورات اسولادہ ہیں اور دونوں قرآنی تعلیمات کی بنیاد ہیں۔

۱۔ وحدتِ انسانی اور
۲۔ زمانہ کے وجودِ حقیقی کا احساس (۶)

علامہ اقبال کا وجودِ خارجی سے متعلق قرآن سے تعلیم کا دعویٰ ادعائے محض ہے نہ تو قرآن نے اور نہ ہی اسلام نے زمانے کے وجودِ حقیقی کی تعلیم دی ہے حکمائے اسلام (جو درحقیقت یونانیت کے علمبردار تھے) زمانے کے وجودِ حقیقی کے ثبوت میں دلیل تراشتے رہے اور اسلام کی تحریک برابر وہ ان دلائل کا انہدام کرتی رہی یہاں تک کہ آخری فلسفی مولانا عبدالحق خیرآبادی کو کہنا پڑا۔

"وجود الزمان یشبہ ان یکون اضعف انحاء الوجودات وبالجملہ

---

(۵) بالِ جبریل ص ۱۲۶ لاہور ۱۹۶۶ء (۶) IQBAL SIX LECTURES — P 193-196

ان ارید بنفی وجودہ نفی وجودہ علی سبیل التحصیل کان ذلک حقا لانہ لیس لہ البتۃ وجود کذلک فی الاعیان بل فی الاذھان وان ارید نفی الوجود العینی مطلقاً کان باطلاً "(۷)

ہاں زمانہ کا وجود اطوار وجود میں جو ضعیف ترین طور ہو سکتا ہے صرف اس سے متصف ہوتا ہے بہر حال اگر زمانہ کے وجود حقیقی کی نفی سے اس کے وجود علی سبیل التحصیل کی نفی ہے تو یہ بات درست ہے کیونکہ زمانے کا اس قسم کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے صرف ذہنی وجود ہے اور اگر مطلق وجود کا انکار مراد ہے تو یہ بات صحیح نہیں ہے"۔

امام احمد رضا نے الکلمۃ الملھمۃ میں وجود خارجی سے متعلق "مقام بست ودششم"[۲۶] خاص کیا ہے اور واضح طور پر انہوں نے گفتگو کا آغاز یہیں سے کیا ہے کہ "زمانے کا وجود خارجی اصلاً ثابت نہیں"۔ اور اس کے خلاف جن اجلہ فلاسفہ نے بحثیں کی ہیں ان کا رد ہے وجود خارجی کی یہ بحث ص ۸۱ سے ۸۶ تک ہے۔ آخر میں انہوں نے ص ۸۶ سے ص ۹۱ تک 'ابطال دلائل وجودِ زمانہ' کے عنوان سے ایک معرکۃ الآرا بحث قائم کی ہے جس میں انہوں نے شیخ بوعلی سینا کی ان دلیلوں کا بھی ابطال کیا ہے جنھیں اس نے وجودِ زمانہ پر قائم کیا تھا اور جو بیان طبعی بیان الٰہی کہلاتی ہیں۔ زمانے کا وجود خارجی اصلاً ثابت نہیں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے امام احمد رضا نے لکھا ہے:

"حرکت قطعیہ کا کتب کلام میں انکار وجودِ زمانہ پر دلائل ہیں جن پر خدشات ہوئے اور کلام طویل ہوا ہمیں ان میں سے دو مختصر جملے پسند ہیں۔

اوّل یہ کہ زمانہ مقدار حرکت قطعیہ ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حرکت قطعیہ موجود فی الخارج نہیں تو اس کی مقدار کیسے موجود فی الخارج ہو سکتی ہے۔

دوم: یہ کہ زمانہ وجود اگر قابل انقسام ہو تو قار ہو گیا اور نا قابل تو جز لازم آیا کہ زمانہ حرکت اور حرکت مسافت پر منطبق ہے شرح مقاصد میں اس پر رد فرمایا کہ ہم شق اوّل اختیار کرتے ہیں۔ اور اجتماع اجزاء نہ ہوا کہ اجتماع معیت اور اجزائے زمانہ بعض بعض پر سابق و جز ساقط نہیں ہو سکتے کہ قار ہو"(۸)

---

(۷) عبدالحق: شرح ہدایۃ الحکمۃ ص ۵۵ مطبوعہ شعلۂ طور کانپور

(۸) امام احمد رضا: الکلمۃ الملھمۃ ص ۸۱ مطبوعہ میرٹھ

اس موضوع سے متعلق مزید تفصیل تو کتاب ہی میں دیکھی جاسکتی ہے ہاں اتنا ضرور یاد رہے کہ علامہ اقبال نے اپنے مؤقف کی تائید میں کوئی عقلی دلیل نہیں دی ہے رہی شرعی دلیل تو وہ ان کا تحکم محض ہے بلکہ سخن پروری قرآن میں ایسی کوئی بات نظر سے نہیں گذری ہے اگر ہوتی اور علامہ اقبال نے اسے دیکھا ہوتا تو بڑے گھن گرج کے ساتھ اس کا ذکر کرتے جس طرح انھوں نے زمانہ اور تقدیر کی عینیت کو (اگرچہ غلط طور پر ہی سہی) بڑے مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔

(۴) علامہ اقبال زمانے کو حقیقت مطلقہ بالفاظ دیگر خدا کہتے ہیں۔ کیونکہ حقیقتِ مطلقہ ہی خدا ہے۔ وہ تمام چیزیں جس سے حقیقت مطلق کی ادراک وفہم کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اسے انھوں نے زمانے کے لیے خاص قرار دیا ہے اپنے خطبات میں جہاں انھوں نے اس بحث کو موضوع قلم بنایا ہے لکھتے ہیں۔

"جس طرح ہم اپنی ذات میں زمان ومکان کے تعاقب وتسلسل کا ادراک کرتے ہیں اس کی تنقیدی توجیہ اس بات کی جانب ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ حقیقت مطلقہ کو "دوران خالص" تصور کریں جس کے اندر علم حیات اور ارادہ وفکرِ حیات اور مقصد ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر ایک منظم وحدت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس وقت وحدت کا تصور صرف ہم اسی حیثیت سے کر سکتے ہیں کہ یہ ایک 'ذات' کی وحدت ہے ایک برہمہ محیط قائم بالذات جو تمام انفرادی جزکی افکار اور حیات کا سرچشمہ ہے۔" (۹)

امام احمد رضا چونکہ قدیم زمانہ کے فکر اور حدوث دہر کے قائل ہیں جس کے لیے انھوں نے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں ان کے یہاں زمانہ فانی ہے ایک وقت مقرر سے ہے اور ایک وقت مقرر تک رہے گا۔ ازلیت اور ابدیت صرف خدا کی شان ہے جو حقیقت مطلقہ ہے۔

علامہ اقبال کے استاد تاش پروفیسر ایم۔ ایم شریف کے یہاں بھی اس نظریہ کی توثیق ملتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں نہیں سمجھتا کہ زمان کا تصور کسی صورت میں بھی حقیقت مطلقہ سے کوئی نسبت رکھتا ہے میری نظر میں حقیقت مطلقہ ہمارے محدود فہم وادراک سے ماوراہے۔" (۱۰)

---

(۹) Iqbal Six Lectures P. 75 بحوالہ اردو ادب ص ۱۹

(۱۰) ماہیتِ زمان اقبال اپریل ۱۹۶۰ء ص ۲۱

اس سلسلہ میں پروفیسر سلیم چشتی جو علامہ اقبال کے شارح ہی نہیں بلکہ ان کے افکار و خیالات کی تہ تک پہنچنے والے بھی ہیں انہوں نے حقیقت مطلقہ کی جگہ ایک خاص لفظ "استمرار شیون باری" استعمال کر کے علامہ اقبال کے مؤقف کی تاویل القائل یرضی بہ قائلہ، یا (من چہ می گویم و طنبورۂ من چہ می سراید) کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"کائنات میں جس قدر حوادث رونما ہوتے ہیں۔ یہ سب حقیقی زمان کی رفتار کی بدولت ظہور میں آئے اور ہماری زندگی حقیقی زمان کے اسرار میں سے ایک سر ہے، واضح ہو کہ یہاں زمان سے اقبال کی مراد "استمرار شیون باری تعالیٰ" ہے چنانچہ وہ خود وضاحت کرتے ہیں۔ حقیقی زمان جو نقش گر حادثات وہ گردش فلک سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ایک ازلی ابدی حقیقت ہے۔"

(۵) اقبال زمانے کو اصل اشیاء اور مبدءِ اولین کائنات بھی قرار دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی رنگ و نمود ہے وہ بس زمانہ ہی کی کرشمہ سازی ہے اگر زمانہ نہ ہوتا تو نیرنگیٔ زمانہ سے ہم محروم رہتے اپنی سخن پردازی میں انہوں نے زمانہ کو کیا کچھ نہیں کہا ہے۔ لکھتے ہیں:

من حیاتم من مماتم من نشور | من حساب و دوزخ و فردوس و حور
آدم و افرشتہ در بند من است | عالم شش روزہ فرزند من است
ہر گلے کز شاخ می چینی منم | ام ہر چیز سے کہ می بینی منم (۱۱)

ان اشعار کی روشنی میں بجا طور پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمانہ علامہ اقبال کے ذہن و دماغ میں کس قدر رچا بسا تھا لیکن علامہ اقبال کے برخلاف جہاں تک امام احمد رضا کا تعلق ہے وہ سلف صالحین کی اتباع میں "اصل کائنات" کے مسئلہ کو سرے سے ہی درخور اعتناء ہی نہیں سمجھتے اسلام کی تعلیم اس باب مؤکد طور پر یہی ہے:۔

"کان اللّٰہ ولم یکن معہ شئ"

جب کچھ نہیں تھا تو اللہ رب العزت کی ذاتِ گرامی تھی اور جب کچھ نہیں رہے گا تو اسی کی جلوہ فرمائی

---

(۱۱) کلیات اقبال ص ۲۸۵ مطبوعہ گیلان ۱۳۴۳ھ

رہے گی وہی ازلی و ابدی اور ہمیشہ سے ہمیشہ تک رہنے والا ہے کائنات کی کوئی اصل تو جب ہوتی جب وہ موجود ہوتی اسلامی تعلیمات کی رو سے کائنات نہ ازلی ہے اور نہ ابدی ان دو مسئلوں پر امام غزالی نے "تہافۃ الفلاسفہ" کے پہلے دو مسئلوں میں بڑی سیر حاصل بحث کی ہے بہر حال اسلامی فکر میں کائنات جب حادث ہے تو اس کی کسی مادی یا مجرد اصل کی تلاش بیکار محض ہے۔

واضح رہے کہ عہد اسلام کے تفلسف پسند مفکرین صدور کائنات کی گتھی سلجھانے کے لیے ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے جس کی تفصیل محقق دوانی نے شرح عقائد جلالی میں دی ہے[۱۲] اور پھر ان ٹامک ٹوئیوں کی مزید تحقیق و تنقید شرح عقائد دوانی کے محشیوں نے کی ہے مسئلہ زمان سے متعلق بحث و مباحثہ کا ایک طویل سلسلہ ہے اس گفتگو کا اختتام پروفیسر سلیم چشتی کی اس فلسفیانہ توجیہ پر کیا جا رہا ہے جسے انہوں نے اقبال کے نظریہ زمان سے متعلق بیان کیا ہے:

۱۔ زمان نام ہے مقدارِ حرکت کا

۲۔ حرکت نام ہے انتقال جسم کا ایک چیز سے دوسری چیز میں

۳۔ جسم نام ہے ذو ابعاد ثلاثہ کا

۴۔ ابعاد ثلاثہ اعراض ہیں

۵۔ اعراض اپنے وجود کے لیے جوہر کے محتاج ہوتے ہیں۔

۶۔ جوہر قائم بالذات، واجب لذاتہ موجود بوجہ ذاتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ورنہ شرک فی الذات اور تعدد وجبا لازم آئیگا اور تعدد وجبا المحال ہے۔ پھر انہوں نے اس فلسفیانہ توجیہ کی علامہ کے شعر سے تائید و تاکید بھی کی ہے۔

وہی اصل مکان ولامکان ہے مکاں کیا شئے ہے انداز بیاں ہے
خضر کیونکر بتائے کیا بتائے اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے[۱۳]

اس فلسفیانہ توجیہ پر رد و قدح اگرچہ اپنے مقام پر گزر چکی ہے لیکن پروفیسر موصوف کو اس شعر

---

(۱۲) دوانی: شرح عقائد جلالی ص ۶۶ مطبوعہ فرنگی محل لکھنؤ۔

(۱۳) سلیم چشتی شرح اسرار خودی ص ۹۳۴ مطبوعہ دہلی ۱۹۸۱ء

سے اپنی توجیہ کو موکد کرنے میں اہمال ہوا ہے کیونکہ اس باب میں علامہ اقبال کا قول محکم دوسرا ہے جس کی طرف پروفیسر موصوف توجہ نہ کر سکے جبکہ علامہ اقبال نے زمان اور اسی طرح مکان کی حقیقت کو خود ہی اپنے شعر میں واضح کر کے اپنے سلف کی اتباع کا ثبوت دیا ہے۔

خرد ہوئی ہے زمان ومکان کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لاالٰہ الا اللہ

اگرچہ بعض کوتاہ بین نظریں اس حقیقت حقہ تک پہنچنے سے قاصر رہیں جیسا کہ پروفیسر رضی الدین صدیقی نے اقبال کے زمان ومکان میں اس شعر کی عجیب توجیہ کی ہے مگر کبھی کبھی حقیقت ثابتہ منکر حق سے بھی اپنا اعتراف کرالیتی ہے اور یہی علامہ اقبال کے ساتھ بھی ہوا جو سلسلہ روز وشب کو نقش گر حادثات سمجھتے تھے بس ایک بار توفیق الٰہی کے طفیل مسئلہ کی تہ تک پہنچ گئے اور زمان ومکان دونوں کے وجود کے انکار کی توفیق پائی اور یہی متکلمین حق کا مسلک ہے چنانچہ شرح مواقف میں زمانے کے سلسلہ میں مرقوم ہے۔

"انهم اعنی المتکلمین کما انکروا العدد والمقدار..
انکروا الزمان الذی هو لکم المتصل الغیر القار
بوجهین: الاول: الزمان علی تقدیر کونه موجوداً
اینیة مقدم علی یومه اذ لا یجوز ان یکون الزمان
قار الذات والا کان الحادث فی زمن الطوفان حادثا
الیوم وبالعکس..." (۱۴)

متکلمین کے اسی انکار زمان کی توثیق علامہ اقبال نے اپنے مذکورۃ الصدر شعر سے کی ہے لیکن جہاں تک رہا زمانہ، حرکت، عرض، جوہر سے متعلق امام احمد رضا کے نظریات کا تعلق تو اس کی مزید تفصیل کے لیے الکلمۃ الملهمۃ کا مطالعہ ضروری ہے انہوں نے ہر ایک کی الگ الگ مقام کے تحت معرکۃ الآرا بحثیں کی ہیں جس سے ان کی فلسفیانہ دقت نظر کا پتا چلتا ہے۔

---

(۱۴) ابوالعلی شرح مواقف ص ۲۵۷ لکھنؤ ۱۸۷۷ء

پروفیسر سلیم چشتی نے علامہ اقبال کے نظریہ زمان کی ترجمانی کرنے کے بعد اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ علامہ اقبال ہی کی وہ صاحبِ علم دفن شخصیت ہے جسے اس زمانے میں زمانہ جیسی اہم متنازع فیہ مسئلہ کی تہ تک رسائی ہوسکی انہوں نے یہ بھی رد کیا ہے کہ زمانہ سے متعلق علامہ نے جو نظریہ قائم کیا ہے وہی سچ اور اسلام سے قریب تر ہے ساتھ ہی انہوں نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ

> "اقبال نے اپنے غیر فانی خطباتِ مدارس میں زمان و مکان کے مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے وہ اگرچہ مجمل ہے لیکن بیسویں صدی میں کسی مسلمان نے اتنا بھی نہیں لکھا ہے۔" (۱۵)

مسلمانوں کے اس مسئلہ کی طرف عدم توجہی کی انھوں نے دو وجہیں بتائی ہیں۔

(۱) مسلمانوں میں علم کا مذاق باقی نہ رہا اور اس کی زیادہ تر ذمہ داری انگریزوں پر ہے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد انہیں انتقام کی چکی میں پیس کر رکھ دیا۔

(۲) زمان و مکان پر مفصل اور جامع بحث کے لیے لازمی شرط یہ ہے کہ انسان مغربی اور مشرقی دونوں علوم پر بہت وسیع نظر رکھتا ہو اور اس زمانے میں یہ قرآن سعدین بلا مبالغہ کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے۔

پروفیسر موصوف نے جس اعتماد کے ساتھ لکھا ہے کہ کسی مسلمان نے اتنا بھی نہیں لکھا ہے وہ قابلِ توجہ ہے کیونکہ موصوف کے سامنے اگر امام احمد رضا کی مصنفہ کتاب "الکلمۃ الملھمۃ فی رد فلسفۃ المشئمۃ" ہوتی تو شاید یہ جملہ وہ علامہ اقبال کے لیے نہیں بلکہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے استعمال فرماتے مگر افسوس کہ انہوں نے مسئلہ زمان سے متعلق خامہ فرسائی کرنے والوں کا احاطہ کئے بغیر ہی اپنے اس فیصلے کا اعلان کر دیا۔

---

(۱۵) سلیم چشتی شرح اسرار خودی ص ۴۹۴ مطبوعہ دہلی ۱۹۸۱ء

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ـــــــ گورنمنٹ کالج فیصل آباد

فاضل بریلوی اور عربی شاعری

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ایک مستند عالم دین، صاحب نسبت صوفی، قابل اعتماد فقیہ اور لائق اتباع راہنما تھے جن کے علم و فضل نے اک عالم کو یقین کی نعمت عطا کی اور جن کے دل زندہ نے ہر قلب سلیم کو جذب و کیف کی لذت سے آشنا کیا، جن کی نقاہت نے دور جدید کے چیلنج کو قبول کیا اور جن کی بصیرت و مستقبل بینی نے ملت اسلامیہ کو اپنے اور پرائے میں پہچان کرنے کی صلاحیت بخشی۔ آپ کے ہمہ جہتی کردار نے ہر انسان کو متاثر کیا، وقت کے ساتھ ساتھ یہ اثر آفرینی دو آتشہ ہوتی جا رہی ہے۔ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل قریب میں اس محسن کے احسانات کا ادراک تیز تر ہو جائیگا۔ متنوع اوصاف کی حامل یہ ذات ہر کسی کو دعوت نظارہ دے رہی ہے شرط صرف حوصلے اور صلاحیت کی ہے آج یہ کیفیت ہے کہ علماء، اساتذہ اور محققین کی ایک کثیر جماعت آپ کے علمی شہ پاروں کا کھوج لگانے میں مصروف ہے جسے جو پہلو پسند ہے وہ اسے ہی مقصود نظر بنا رہا ہے۔ اس تمام بوقلمونی کے باوجود جب آپ کی شخصیت کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو ایک حقیقت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ اس تنوع میں ایک وحدت ہے۔ اس ہمہ جہتی کا ایک مرکز ہے اور اس ذات کا ایک ہی حوالہ ہے۔ مظاہر کثیر ہیں مگر داخل کے آئینہ خانہ میں ایک ہی وجود جلوہ ریز ہے وجود ایک ہے مگر اس کی جہتیں لامحدود ہیں۔ جلوہ ایک ہے مگر جلوہ ریزیاں بے حساب ہیں، فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ہر رنگ ایک ہی کی بات کرتے ہیں۔ آپ کے تفسیری استخراجات ہوں یا فقہی استدلالات، گفتگو کا کلامی پہلو ہو یا نگارشات کا جدلیاتی رخ آپ کے نثری کارنامے ہوں یا شعری جواہر پارے، ایک لگن، ایک خیال اور ایک کیف ہے جو قارئین اور سامعین کے دلوں کو ایک سمت کھینچے چلا جا رہا ہے

منزل ایک ہے راستے مختلف، محبوب ایک ہے اظہار کے پیرائے متعدد، یہ منزل، یہ محبوب وہ ذات ہے جو ساری کائنات کی تخلیق کا سبب اور ہر ایک کی توجہ کا مرکز ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیمات کا قاری ایک لمحہ بھی اس وجود سے غافل نہیں رہ سکتا اس لئے کہ نثر و نظم کا ہر اسلوب اور بیان و کلام کا ہر اشارہ مدینہ منورہ کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے۔ یہ قاری کی خوش بختی ہے کہ وہ ہر لمحہ دربار گہر بار میں حاضر رہتا ہے، علم کے ساتھ یقین کی منزل اسے آسودگی عطا کرتی ہے لفظوں میں نہاں جذبے اور حرف حرف میں لپٹی ہوئی محبت اس کے قلب و نظر کو بالیدگی عطا کرتی ہے اور وہ اس کیف مسلسل میں اپنے آقا کی حضوری میں ہوتا ہے یہ لمحات زندگی کی معراج اور عمل کا حاصل ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی محبت و عقیدت ان کی تحریر میں نمایاں ہے مگر ان کی شاعری میں اس کا اظہار نمایاں تر ہے اور مسحور کن بھی کہ اس سے دلِ سپیدہ کو جلا ملتی ہے۔ عشق و محبت کے یہ زمزمے کوثر و تسنیم کی پھوار کی طرح شعور و آگہی کو معطر کر دیتے ہیں۔ نعت کہنے والوں کی کمی نہیں۔ بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں کہ جنھوں نے مدح رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا محور بنا لیا ہے۔ ہر مدح نگار محترم ہے کہ وہ ایک عظیم مشن میں شریک ہے لیکن فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعت میں جو جاذبیت اور کشش ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے، آپ کا کوئی شعر یا مصرعہ جب کہیں سے گوش نواز ہوتا ہے تو سامع اس کی شناخت میں غلطی نہیں کرتا اس لئے کہ ہر مصرعہ مہکتا ہے اور ہر شعر صاحبِ شعر کی طرف توجہ دلاتا ہے، یہ منفرد انداز لفظی حسن کا مرہونِ منت نہیں اس باطنی کیف کا غماز ہے جو صاحبِ کلام کے دل میں موجزن ہے۔ باطن کی سرشتی لفظوں میں تحلیل ہوگئی ہے اور شعر دل کے جذبوں کا امین اور باطن کا عکاس ہوتا ہے، ماہرین کہتے ہیں کہ فاضل بریلوی کے ہر شعر میں سوزِ محبت کے ساتھ شریعتِ اسلامیہ کی پاسداری کا خصوصی اہتمام ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اہتمام داخل کا پرتو ہے جب محبوب دل میں مسند نشین ہو اور ذاتِ محبوب دل کی ... دھڑکنوں میں جاگزیں ہو تو آداب محبت سکھائے نہیں جاتے محبت کی پختگی اور عشق کا کمال خود راہبری کرتے ہیں شاعر پھر لفظ تلاش نہیں کرتا بلکہ مناسب الفاظ خود باوضو ہو کر اترنے لگتے ہیں، فاضل بریلوی کی شاعری ایسے ہی معطر جذبوں اور مطہر خیالات کی حامل ہے، ہر اس دل کی آواز ہے جو درِ حبیب پر ہر دم سرنگوں ہے جہاں سر کے جھکنے یا نہ جھکنے کو نہیں دیکھا جاتا باطن کے سجدوں کی بات ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی شاعری پر گفتگو کسی صاحبِ دل کا کام ہے کہ یہاں صرف فنی حوالہ کافی نہیں، یہ شعری حسن و جمال کا مسئلہ نہیں صفائے قلب کی عکس ریزیوں کا مرحلہ ہے، یہ شعر نہیں، جذبوں کی اکائیاں ہیں جو لفظوں کے روپ میں کوندے رہی ہیں، یہ گفتگو تو ابھی عربی شاعری کے حوالے سے طالب علمانہ

کوشش ہے، مولانا کی شاعری پر گفتگو سے قبل مناسب ہوگا کہ مدحِ رسالت کی روایت اور اسلامی تصورِ شعر پر ایک
نظر ڈال لی جائے تاکہ اس تناظر میں آپ کی شاعری کا جائزہ لیا جاسکے۔

شعر کیا ہے؟ اس بارے میں علماء ادب نے مختلف اور متفاوت نظریات پیش کئے ہیں، علماءِ عروض
نے شعر کو ایسا کلام موزوں کہا ہے جس میں وزن و قافیہ مقصود ہو[۱]۔ علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اَلشِّعْرُ کَلَامٌ
عُقِدَ بِالْقَوَافِیْ[۲]، یعنی شعر وہ کلام ہے جو قافیہ سے بندھا ہوا ہو، سوال یہ ہے کہ کیا ایک خاص ترتیب سے
ایک مخصوص ہیئت کا تعین ہی سب کچھ ہے، کیا لفظوں کے درلے معانی جو مقصودِ اصلی ہیں کسی ضابطے یا قانون
کے پابند نہیں، ابن رشیق القیروانی نے اسی لئے شعر کو چار عناصر پر مشتمل قرار دیا ہے۔ "اَللَّفْظُ وَالْوَزْنُ وَالْمَعْنٰی
وَالْقَافِیَۃ"[۳] حقیقت یہ ہے کہ الفاظ ذریعہ ہیں معانی تک پہنچنے کا اور اگر الفاظ یہ فریضہ بحسن طریق انجام
نہ دیں تو شعر ابلاغ کے بنیادی وصف سے محروم ہو کر ناقابل التفات ٹھہرتا ہے اور اگر معانی مرغوب و محبوب نہ ہوں تو
الفاظ کی تراش خراش سعیِ لاحاصل قرار پاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے "اِنَّ اللَّفْظَ جِسْمٌ وَرُوْحُہُ الْمَعْنٰی
وَارْتِبَاطُہٗ بِہٖ کَارْتِبَاطِ الرُّوْحِ وَالْجِسْمِ"[۴]، یعنی لفظ جسم ہیں اور اس کی روح معنی ہے اور
لفظ کا معنی سے وہی تعلق ہے جو روح اور جسم کا ہے۔

شعر میں معانی کی عظمت کا اعتراف اس کی شعور سے لغوی نسبت کے حوالے سے بھی کیا گیا ہے اور شعر کو
شعور کا انعکاس سمجھا گیا ہے[۵]۔ امام راغب علیہ الرحمۃ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا، "وَسُمِّیَ الشَّاعِرُ
شَاعِرًا لِفِطْنَتِہٖ وَدِقَّۃِ مَعْرِفَتِہٖ"[۶]، کہ شاعر کو اس کی حفاظت اور لطافتِ معرفت کی بنا پر ہی شاعر
کہا گیا ہے، معلوم ہوا کہ شعر کو تاثر کی اکائی ہونا چاہئے اور وحدتِ تاثر جذبۂ صادقہ سے ہی ناشی ہوتا ہے یہی جذبۂ صادقہ،
اسے اسلامی تعلیمات میں جواز کی سند مہیا کرتا ہے۔ قرآن مجید نے ردِ شعر و شاعر کے متصل صاحبانِ ایمان کے استثناء کا
ذکر کیا تھا تاکہ واضح ہو جائے کہ "شعر" کا رد و قبول اس کے مشمولات کے حوالے سے ہوتا ہے احادیث مبارکہ میں شعر کے
جواز اور عدمِ جواز کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں جن کا بغور مطالعہ شعر کے بارے میں درست سمت کا تعین کر
دیتا ہے، تفصیلی مباحث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف ایک دو ارشادات کا حوالہ مقصود کی وضاحت کے لئے کافی
ہوگا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کے بارے میں فرمایا....
ھُوَ کَلَامٌ فَحَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ[۷] کہ شعر ایک کلام ہے اس کا حسن، حسن ہے اور اس کا
قبیح قبیح، اسی طرح ایک اور روایت میں وضاحت فرمائی، "اِنَّمَا الشِّعْرُ کَلَامٌ فَمِنَ الْکَلَامِ خَبِیْثٌ

وَطَیِّبٌ[8]، شعر ایک کلام ہی تو ہے اور کلام میں اچھا برا ہوتا ہے۔ ایک اور روایت جو متعدد صورتوں میں کتب صحاح میں موجود ہے اور جس کی جامع شکل سنن ابی داؤد میں ہے یہ ہے "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکَمًا"[9]۔ "بیشک بعض بیان جادو اور بے شک بعض شعر حکمت ہوتے ہیں"۔ یہ حدیث مبارک خصوصی توجہ چاہتی ہے اگر اس میں من تبعیض کا ہے تو بعض شعروں کا حکمت سے پر ہونا ثابت ہوا اور اگر یہ مِنْ تبیین کے لئے ہے تو ہر شعر کے سراز حکمت ہونے پر دلیل ہوا، کم از کم توجیہہ یہی ہو سکتی ہے کہ ہر شعر نہ سہی بعض شعر تو یقیناً حکمت خیز ہوتے ہیں ایک حدیث کے ساتھ وہ حدیث بھی پیش نظر رہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کلمہ حکمت تو مومن کی متاع گم شدہ ہے جہاں سے بھی اسے ملے وہ اس کا بہتر حقدار ہے"[10]۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کلمہ حکمت مومن کی متاع گم گشتہ ہے اور بعض شعر کلمۂ حکمت ہوتے ہیں اس لئے بعض شعر مومن کی متاع ہیں یعنی شعر کا ایک حصہ مومن کا مطلوب ہے اس لئے قابل اخذ اور لائق استفادہ ہے یہ بھی توجہ طلب پہلو ہے کہ عموماً شعر ہی جادو صفت اور سحر آفریں ہوتا ہے اور بیان عموماً موعظت و حکمت پر مشتمل لیکن اب ایسا بھی ممکن ہے کہ بیان کبھی حدود شعر میں داخل ہو کر سحر بن جائے اور شعر حدود بیان میں آ کر سحر سے حکمت ہوجائے اس تسخیر حالت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا مصرع اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہِ بَاطِلٌ[11] اکثر پڑھا کرتے تھے اور مدافعت رسالت میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کفر کی یلغار کا جواب دینے کا ارشاد فرماتے تھے یَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ[12] اے حسان رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مدافعت کرو اور اے اللہ ان کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھانا، خود سماعت فرمانا اور ان کے اشعار پر تحسین فرمانا اور جنت کی بشارت دینا کتب احادیث میں موجود ہے، ابوسفیان بن حارث کے جواب میں جب یہ شعر سنا۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ اللّٰہِ فِیْ ذَاکَ الْجَزَاءُ

"تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہی تو میں نے آپ کی طرف سے تجھے جواب دیا اور اس کا اللہ کے ہاں بدلہ ہے"۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جَزَاءُکَ عَلَی اللّٰہِ الْجَنَّۃُ یَا حَسَّانُ"[13] "یعنی اللہ کے ہاں تیری جزا جنت ہے"۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ بانت سعاد کا سماعت فرمانا اور۔۔۔ انعام میں اپنی ردائے مبارک عطا کرنا تاریخ ادب کے طالب علم پر مخفی نہیں[14] یہ بھی یاد رہے کہ آپ نے پورے قصیدے کو

پوری توجہ سے سنا حتیٰ کہ جب ایک مصرعہ نامناسب معلوم ہوا تو اسے بدل دیا مگر مصرعہ اولیٰ کو برقرار رکھا جس سے شعر کی حدود سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ شعر یوں تھا

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ [۱۵]

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جن سے روشنی پائی جاتی ہے، آپ اللہ کی تلواروں میں سے سونتی ہوئی تیز تلوار ہیں۔" روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ، نے مصرعہ ثانیہ میں سُیُوْفِ اللّٰہ کے بجائے سُیُوْفِ الْھِند کہا تھا جسے آپ نے بدل دیا اس سے ذوقِ شعری کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے اور اس بات کا بھی کہ جہاں عظمتِ ذات پر حرف آئے وہ نامقبول ہے معیار یہ ٹھہرا کہ ہر وہ شعر جس میں احترامِ مصطفوی کا خیال نہ رہے اور جس کے لفظوں سے "جلالتِ شان" پر کسی پہلو سے زد پڑنے کا خطرہ ہو وہ نامناسب ہے۔

شعر کی حیثیت اور حدود کے تعین کے بعد "مدح نگاری" کے بارے میں اسلامی روش کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے تاکہ "مدح" کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہی ہوجائے اور اس کی روشنی میں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری پر گفتگو کی جاسکے۔

مدح انسانی فطرت کی تاثر پذیری کا اظہار ہے، فطرتِ سلیم حقوق آشنا ہوتی ہے، عبادت بھی اسی جذبۂ انقیاد کا نام ہے، تخلیق ایک نعمت ہے، وجود بخشی ایک احسان ہے اس لئے اس پر سپاس گزاری بھی بھرپور اور مکمل ہونا چاہیئے، عبادت صرف زبان سے ہی نہیں ہر ہر عضوِ جسم سے مدح پروردگار ہے، یہ نثر میں بھی ادا ہوتی ہے اور نظم میں بھی ادا ہوتی ہے، لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان مدح کے تقدس کو برقرار نہیں رکھتا اور اسفل السافلین کے انحطاط کی طرف اترنے لگتا ہے پھر موعودِ ذہنی بھی بدلتا ہے اور زاویۂ نگاہ بھی جس سے حقائق کا چہرہ دھندلانے لگتا ہے اور نظر گردوپیش کے وقتی اور ہیجانی مغالطوں میں اسیر ہوجاتی ہے، نتیجتاً عناصرِ مدح میں سوچ کی ناپختگی اور خیال کی نادرستی راہ پانے لگتی ہے، وقتی مصلحتیں اور مادی حوائجِ مدح میں ابتذال کا تعفن پیدا کردیتے ہیں پھر ہر وہ جسے وزن وقافیہ کی کچھ سدھ بدھ ہوتی ہے مدح نگاری کو حصولِ رزق کا ذریعہ بنالیتا ہے۔ کم ظرف مدّاح اور غیر مستحق ممدوح ہوجاتے ہیں، یہ مدح کا ارزل ترین مقام ہے جس سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے اور ایسے مدح نگاروں کے منہ میں خاک بھرنے کا ارشاد ہوا ہے [۱۶]

اسلامی تعلیمات اپنی عمومی روشِ اعتدال کے ساتھ مدح نگاری میں جلوہ ریز ہیں، مدح نگاری ایک انفعالی عمل کا فعالی اظہار ہے اس لئے مدح نگار بیک وقت تاثر پذیر ہوتا ہے اور تاثیر آفریں بھی، وہ ممدوح کی

شخصیت سے مترشح ہونے والی صفات کو قبول کرتا ہے اور پھر اس قبولیت کا اظہار اپنی شدتِ جذبات کے سہارے کرتا ہے، اس دوگونہ عمل میں اگر کسی ایک کی تہذیب و تنقیح مناسب نہ ہو سکے تو نتیجہ غیر تسلی بخش نکلتا ہے اس لئے مدح نگار کی تاثیر پذیری کی اصلاح بھی ضروری ہے اور اس کے اندرونی جذبات کے اظہار کی تہذیب بھی درکار ہے، اسلام طرفین کی اصلاح کا ضامن بنتا ہے تاکہ کسی پہلو بھی غیر صالح خیالات پرورش نہ پا سکیں، ممدوح کا انتخاب بھی غور و فکر چاہتا ہے تاکہ غیر مستحق ممدوح نہ بن جائے، اس کے ساتھ مدح کو بھی آداب سے آشنا ہونا چاہیئے تاکہ فرقِ مراتب کی فطری ضرورت کا احساس باقی رہے انسان کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ خوش ہوتا ہے تو اس کا اعلان بھی کرتا ہے اور اگر ناراض ہو تو ردِ عمل بھی دیتا ہے یہ فطرتِ انسانی کا اقتضاء ہے اور اسلام انسان کو اس فطری حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا، جہاں وہ اس حق کو عین فطرت اور عین واقعہ بنانے کا خواہش مند ضرور ہے اسلام کی یہی فیاضانہ مگر محتاط روش تھی کہ مدح نگاری پر کوئی ناروا پابندی عائد نہ کی گئی بلکہ مناسب اظہارِ جذبات کی راہ دکھائی۔

مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اسی فطری جذبے کا سب سے ارفع اظہار ہے، یہ اپنی مخصوص ہیئت اور عناصر ترکیبی کے حوالے سے منفرد ہے یہ خالص جذبوں اور معطر خیالات کا وہ حسین مرقع ہے جو سراسر محترم اور ہمہ تن مقدس ہے یہ مدح نگار کے ضمیر کی آواز ہے جو سامع کو ہر نوع متاثر کرتی ہے، یہ عام مدیح کی طرح نہ آسان ہے اور نہ ہر کسی کے بس کی بات ہے بلکہ یہ تو ایک مشکل ترین صنف ہے، تاریخی عمل بتاتا ہے کہ وہ شعراء جو ہر کس و ناکس کی مدح میں مبالغے اور غلو کی تمام حدیں پار کر رہے تھے اور جنھیں رائی کا پہاڑ بنانے کا فن بھی آتا تھا مدحِ ممدوحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے تہی دامن ثابت ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ کہہ سکے۔ وجہ یہ تھی کہ سفلی جذبات اور مادی خواہشات کے دام میں اسیر اس روحانی سربلندی کے قابل نہ ٹھہرے تھے۔ پاکیزگی خیالات کے حوالے سے نعت عام انداز مدیح سے قطعاً مختلف ہے اس لئے اسے عام مدحیہ شاعری کا جزو خیال کرنا اور اسی کے پیمانے سے ناپنا اس فنِ شریف سے انصاف نہ ہوگا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نعت کا موضوع وہ ذات ہے جو دیگر ممدوحین سے بلند تر اور عظیم تر ہے وہ ایسے خصائص عالیہ سے متصف ہے جہاں نہ شراکت ممکن ہے اور نہ کما حقہٗ اس کا بیان مدح نگار کے بس میں ہے۔ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا ہر رخ قلبِ شاعر کو تحریک دیتا ہے یہ تو شاعر کا اپنا ظرف ہے حوصلہ ہے کہ وہ جمالِ جہاں آراء کے کن کن گوشوں سے کسبِ فیض کی استطاعت رکھتا ہے نعت مفروضی تصویر کشی نہیں اور نہ واقعات شماری ہے بلکہ یہ ایسا ذاتی عمل ہے جس میں ذاتِ محبوب کا عکس جمیل دل پر نقش ہو جاتا ہے نعتیہ شاعری ممدوح کی سیرت گری نہیں اپنے باطن کا عکس ہے وہ باطن جہاں ممدوح بصد حسن و زیبائی مسند نشیں ہے، موضوعاتِ مدح

کو جب شاعر اپنے داخل کے حوالے سے محسوس کرتا ہے اور اس کا قلبی تناظر اس احساس کو فعال قوّت بنا دیتا ہے تو نعت وجود میں آتی ہے اگر عقیدت و محبّت کا سوز نہیں اور مدح دل کی آواز نہیں تو یہ منظوم سیرت نگاری ہوگی نعت نہیں

نعت کی حدود کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب حد بندی ہے[17]"

اس حد بندی کے عناصر یہ ہیں۔

- ممدوح یکتا اور بے مثال ہے، مدح کے مضامین میں یکسانی کا احتمال ہے کہ مقصودِ نظر ایک ہے۔ وہ ذات جس کا ذکر ہر کہیں ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، مدح نگار کا امتحان ہے کہ وہ کون سا گوشہ انتخاب کرتا ہے تاکہ نعت اس کے داخل کی آواز بنے اور صرف عروضی جمع تفریق بن کر نہ رہ جائے۔

- ممدوح ہمہ صفت موصوف ہے ممدوح اگرچہ ایک ہے مگر اس کی ذات اس قدر لامحدود اور لامتناہی ہے کہ بہت کچھ کہنے کے بعد بھی کہنے کی گنجائش باقی رہتی ہے اس لئے کہ نعت گو کو سیرت کے مطالعہ کا ذوق چاہیئے اور صفات کی کثرت کا احساس بھی۔

- مدح میں اعترافِ عجز چاہیئے۔ نعت گو کو اپنی پوری توانائیاں خرچ کرنے کے بعد بھی عجز کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ذات موصوف کا حق بھی یہی ہے اور احترامِ ذات کا تقاضا بھی یہاں ہر مدح خام اور ہر بیان کوتاہ ہے علاّمہ بوصیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔

وَانْسُبْ إِلٰی ذَاتِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ ۔ وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٍ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ ۔ حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٍ۔[18]

- ادب و احترام کا خیال ہر لحمہ دامن گیر رہنا چاہیئے، موضوع نازک بھی ہے اور عظیم بھی، نازک یوں کہ یہاں جنبشِ لب یا لغزشِ قدم پر دنیا و عقبیٰ کی تباہی کا خطرہ ہے قرآنی تعلیمات کے مطابق اس دربار میں

- صوتی آہنگ عاجزانہ ہو اور آواز پست رہے

- طرزِ خطاب میں انکسار اور تواضع ہے۔

- پکار بے باکانہ نہ ہو کہ یہ سوءِ ادب ہے۔

- اسم ذات سے ندا غیر محمود ہے کہ خود پروردگارِ عالم نے یوں نہیں پکارا۔

- ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کی عزت و حرمت کا احساس بھی دامن گیر رہے۔

- تشبیب عربی قصائد کا ابتدائیہ رہی ہے اس بارے میں علماء مختلف الخیال رہے کہ یہ نعتیہ قصائد کا سرنامہ بن سکتی ہے یا نہیں، دلائل دونوں جانب موجود ہیں مگر یہ بہرحال تسلیم ہے کہ اس سے قاری کے ذہن میں موضوع کی عظمت کے تصوّر کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے، جذباتِ عشق منہ زور ہو کر نعت کی نورانی فضا کو مکدّر نہ کریں بلکہ صرف ذاتِ محبوب کے حواشی کے طور پر آئیں اور "غبارِ ناقہ" سے محمل لیلی کا سراغ ملے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک پرگو شاعر تھے انھیں اصنافِ سخن کی حدود و قیود کا بھی احساس تھا اور شعر کی اثر آفرینی کا بھی۔ اردو، فارسی اور عربی میں ان کی شعری کاوشیں دنیائے ادب سے خراجِ عقیدت وصول کر چکی ہیں، بہت سے ماہرینِ فن آپ کی اردو شاعری کے حوالے سے تحقیقی مقالے مرتب کر چکے ہیں آپ کے شعری ذوق اور ادبی عظمت کو ہر صاحبِ فن نے سراہا ہے، ہماری گفتگو چونکہ صرف عربی شعر کے بارے میں ہے اس لئے ان تمام فنی و ادبی محاسن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ہم عربی شاعری کے تناظر میں اپنی گزارشات پیش کر رہے ہیں، عربی شاعری میں نعتیہ روایت اس قدر قدیم ہے جس قدر قدیم ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے نعت نے اسلامی معاشرے میں ایک برتر صنفِ سخن کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور یہ عقیدت و محبت کا سلسلہ عصرِ حاضر تک عرب دنیا میں اپنی عظمت منوا رہا ہے، غیر عرب اسلامی دنیا میں اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ مدحِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سطوت قائم ہوئی، ہر دلِ مضطر کی پکار نعت کے قالب میں ڈھلی اور غیریت زبان کے باوجود عربی نعتیہ شاعری کا رواج عام ہوا، ترکستان، ایران، افغانستان میں ترکی اور فارسی شاعری کے ساتھ عربی شاعری بھی ارتقا پذیر رہی، برصغیر پاک و ہند میں یہ سعادت ان لوگوں کو حاصل ہوئی جو صاحبانِ علم بھی تھے اور جنھیں صوفیا کی محافل میں رسائی بھی حاصل تھی، صفائے قلب نعتیہ شاعری کا جوہر ہے جس کے بغیر نعت کہی ہی نہیں جا سکتی اسلیئے برصغیر میں یہ صنفِ لطیف صوفیاء کی مجالس میں پروان چڑھی۔ عبد المقتدر تھانیسری، مولانا احمد شریعی، شیخ حامد جمالی، شیخ محمد یعقوب صرفی، مولانا فیض احمد بدایونی، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز دہلوی، غلام علی آزاد بلگرامی، مولانا محمد حسن سنبھلی، شاہ عبد القادر بدایونی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا خیر الدین،

وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کی توجہ سے عربی شعر کو جلا ملی اور عربی نعتیہ شاعری کا وجود برقرار رہا، مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ اسی گروہ کا نمائندہ نام ہے جن کی شاعری کا سارا سرمایہ نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے عجمی ماحول میں زندگی گزارنے والے علماء اپنی ذاتی کاوشوں سے اس رابطے کو قائم رکھ سکے تھے یہ محنت طلب کام تھا مگر باطنی کیف اور ذوقِ فراواں ان مشکلات سے کامیاب گزرنے میں معاون رہے، شاعری کو دو حوالوں سے ناپا جا سکتا ہے۔ کمیت کے پیمانے سے یا کیفیت کے حوالے سے، فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی عربی شاعری برصغیر کے بہت سے بزرگوں سے تعدادِ شعر کے لحاظ سے زیادہ ہے، اگرچہ آپ کی عربی شاعری پر کوئی مستقل تالیف سامنے نہیں آئی مگر پھر بھی جو کچھ ان کی تحریروں میں بکھرا ہوا ملتا ہے وہ ایک مستقل دیوان کا حجم ضرور رکھتا ہے۔ اب تک جو اشعار دستیاب ہو چکے ہیں ان کے مطابق مراثی تقاریظ، مدحیہ کلام اور مناظرانہ انداز شعر کا مجموعہ چار سو شعر کے قریب ہیں جبکہ نعتیہ شاعری کی مناسبت سے ۳۵۳ اشعار موجود ہیں اس طرح آپ کے عربی اشعار کی مجموعی تعداد ۷۵۱ شعر ہے اور یہ تعداد ایک عربی دیوان کے عمومی حجم سے بھی زیادہ ہے، کمیت کے اعتبار سے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ عربی زبان وادب کے طلبہ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں کہ برصغیر میں اس حد تک پُرگو شاعر کم دیکھنے میں آیا، عربی شعر کے حوالے سے محققین کو اس جانب اپنی تحقیقات کا رُخ موڑنا چاہیئے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے کلام کا داخلی مطالعہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ اس میں جا بجا قدیم عربی شاعری سے مولانا کا شغف نمایاں ہے، علماء فن جانتے ہیں کہ مطالعہ علمی پیش رفت کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، علامہ اقبال کی شاعری میں ایسے حوالے ہر کہیں موجود ہیں بعض اساتذہ نے اس ذہنی ربط کا سراغ لگانے کی بھی کوشش کی ہے آپ نے مولانا فضل الرسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی مدح میں ۳۱۲ اشعار پر مشتمل قصیدہ لکھا، یہ نونیہ قصیدہ عربی قصائد میں اپنی فصاحت وبلاغت اور روانی کی بناء پر بلند مقام رکھتا ہے، اس میں الفاظ کا در وبست اور خیالات کا بہاؤ اس قدر منضبط ہے کہ پورا قصیدہ ایک اکائی بن گیا ہے اس کی ابتداء میں عربی قصائد کے مشتملات کی مناسبت سے تشبیب کہی گئی ہے اور قدیم عربی قصائد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ "کتاب الحماسہ" میں جعفر بن عبد الحارثی کے اشعار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، آپ نے اپنے قصیدے میں اس کا ماہرانہ انداز میں ذکر کیا اور بعض عمدہ اضافے کئے فرماتے ہیں۔

بَانَتْ وَمَا لَانَتْ فبانت لوعتی	یَا خَيْبَتِي فی الصبر والکتمانِ
راحت ازمۃُ راحتی من راحتی	وکذاک کلُّ مُوَدِّعِ الاخدانِ
وَلَّتْ وَمَا وَالَتْ فوالَتْ عَبْرَتِی	لِمَ لا اهیم اِذَا الْحَبِيْبُ جفانی۔[19]

مولانا کی شاعری میں تشبیب کا حوالہ تو ضرور ہے مگر آپ کبھی بھی اپنے مقصودِ نظر سے غافل نہیں ہوتے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے غیابت کا ایک لمحہ بھی گوارا نہیں اس لئے اگر کہیں روایتِ قصیدہ کو نبھایا تو صرف اس حد تک کہ ان کے اشعار کا ماضی سے رشتہ نہ ٹوٹ جائے چنانچہ فرماتے ہیں۔

مَاکَانَ ھٰذَا دَیْدَنِی اَلکِنَّہٗ تشبیبُ شعرٍ لادَدَا لشُّبّانِ [۲۰]

مولانا کی نعتیہ شاعری کا مرکزی نقطہ توسل و استغاثہ ہے آپ کے ہاں شعری حکایت کا تصور نہیں ہے آپ جو کچھ کہتے ہیں اسے اپنے دل کی آواز اور روح کی پکار بناتے ہیں، ان کا رجحان طبعی خودسپردگی اور جاں دادگی کا غماز ہے۔ کیف آمیز وجدانی احساسات نے ان کی شاعری کو والہانہ پن عطا کیا ہے آپ جس زبان میں بھی اظہار کرتے ہیں یہی طرزِ ادا اپناتے ہیں، بے ساختہ پکار آپ کی شاعری کا امتیازی وصف ہے مولانا کے استغاثے میں زندگی کی بے چینیوں سے سکون کی تلاش، شرِ اعداء سے حفاظت کا سامان اور آخرت میں توسل و شفاعت کی تمنا شامل ہے دنیا کے مصائب سے پناہ کی خواہش کے ضمن میں مدینہ منورہ کی حاضری، تصوراتی حضوری اور فراق کی چبھن کے مضامین بیان کئے گئے ہیں، یہ حصہ آپ کے وجدان کا مظہر ہے، آپ بھری دنیا سے منہ موڑ کر ایک دربار کے زلہ ربا ہونے میں راحت پاتے ہیں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کا کوئی ممدوح نہیں اس لئے ان کی عقیدت و محبت توحید مست ہے، دوئی اور شراکت کا کوئی شائبہ اس وحدتِ فکر کو داغدار نہیں کرتا، آپ صرف اپنے کریم کے گدا ہونے میں سکون پاتے ہیں اور مدحِ اہلِ دُوَل، ان کے مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ کاسہ لیسی کی ہر جہت سے محفوظ رہنا وہ کارنامہ ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی، علومِ دینیہ کی مہارت اور تعلیماتِ اسلامیہ کی محبت نے آپ کو سیرت اور حواشئ سیرت کے لاتعداد موضوع مہیا کر دیے تھے، موضوعات کی کثرت اور خیالات کی بہتات نے کلام میں حکایاتی انداز پیدا نہیں ہونے دیا، واقعہ نگاری سے اجتناب اور احترام میں بسی ہوئی شرمیلی آنکھ نے آپ کو منفرد وصف عطا کر دیا ہے، شریعت کی مطابقت نے شعر کو مقدس اور صاحبِ شعر کو محترم بنا دیا ہے۔ سیرت نگاری یا فضائل شماری ان کی شاعری کا ہدف نہیں بلکہ واقعاتِ سیرت کے قلبی تاثر اور فضائل و خصائل کے داخلی وجدان کا اظہار مقصود ہے، واقعات ہوں یا فضائل، یہ خارج کی بات نہیں بلکہ آپ کے لوحِ قلب پر منعکس خیابانیاں ہیں کہ ان کی پرچھائیاں اشعار کے آئینوں میں جگمگا رہی ہیں، مولانا کے ہاں موضوعاتِ مدح محرکاتِ نفس میں ڈھل گئے ہیں اس لئے ان کی مدحیہ شاعری میں جذبات کی فراوانی اور خیالات کی سرشاری عطر بیز ہے دربارِ رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ طلبی ان کا خاص موضوع ہے اس لئے والہانہ پکار بھی ہے اور قلبِ مضطر کا استغاثہ بھی

رسول اللہ انت لعثت فبنا ۔۔۔ کریما رحمۃً حصناً حصیناً

تخوّفنی العدی کیداً متینا ۔۔۔ آجرنی یا امان الخائفینا [۲۱]

اس کرم و رحمت پر انھیں اس قدر اعتماد ہے کہ ان کے استغاثے کامل سپردگی کا مظہر بن گئے ہیں، پکار کی شدت اور طرزِ ادا کی انفرادیت دیکھیئے فرماتے ہیں۔

رسول اللہ انت المستجار ۔۔۔ فلا اخشی الاعادی کیف جاروا

بفضلک ارتجی ان عن قریب ۔۔۔ تمزّق کیدھم والقوم بادوا [۲۲]

ایک مقام پر جب کہ وہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صیانت کے لئے شمشیرِ بے نیام نظر آتے ہیں اپنی قوت اور دشمنوں پر یلغار کی شدت کا حوالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کو قرار دیتے ہیں۔

وَلُذْ بِرَسُوْلِہٖ فَلِیَاذُہٗ الحقُّ ۔۔۔ وَعَاھَدَہٗ مِنَ اللّٰہِ الْعُھُوْدُ

جِوَارٌ لَا یُضَامُ وَلَا یُرَامُ ۔۔۔ وَرُکْنٌ لَا یُھَدُّ وَلَا یَھِیْدُ [۲۳]

یہی یقین مختلف پیرایوں میں بیان ہوا ہے کہیں تو انداز بیانیہ ہے جیسے

رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْتَ لَنَا الرَّجَاءُ ۔۔۔ وَفَضْلُکَ وَاسِعٌ وَحَبَاکَ جُوْدٌ [۲۴]

اور کبھی سامعین کو یہی بات نصیحت کے انداز میں بتاتے ہیں تاکہ ان میں اعتماد اور حوصلہ پیدا ہو

حَبِیْبَ اللّٰہِ مَنْ تَقْرُبْہُ حِفْظاً ۔۔۔ فَکُلُّ کَرِیْھَۃٍ عَنْہُ بَعِیْدٌ [۲۵]

اور فی الواقع ایسا ہی ہوتا ہے ہمیشہ سے یہی دربارِ انسانیت کی پناہ گاہ اور حفاظت گاہ رہا ہے اور قیامت تک یہ فیض جاری رہے گا مولانا کو اپنے نظریات اور معتقدات پر اس قدر یقین ہے کہ حوادثِ زمانہ کا کوئی جبر انھیں متزلزل نہیں کر سکتا یہ صرف لفظ نہیں بلکہ ان میں پرخلوص جذبوں کا بحرِ بے کنار موجزن ہے . . . . فرماتے ھیں۔

بک استغاثۃ الانام فی البلا ۔۔۔ تکشف عنھم کل ما بہ بلوا [۲۶]

مزید فرمایا

ما نال خیراً من سواہ نائلٌ ۔۔۔ کلّا ولا یرجی بغیرہ نائلٌ

یہ حتمی فیصلہ اس لئے ہے کہ

منہ الرجا منہ العطاء منہ المدد ۔ فی الدین والدنیا وللاخری للاَبد [۲۷]

اس اعتماد کا سبب صرف ان کا ذاتی حوالہ نہیں وہ روایات اور شواہد ہیں جو احادیث کی کتب میں مذکور ہوئے اور حسن کی صورت کا ہر کسی نے اعتراف کیا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔

وکل خیر من عطاء المصطفیٰ ۔ صلّی علیہ اللہ مع من یصطفیٰ

اللہ یعطی والحبیبُ القاسم ۔ صلّی علیہ القادۃ والاکارمُ [۲۸]

مولانا کا وظیفہ حیات ہی یہی ہے کہ وہ سرکار گردوں پناہ کے حضور استغاثے پیش کرتے رہیں، بیانیہ انداز ان کے اعتماد کا مظہر ہے اور ندائیہ اندازِ طلب ان کی وارفتگی کا آئینہ دار ہے ان کی دعا میں بھی یہی حوالہ معتبر ہے کہ یہی قبولیت کا واحد ذریعہ ہے حضورِ حق میں اپنے آقا و مولا کا توسل ان کی شاعری کا امتیازی وصف ہے اور یوں حمد اور نعت میں قرب کی منزل پیدا ہوتی ہے فرماتے ہیں

الٰھی الیک بالحبیب توسلی ۔ بہ فاغفر اللّٰھم ذنبی وزلتی [۲۹]

اپنی مشہور حمد میں جو ستر اشعار پر پھیلی ہوئی ہے فرماتے ہیں۔

فالیٰ العظیم توسّلی ۔ بکتابہ وبأحمد

وبمن أتی بکلامہ ۔ وبمن ھدی وبمن ھُدِی

وبطیبۃ وبمن حوت ۔ وبمنبر وبمسجد [۳۰]

کبھی توسل کے حصار کو بھی توڑ کر اپنے آقا کے حضور خود حاضر ہو گئے اور خطاب میں بے پناہ جوش در آیا۔

یامالکَ النّاسَ النبیّ المصطفیٰ ۔ اِشْفعْ بِعَبدِکَ دافعاً لِبلَاءِ [۳۱]

انھیں محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و کرم سے امید ہے کہ آپ اپنی سرشتِ حیا کے صدقے ان کی لاج رکھ لیں گے اس لئے بسا اوقات طلب خفی پر اکتفا کرتے ہیں۔

أأذکر حاجتی عن من کفانی ۔ حیاؤک ان شیمتک الحیاء

رسول اللہ فضلک لا یحصی ۔ وَلا یجوزک السامی الانتہاء

فان اکرمتنا دنیا واُخری ۔ ولیس بجرک تنقصہ دلاء [۳۲]

مولانا اس وارفتگی میں اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے ترانے گاتے اور خصائص عالیہ شمار کرتے جاتے ہیں لیکن فضائل و شمائل کا تذکرہ تمہید ہوتا ہے ان کی اپنی روداد غم کے تذکرے کی اس لئے صرف مدح آپ کے ہاں نہیں ملتی، انھوں نے ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور سے مشاہدہ نہیں کیا، نہ ظاہر میں نہ تصور میں بلکہ آپ انھیں اپنے قلب و جگر میں جاگزیں پاتے ہیں اس لئے عرضداشت کا رنگ سرگوشی کا سا ہے اور جہاں پکار ہے تو وہ سرفرازی قسمت کا بے ساختہ اظہار ہے، ہمہ وقت قرب کا تصور مدام سلام کا خیال ابھارتا ہے اس لئے مولانا کبھی ان کے کرم کی بھیک مانگتے ہیں تو کبھی جذبوں کے ہدایا نظر کرتے ہیں۔

وافضل الصلوٰت الزاکیات علی ۔۔۔ خیر البریہ منجی الناس من سقر [۳۳]

وہ ایسا درود پیش کرنے کی خواہش رکھتے ہیں جو ہر دم ہو اور جسے کبھی ختم ہونا نصیب نہ ہو۔

صلاۃ لا تُحَدُّ وَلَا تُعَدُّ ۔۔۔ وَلا تَخْنیٰ وَاِنْ فَنِیَتْ اُبُودُ

سَلامٌ لَا یُمَنُّ وَلا یُسَانی ۔۔۔ وَلا یَبلیٰ متیٰ بَلِیَتْ عُهُودُ [۳۴]

اسی لئے حمد میں بھی یہی تصور دامن گیر رہتا ہے کہ درود کو خالق کا حوالہ حاصل رہے تا کہ اس کا دوام حتمی قرار پائے، دعا میں بھی محبوب ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا خیال مرکز دعا بنا رہتا ہے، فرماتے ہیں۔

وصلاته دوما علی ۔۔۔ خیر الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وادم صلاتک والسلام ۔۔۔ علی الحبیب الاجود

ما غردت ورقا علی ۔۔۔ بان کخر مغرد [۳۵]

ان کا ایمان ہے کہ کوئی پسند کرے یا نہ کرے منکسر المزاج مومن کا حق ہے کہ ایسے موقعوں پر سراپا احترام بن جائے اور احتراماً قیام کرے تا کہ حضوری کا تصور بھی رہے اور عاجزانہ حاضری کا خیال بھی۔

فحق خضوع الوجہ رغما لکارہ ۔۔۔ وان ینهض الاشراف عند سماعہ

قیاما صفوفا او جثیا علی الرکب [۳۶]

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کا محور جذبۂ عشق ہے، ایسا جذبہ جو اپنے اظہار میں مؤدب ہے ان کا لہجہ متواضع اور ان کا اندازِ خطاب ملتجیانہ ہے، لفظوں میں متانت اور طرز ادا میں انکسار ہے، ذاتی احکام ہر لمحہ پیش نظر رہتے ہیں تو دربارِ نبوی کا جمال ہر دم حوصلہ بڑھاتا ہے۔ جذب و انجذاب کا یہ سلسلہ ہمہ وقت ان کی شاعری میں موجزن

ہے محبت وعقیدت کی اس فضا میں اس لمحہ ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے جب کسی جانب سے ذاتِ ممدوح کے احترام میں کمی کا احساس ابھرتا ہے، ان کی بے پناہ محبت دفاعِ ذاتِ رسالت میں شمشیرِ بُرّاں بن جاتی ہے ایسے میں ان کا والہانہ پن دیدنی ہوتا ہے، ہر جانب سے للکارتے ہیں اور ہر حملہ پسپا کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اردو اور فارسی کلام میں ایسے مناظر کثرت سے نظر آتے ہیں مگر عربی شاعری تو ان کے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے ہے کہ اس کے سامعین عوام نہیں اس لئے یہاں ایسے لمحات کم آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عربی شاعری میں جب مقام مصطفوی کا تحفظ بھی مقصود ہے تو بھی لہجہ عالمانہ رہا ہے جب کہ اردو فارسی میں کہیں کہیں معلمانہ کیفیت بھی پیدا ہوئی ہے

مولانا کی شاعری کا مجموعی جائزہ یہ واضح کر دیتا ہے کہ ان کی نعت پر قرآنی ادب کا سایہ ہے۔ کہیں بھی جوشِ محبت بے راہ نہیں ہوتا اور کسی مقام پر بھی شعر جذبوں سے خالی ہو کر صرف عروضی کرشمہ سازی دکھائی نہیں دیتا، شعر حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے بھی معطر خیالات کا امین ہے اسلام کا مقصود ہر آن رہنما ہے نہ کہیں شعری ضرورت راہِ راست سے بہکاتی ہے اور نہ سرمستی بے قابو ہونے پر اکساتی ہے جوش وولولہ بے حد حسابِ عقیدت، کامل محبت اور شوقِ ربانی کا شوق فراواں اپنی بہار تو دکھاتا ہے مگر انگشت نمائی کا موقعہ فراہم نہیں کرتا مولانا کی شاعری اسلامی نظریات کی حامل شاعری کا بہترین نمونہ ہے کہ جس میں شعریت اور شریعت گلو در گلو ہیں اور یہی آپ کی شاعری کا نقطہ کمال ہے۔

کہتے ہیں کہ شاعر کو شعر گوئی کا ملکہ فیاض فطرت عطا کرتی ہے، وہ شعر کہتا نہیں شعر اس سے ہو جاتا ہے، مولانا ایسے ہی مطبوع اور فطری شاعر تھے کہ شعر ان پر نازل ہوتے تھے اس وہبی کمال کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے مطالعے اور محنت سے شعری علوم پر بھی مکمل دسترس حاصل کر لی تھی، انھیں شعر کے تمام جوانب کا... احساس رہتا تھا، لفظی مناسبت اور معنوی حسن ان کے شعری ذوق کے بنیادی عناصر تھے، ایک ایک لفظ منتخب ہے اور معانی کا ہر پہلو ذوقِ جمال کے معیار پر تلا ہوا ہے حتّٰی کہ کسی دوسرے سے کچھ سنتے تو نامحبوب خیال یا نامانوس لفظ پر فوراً گرفت فرماتے، یہ خیال کبھی محو نہ ہوتا کہ دربار گہر بار میں تحائف پسندیدہ ہونے چاہئیں، مولانا احمد بخش تونسوی علیہ الرحمہ نے ۱۴۱ اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوصف ۱۰۱ شعروں میں ترمیم واصلاح فرمائی ۲۶ اشعار بدل دیے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا اصلاح کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ لغوی، صرفی، نحوی اور عروضی کوئی پہلو بھی نظر انداز نہیں ہوا اور

سب سے بڑھ کر قیام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی، مولانا عقائد میں جھول اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اس لئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً ترمیم کی مثلاً ایک شعر تھا۔

اِن کنتَ عونًا لِی ایا مالکی مِنْ قَدْرِکَ الاَعلیٰ فلا یقلّ ۳۷

اس میں اوّلاً عونًا لی کو عون العبد بنایا تاکہ معاونت سرکار محدودیت کا شکار نہ ہو پھر ایا مالکی کو یا مالکی کیا اور آخر پر مِنْ قدرِکَ الموفور لا یقلّ کر دیا، حاشیہ پر ترمیم کی وجہ یہ لکھی۔

"ایا وھیا و ھمزہ کے ساتھ اللہ ورسول کو ندا مجھے پسند نہیں، یونہیں اردو میں "او" کے ساتھ سخت گراں گذرتی ہے اور معمولات جزا کی ف پر تقدیم نہیں ہوتی۔"

محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحظہ قریب تر جاننے والے پر بعید کی ندا گراں گذرتی ہے، ایک اور شعر ہے۔

لکننی ابنی شغفتُ بہ ـ حباً ولکن قد یتساھل

اس شعر کو مکمل طور پر بدل دیا اور لکھا

مولای لی ابن قد شغفتُ بہ ـ حباً ولکن ارا یھملُ

وجہ یہ ارشاد فرمائی "ابنی میں ھمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تساہل غالباً متعدی بنفسہٖ نہیں اور تاسیس تھی اور پہلا لکن بے محل تھا۔" ۳۸

اس پورے قصیدے میں آپ کی ترامیم اور اصلاحی مشورے اتنے جاندار ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے ایک ایک لفظ آپ کے تنقیدی شعور کے معیار پر پرکھا گیا ہے۔ مولانا کو نہ لفظی بے کیفی پسند ہے اور نہ معنوی تضاد اور بے ربطی، اپنے خط میں مجموعی رائے دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیر نہ عروضی ہے نہ لغوی، فنون ادب میں درسیات بھی نہ پڑھیں نہ یہاں پہاڑ پر کوئی کتاب لغت و ادب و عروض کی حاضر، اپنے ذوق پر جو خیال میں آیا عرض کیا۔"

مولانا کو یہ ذوق بھی قرآن وحدیث سے ہی عطا ہوا تھا اس لئے فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک حتی الامکان احتیاجِ تاویل سے بچنا چاہیے کہ حدیث میں فرمایا" ایاک وما یعتذر منہ۔" پھر عربی ادبیات کے حوالے سے اور اپنے ذوق شعری کی بنا پر فرماتے ہیں۔

• زحافِ نامطبوع سے اگرچہ مجوز ملیحہ عرب میں رواج بھی ہو حتی الوسع احتراز اچھا معلوم ہوتا ہے۔ فعلن ضرب میں بدلنا تو ضرور تھا ہی بوجہ کثرت عروض میں رہنے دیا ہے ورنہ میرے مذاق پر ثقیل ہے، نظم عربی میں دخیل وتاسیس کی رعایت واجب ہے ہوتا تو سب میں ہوتا حالانکہ ۸۶ میں نہیں صرف ۲۸ میں ہے اور نہیں کو بدل دیا۔" ۳۹

یہ جملے مولانا کے تنقیدی شعور کی شہادت دے رہے ہیں اور عربی شعر کے جملہ اوصاف اور لغوی، نحوی اور عروضی پہلوؤں پر آپ کی ماہرانہ دسترس کے گواہ ہیں اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو دین کی سمجھ عطا کی اور اس راستی فہم نے تمام علمی وادبی محاسن سے مالا مال کر دیا، فیاض ازل کی رحمت نے آپ کو کسی پہلو بے توفیق نہیں چھوڑا ریاضی وحساب جیسے فنی شعبوں میں ان کی نظر کا اعتراف بڑے بڑے ریاضی دانوں نے کیا ہے، فقہی میدان میں مسائل دورِ حاضر کا شرعی حل اور درست استخراج ان کی عظمت کا وہ نشان ہے جس کا علامہ اقبال تک نے محبت سے ذکر کیا ہے۔ اردو شعر کی عظمت کا ناقدینِ فن نے اعتراف کیا ہے اور ادبی حلقوں نے خراجِ محبت پیش کیا۔

عربی شعر کا یہ مختصر جائزہ مولانا کی عبقریت کا منہ بولتا ثبوت ہے، یہ گذارشات بہت محدود نوعیت کی ہیں کہ آپ کے شعری محاسن پر باضابطہ تحقیق کی ضرورت ہے۔ "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کی مساعی قابلِ قدر ہیں کہ اس کے ذریعے ہم جیسے طلبہ کو اس نابغۂ عصر سے آشنائی حاصل ہوتی ہے، اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے اور لوگ ذاتی انا کے حصار اور شخصی مخاصمت کے گرداب سے نکل کر "مجدد مائۃ حاضرہ" کی عظمتوں کا اعتراف کرنے کا حوصلہ پا سکیں، آمین

وَصلاۃُ رَبِّی دائماً اَبداً عَلٰی خیرِ البریۃِ سَیّدِ الاَکوانِ ۴۰

مراجع

۱۔ محیط الدائرہ ص: ۳

۲۔ مرآۃ الشعر ص: ۱۶

۳۔ العمدۃ ج: ۱ ص: ۷۷

۴۔ الالیانہ السلامیہ الجدیدۃ ص: ۱۷۸

۵۔ العمدۃ ج: ۱ ص: ۲۴

۶۔ مفردات القرآن مادہ : شعر

۷۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب باب بیان الشعر

۸۔ العمدۃ ج: ۱ ص: ۹

۹۔ سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر

۱۰۔ سنن ابن ماجہ ج ۲ باب الحکمۃ

۱۱۔ جامع الترمذی ج ۲، باب ماجاء فی انشاد الشعر، صحیح مسلم ج ۲ کتاب الشعر

۱۲۔ البخاری ج: ۱ کتاب الصلاۃ باب الشعر فی المسجد

۱۳۔ شعر الدعوۃ الاسلامیہ ص: ۱۳۶

۱۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۲۱

۱۵۔ سیرت ابن ہشام ج: ۴، ص: ۱۶۴

۱۶۔ صحیح مسلم المجلد الثانی۔ کتاب الشعر

۱۷۔ الملفوظ حصہ دوم ص: ۴

۱۸۔ قصیدۂ بردہ الامام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ قصیدتان رائعتان ص: ۱۳

۲۰۔ ″ ″ ″ ص: ۱۶

۲۱۔ حدائق بخشش حصہ سوم ص : ۸۱

۲۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۲۳۔ امال الابرار ص : ۲۱

۲۴۔ حوالہ مذکورہ ص : ۲۲

۲۵۔ 〃 〃 〃 〃

۲۶۔ قصیدہ مولانا احمد بخش تونسوی، مخطوطہ ص : ۳

۲۷۔ حدائق بخشش حصہ سوم ص : ۸۱

۲۸۔ حوالہ مذکورہ

۲۹۔ حیات اعلیٰحضرت مولانا ظفر الدین ص : ۱۴۶

۳۰۔ الفتاوی الرضویہ المجلد الاول ص : ۳۷۱

۳۱۔ ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذوالقعدہ ۱۳۳۸ھ ص : ۳

۳۲۔ قلمی نسخہ بروایت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ

۳۳۔ حدائق بخشش حصہ سوم ص : ۹۶

۳۴۔ امال الابرار ص : ۲۴

۳۵۔ الفتاوی الرضویہ جلد اول ص : ۳۷۱

۳۶۔ تقریظ انوار ساطعہ لعبد السمیع رامپوری ص : ۲۷۲

۳۷۔ قصیدہ مولانا احمد بخش تونسوی (مخطوطہ) ص : ۵

۳۸۔ 〃 〃 〃 〃 ص : ۶

۳۹۔ 〃 〃 〃 ابتدائی تحریر بصورت خط

۴۰۔ قصیدتان رائعتان ص : ۳۴۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعمت اور اظہارِ حقیقت کے طور پر اپنی نعت کے بارے میں فرمایا۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ — بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے سرکارِ دو عالم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ ممنون ہے دنیا سرزمین مکہ کی جہاں ایک ایسا آفتابِ ہدایت طلوع ہوا کہ جس نے نہ صرف عرب کے ذرّے ذرّے بلکہ کائنات کے گوشے گوشے کو منور کر دیا۔ احسان مند ہے عالم گلستان مکہ کا جہاں ایک ایسا پھول کھلا کہ جس نے دنیا کے کونے کونے کو معطر فرما دیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر — رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

روایتوں میں ہے کہ آپ کی ولادتِ طیبہ کے وقت حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوئے چنانچہ عثمان بن العاص کا بیان ہے کہ میری والدہ محترمہ حضرت فاطمہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ ہوئی تو اس وقت میں موجود تھی حضور کی ولادت کے وقت گھر کے در و دیوار تمام چیزیں منور تھیں۔ آسمان کے ستارے گھر

لہ سارا ایک جگہ کا نام ہے جہاں کا عنبر دنیا بھر میں مشہور ہے۔

کے بالکل قریب دکھائی دیتے تھے یہاں تک کہ مجھ کو خوف ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔

(الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ)

کیا ہی نفیس انداز میں اس کی ترجمانی اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا — بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق جس وقت آپ شکم مادر سے سطح ارضی پر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک نور برآمد ہوا جس سے شام تک کے محلات جگمگا اٹھے۔ (الانوار محمدیہ)

اسی لیئے امام اہلسنت فرماتے ہیں۔ ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے — میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق سرکار کی ولادت کے وقت تین جھنڈے نصب کیئے گئے تھے ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبے کی چھت پر۔ (الانوار محمدیہ)

معلوم ہوا کہ سرکار کی ولادت کے وقت رب کی جانب سے جھنڈے لگائے گئے تھے۔ جھنڈا لگانا نہ کفر میں داخل ہے نہ شرک میں اور نہ بدعت کے دائرے میں۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔ ؎

حشر تک ڈالیں گے پیدائش مولا کی دھوم — مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا — دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائینگے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنے دین میں داخل فرمالیجیئے اس لیئے کہ آپ کی نبوت کی نشانی میں نے آپ کے بچپن میں دیکھی ہے کہ آپ گہوارہ میں تھے اور جدھر جدھر آپ کی انگلی کا اشارہ ہوتا ہے چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔ (الانوار محمدیہ)

ہم خاکی ہیں اس لیئے ہمارے بچے خاک کے کھلونوں سے کھیلتے ہیں حضور علیہ السلام نور ہیں اس لئے رب نے نور کا کھلونا عطا فرمایا۔

امام اہلسنت فرماتے ہیں ؎

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں — کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

سب کے آقا خود ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ، یعنی اللہ نے سب سے پہلے اپنے نور سے میرا نور پیدا فرمایا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ ؎

نور اوّل کا جلوہ ہمارا نبی بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا

حدیث قدسی ہے کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور کہا کہ اے آدم اپنے سر کو اٹھاؤ۔ جب حضرت آدم نے اپنے سر کو اٹھایا تو عرش کے پائے پر ایک نور دیکھا۔ عرض کی اے رب! یہ کیسا نور ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تمہاری ذریت سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یہ انھیں کا نور ہے ان کا آسمانی نام احمد ہے اور فرش پر ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر انھیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو تمھیں بھی پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث پاک کی عکاسی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس انداز میں فرماتے ہیں۔ ؎

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ

حدیث قدسی ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کے بعد دیگر انبیاء کرام کے انوار کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب سے حکم فرمایا کہ اے حبیب آپ ان انوار کی جانب دیکھیں۔ آپ کا دیکھنا تھا کہ سارے انبیائے کرام کے انوار پر پردہ پڑ گیا۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اے رب کریم کس کے نور نے ہمارے انوار پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے اگر تم سب ان پر ایمان لاؤ تو تمھیں نبوت سے نوازوں گا۔ سبھوں نے عرض کی ہم ایمان لائے ان پر ان کی نبوت پر۔ تو رب نے فرمایا کہ تمھارے اس معاہدے کا میں گواہ ہوں۔ (انوار محمدیہ) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

چھپ گئے تیری ضیاء میں تارے تو ہے خورشید رسالت پیارے

تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں انبیاء اور ہیں سب مہ پارے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے جلوہ فرما تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور کی پیشانی اقدس پر پسینے کے قطرات تھے ان سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں میں یہ دیکھ کر حیران ہو گئی اور کاتنے سے رک گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں حیرانی کیسی ہے۔ عرض کی حضور میری حیرت کی وجہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ آ رہا ہے اور پسینے کے ہر قطرہ سے نور کا فوارہ جاری ہے۔ (خصائص جلد اوّل)

والله جو مل جائے میرے گل کا پسینہ　　مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان الشمس تجری فی جبینتہ۔ (خصائص اول)

گویا آفتاب آپ کی پیشانی میں رواں ہے اسی لیئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں　　اے جانِ جاں میں جانِ تجلّی کہوں تجھے

جواہر البیان میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی پیشانی اس قدر چمکدار اور روشن تھی کہ جب گیسوئے مبارک کو پیشانی سے اٹھا لیتے تو معلوم ہوتا کہ ایک روشن چراغ ہے جو دمک رہا ہے چنانچہ ایک صحابی رسول حضرت عبداللہ بن سلام کا بیان ہے کہ جب حضور کا چہرۂ زیبا میں نے دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

فاضل بریلوی فرماتے ہیں ؎

جس سے تاریک دِل جگمگانے لگے　　اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

حضرت جابر بن سمرہ کا بیان ہے کہ میں نے سرکار کو سرخ لکیروں والی چادر میں ملبوس چاندنی رات میں دیکھا تو میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی آقا کی طرف دیکھتا تو میرا آقا چاند سے زیادہ حسین مجھے نظر آیا۔ (شمائل ترمذی) (فاضل بریلوی فرماتے ہیں ؎

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا　　ہے گلے میں آج تک کورا ہی کُرتا نور کا

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر　　بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ میں نے کائنات کا گوشہ گوشہ دیکھا مگر رسول اللہ سے زیادہ افضل کسی کو نہ پایا۔ (الانوار المحمدیہ) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے　　سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس پہ مہر نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھا جس میں گوشت کے ساتھ قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (خصائص کبریٰ ص۱ ، ابن عساکر)

حجرِ اسود کعبہ جان و دِل یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جب سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) صبح کی نیند سے بیدار ہوتے اور ابوطالب کے بچوں کی مجالس کو اپنے جمال جہاں آراء سے آراستہ کرتے تو اس وقت اِن سب کے بال بکھرے ہوتے لیکن حضور علیہ السلام کے گیسوئے عنبریں بغیر کنگھی کے آراستہ ہوتے اور بغیر سرمہ ڈالے چشم عالم سرگیں ہوتیں

شانۂ پنجا قدرت تیرے بالوں کے لئے کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)

رفع ذکرِ جلالت پہ ارفع درود شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک کشادہ تھے جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے اُن ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

ایک روز حضور علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں صحابہ کرام سے فرمایا تم میں سے جو جنوں کو دیکھنا چاہے وہ آج رات کو حاضر ہو۔ ابن مسعود کا بیان ہے کہ میرے علاوہ کوئی حاضر نہ ہوا۔ حضور مجھ کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ جب مکہ معظمہ کی بلند جانب پہنچے تو آپ نے اپنے پائے اقدس سے میرے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا۔ اسی میں بیٹھے رہنا۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو آپ کو ایک بڑی جماعت نے گھیر لیا اور وہ میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو گئی۔ راستے میں حضور کی ملاقات کسی ... آپ نے فرمایا کون گواہی دیتا ہے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ وہاں ایک درخت متصل تھا آپ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت میری شہادت دے تو تم مانو گے۔ انھوں نے جواب دیا ہاں، پھر آپ نے اس

درخت کو بلایا اور اس نے آپ کی رسالت کی گواہی دی تو وہ سب جن ایمان لے آئے (نسیم الریاض)

جس وقت ہوئی تم کو گواہی کی ضرورت — بت بول اٹھے پڑھنے لگے کلمہ شجر بھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے حضور ساقیٔ کوثر مالک بحر و بر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا اس سے آپ نے وضو کیا۔ صحابہ کرام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے اور نہ وضو کے واسطے مگر اسی قدر کہ جتنا کہ حضور کے لوٹے میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ پاک کو لوٹے میں رکھا تو لوگوں نے ایمان افروز منظر کو دیکھا کہ پانی آپ کی نورانی انگلیوں سے چشمہ کی طرح جوش مارنے لگا۔ اس پانی کو صحابہ کرام نے جی بھر کر پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا تم سب کتنے آدمی تھے انھوں نے جواب دیا ہم کل پندرہ سو آدمی تھے اگر لاکھ بھی ہوتے تو پانی کفایت کر جاتا۔ ؎

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر — ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری — جوش پر آتی ہے جب غمخواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی نے ابھی نمازِ عصر نہ پڑھی تھی۔ آفتاب ڈوبتا رہا اور حضرت علی خاموش بیٹھے رہے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر میں نماز کے لئے اٹھا تو حضور کے آرام میں خلل واقع ہوگا۔ آفتاب ڈوب گیا اور حضرت علی کی عصر قضا ہو گئی۔ حضور نے بیدار ہو کر ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ گئے ہوئے دن کو عصر بنایا اور حضرت علی کی گئی ہوئی عصر ادا کے ساتھ پڑھا دی۔ آفتاب آسمان پر رہتا ہے مگر حضور علیہ السلام کی بادشاہت ان پر بھی جاری ہے کہ ادھر سے اشارہ ہوا ادھر سے اطاعت ہوئی۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں ؎

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

حدیث شریف میں ہے۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے حضرت ربیعہ سے خوش ہو کر فرمایا (سل) کچھ مانگو۔ انھوں نے عرض کی (اسئلک مرافقتک فی الجنۃ) یعنی میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے

ساتھ رہوں ۔ ارشاد فرمایا (اَعَیرَ ذٰلِکَ) کچھ اور مانگتا ہے؟ عرض کی بس یہی ۔ اس حدیث سے تین طرح حضور کی بادشاہت ثابت ہوتی ہے ۔ اولاً اس طرح کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کچھ مانگو، یہ فرمایا فلاں چیز مانگو اور یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کے قبضہ میں سب کچھ ہو ۔ پھر حضرت ربیعہ نے بھی خوب سوچ کر وہ چیز مانگی جو بے مثل ہے یعنی جنت اور جنت کا صدر مقام اعلیٰ عاملین جہاں حضور کا قیام ہو ۔ دوسری طرف کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی اسئلك میں آپ سے مانگتا ہوں یہ نہ کہا کہ میں خدا سے مانگتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نہ فرمایا کہ تم مشرک ہو گئے اور ظاہر بات ہے کہ چیز مالک سے مانگی جاتی ہے ۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کے مالک ہیں ۔ تیسرے اس طرح کہ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کچھ اور مانگ لو اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے علاوہ کچھ اور دینے پر قادر ہیں ۔ خیر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ ۔ نہ مانگیں یہ ان کی خوشی تھی دینے میں وہاں کوئی انکار نہیں (مشکوٰۃ)

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے ‏ ‏ ‏ دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شکم مادر سے جدا ہوئے تو نرم و نازک حزیں آواز میں رَبِّ اُمَّتِیْ رَبِّ اُمَّتِیْ کی صدا بلند کی اور جب مرقدِ انور میں اتارے جا رہے تھے جب بھی لب ہائے مبارکہ جنبش کر رہے تھے حضرت قثم بن عباس نے کان لگا کر سنا تو اس وقت بھی رَبِّ اُمَّتِیْ رَبِّ اُمَّتِیْ زبان اقدس پر جاری تھا ۔

اللہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کتنی پیاری ہے کہ جلوہ نمائی کے لمحات میں کفن پوشی کے اوقات میں بھی گنہگار امت کی بخشش کے لیئے اس قدر بے قراری ہے نہیں معلوم کہ پوری عمر انھوں نے کس کس طرح گزاری ہے ۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا ‏ ‏ ‏ رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

روایت میں ہے کہ معراج کی رات جب حضرت جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھڑے ہو کر چشم نرگسی کے کھلنے کے منتظر رہے حکم پہنچا قَبِّلْ قَدَمَیْہِ ۔ یعنی جبرئیل میرے محبوب کے قدم چوم لو ۔ جبرئیل امین نے اپنے کافوری ہونٹ قدم پاک نبوی پر رکھ دیئے اور کافور کی ٹھنڈک سے چشم دلنواز عجیب انداز سے کھلی ۔ روح الامین کا اس طرح ادب و لحاظ سے بیدار کرنا وہ اعزاز و احترام ہے جو حضور ہی کی خصوصیت ہے ۔

تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جبرئیل امین نے پیغامِ وصل دیا اور کعبہ مقدس میں رونق افروزی کی التجا کی، قدمِ نازک اٹھا اور رحمتِ مجسم کعبۂ مقدس میں جلوہ ریز ہوئے۔ نورانی رخساروں کی تابش سے کعبہ بجلی کی طرح چمکنے لگا اسی لیئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

اسی رات سید المرسلین مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو تارے جھکے ملائکہ نے سلامی دی۔ مسجد اقصیٰ کی دیواریں بھی تعظیم بجالائیں۔ انبیاء کرام نے صلوٰۃ وسلام نچھاور کی اور حضور نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی یہ نماز بھی عظمت و عبودیت پر مشتمل تھی۔ حضور امام تھے اور انبیاء کرام مقتدی

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنی اوّل آخر!
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے!

لاکھوں لاکھ درود وسلام اس طرزِ گفتار پر جس کو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمایا۔ ہزار ہا ہزار جان سے ہم قربان اس اندازِ گفتگو پر جس کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں : اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔

(سورۃ النجم آیت ۳-۴)

ترجمہ:۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں دی جاتی ہے

اسی لیئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا : چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ متواضع، منکسر المزاج اور شادمان طبیعت کے مالک تھے۔ مسکرانے

تو دل کی کلیاں کھل اٹھتیں۔ ؎

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی : پھر دکھادے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنا کپڑا سی رہی تھی کہ اچانک چراغ گل ہوگیا اور سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی، اچانک سرور کائنات تشریف لائے تو میری گمشدہ سوئی سرکار کے چہرہ کی چمک سے مل گئی۔ (جواہر البحار جلد ثالث)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے : شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حضرت عبداللہ بن مبارک اور ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ سرکار کا سایہ نہ تھا (زرقانی)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔:-

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا : سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا : تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سرکار کے حسن بے مثل کا کیا کہنا صحابہ فرماتے ہیں۔

(ما رأیت شیئا احسن من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا"، اور حضرت علی فرماتے ہیں۔

صبیح الوجہ کریمہ الحسیب حسن الصوت (خصائص) کہ تمہارے نبی خوبصورت چہرہ والے، عمدہ نسب والے نفیس آواز والے تھے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی : سب سے بالا و والا ہمارا نبی

سارے اچھوں سے اچھا سمجھیے جسے : ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کی اولاد سے اسمٰعیل کو برگزیدہ پیدا فرمایا اور اسمٰعیل کی اولاد سے بنی کنانہ کو افضل کیا اور بنی کنانہ سے قریش کو پیدا فرمایا اور.. قریش سے بنی ہاشم کو افضل فرمایا اور بنی ہاشم میں سب سے افضل رب نے مجھ کو بنایا (مسلم شریف) اسی لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ ؎

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل : اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

ملک کونین میں انبیاء تاجدار : تاجداروں کا آقا ہمارا نبی!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (اذ ضحك يتلألأ في الجدر) یعنی جب تبسم فرماتے تو سامنے کی دیواریں منور ہو جاتیں۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں : اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک چاند و سورج کی طرح تھا (مسلم شریف) یہ اضافت تقریبی ہے ورنہ حضور کا چہرۂ زیبا چاند و سورج سے کہیں زیادہ منور تھا جس کی تعریف و توصیف سے قلم عاجز اور زبان مجبور ہے، چاند کو بھی اگر روشنی ملی ہے تو یہ بھی میرے آقا کا صدقہ ہے کہ آپ کے غسالہ سے جو بچا تھا ستاروں نے اپنی کٹوریوں کو آپ کے نوری غسالہ سے بھر لیا تھا۔ پھر کیا تھا سب کے سب منور ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

وہی نور اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے

نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے ہیں

حقیقت تو یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بزم ہستی میں سراپا معجزہ اور مجسم کمال و خوبی بن کر جلوہ افروز ہوئے عہد طفولیت سے لے کر حیات دنیوی کے آخری لمحات تک آپ کی ہر ادا معجزہ تھی جو شعور و ادراک بشر سے ماوراء ہے اور اس کا زبان و قلم سے احاطہ ناممکن ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے دانشور ان علم و فضل کے شہرہ آفاق و مایہ ناز شہنشاہ ہوں اور بلند پایہ ارباب فکر و نظر اس راہ پر چند قدم سے زیادہ نہیں چل سکے اور ان کو حضور علیہ السلام کی توصیف و ثناء اور مدح و ستائش کی بزم میں ساری عمر نعت گوئی اور مدحت نگاری میں گزارنے کے باوجود بالآخر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ :۔

اس ذات پاک مرتبہ داں محمد است

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فرماتے ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری : حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

آگے فرماتے ہیں۔ لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ایک بلند پایہ محقق، عظیم مفتی اور عدیم المثال مفسر و محدث تھے۔ آپ عارف کامل ہونے کے ساتھ ساتھ علمی میدان میں اپنے ہم عصروں سے آگے تھے۔ آپ چوّن[۵۴] علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے[۱] جن میں سے اکثر پر تالیفات بھی قلم بند کی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے علوم بھی ہیں جو بغیر نصرت و تائید الٰہی اور علم لدنی کے حاصل کرنا محال اور مشکل ہے۔ علماء حرمین شریفین نے بھی آپ کے علم کی داد دی۔ چنانچہ شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی، مسجد حرام مکہ معظمہ آپ کے حق میں لکھتے ہیں:۔

"بے شک مؤلف (مولانا احمد رضا خان) اس زمانے میں علمائے محققین کے بادشاہ ہیں"۔[۲]

مسجد نبوی مدینہ منورہ کے مدرس آپ کے حق میں لکھتے ہیں:۔

"الاستاذ الکامل، الجامع الغیث الوابل النافع"

ترجمہ: استاد کامل، برستی گھٹا فائدہ رساں[۳]

مشہور امام علامہ یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ جو کہ کتب کثیرہ کے مؤلف ہیں (مثلاً: جواہر البحار حجتہ اللہ العالمین۔ شواہد الحق) نے بھی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی کتاب "الدولتہ المکیہ" پر تقریظ لکھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے شروع سے آخر تک اس کتاب کو پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا۔ اس کی دلیلیں بہت قوی ہیں جو کہ ایک عالم کبیر علامہ اجل ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں"۔[۴]

ہندو پاک کے مشہور شاعر علامہ اقبال جن کو شاعر مشرق کہا جاتا ہے وہ بھی اعلیٰحضرت کے مدح خواں تھے۔
وہ فرماتے ہیں "وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔" [۵]
یہ چند مشاہیر مشت نمونہ خروار نقل کئے گئے۔ افغان علماء کے رئیس پروفیسر صبغت اللہ مجددی جو افغان عبوری حکومت
کے صدر بھی ہیں آپ کے مدح خواں ہیں۔[۶] اسی طرح علماء سرحد بھی آپ سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابوالنصر
کمال الدین الحاج الخلیفہ المولوی حمداللہ القادری المحمودی خلیفۂ خاص بغداد شریف مہتمم مدرسہ قادریہ محمودیہ بیتی ضلع
پشاور کو جب کتاب "حسام الحرمین" بھجوائی گئی تو مطالعہ کے بعد آپ نے جو فتویٰ میں نقل کیا وہ آج بھی "الصوارم الہندیہ" کا زیب
زینت ہے۔ آپ لکھتے ہیں "فالعمل بحسام الحرمین المکرمین واجب قطعاً و اذا طبع فارسل الی امام اہل سنۃ والجماعۃ المرحوم
البریلوی فطالعتہ فوجدتہ صحیحا مطابقا لاا وصول الشریعۃ فیعمل بہ من لہ العقائد الاسلامیہ۔ اگر نام مبارک حسام الحرمین نبودے
من از کتب از معتبرہ کفر اشخاصیکہ عقیدہ ہائے مزبور داشتہ باشند ونیز عدم قبول توبہ اشیاں بلاتامل تحریر کردے لیکن
بخیال ادب حسام الحرمین نہ نوشتم عقیدہ ہمہ اہل سنۃ والجماعۃ بلکہ عقیدہ ہمہ مومنان مسلمانان ہمین است کہ در حسام الحرمین
مذکور است"۔ [۷]

(پس حسام الحرمین پر عمل واجب ہے۔ جب یہ کتاب طبع ہوئی تو امام اہلسنت والجماعت نے مجھے بھیجی۔ پس میں نے
مطالعہ کیا تو میں نے اصول شریعہ پر صحیح پایا۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے جو عقائد اسلامیہ کا معتقد ہو)

حضرت علامہ عبدالمنان شہباز گڑھی۔ بریلی شریف کے دارالعلوم منظر اسلام میں مدرس رہے۔ آپ نبیرۂ اعلیٰحضرت
حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) حضرت مولانا ابرار حسین (داماد اعلیٰحضرت) اور نواسۂ اعلیٰحضرت حضرت مولانا
مفتی تقدس علی خاں کو پڑھاتے رہے یعنی ان کے استاد تھے۔ [۸]

حضرت علامہ مولانا شائستہ گل المعروف "منہ مولانا صاحب" بھی اعلیٰحضرت کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے تھے۔ اس کا
اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے تمام صاحبزادوں کو اعلیٰحضرت کے شاگردوں کے مدرسوں میں داخل
کیا جہاں سے وہ عالم فاضل بن کر نکلے اور آج وہ اعلیٰحضرت کی تعلیمات کو عام کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ آپ کے تین
صاحبزادگان یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری، مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ بغدادیہ مردان
۲۔ حضرت علامہ مفتی عبدالسبحان قادری، مہتمم دارالعلوم سبحانیہ قادریہ۔ کراچی

۳۔ حضرت مولانا مفتی عبدالحنان مہتمم دارالعلوم حنفیہ لنڈے شاہ متہ۔

علامہ ابر تنول، شیر گڑھ مانسہرہ (ہزارہ) کے مشہور عالم مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم دارالعلوم نظامیہ رضویہ لاہور (ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس) لکھتے ہیں: "مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر اور یگانۂ روزگار عالم تھے، عظیم البرکت اور بلند پایہ مصنف، تحقیقات اسلاف اور تدقیقات اجتہاد کے جامع فقیہہ تھے۔ بے مثل مفتی اور باکمال محدث و مفسر تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع محقق اور لائق تقلید امام تھے۔ حق کی راہنمائی کے لئے صاحب بصیرت سیاستدان اور لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت تھے"۔ [۹]

صوبہ سرحد کے مشہور محقق و مؤرخ، پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی (یکہ توت، پشاور) اعلیٰحضرت کے متعلق یوں اظہار فرماتے ہیں۔

"عاشق صادق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نائب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ لکھنا یا کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس فقیر کے نزدیک اعلیٰحضرت وقت کی موزوں ترین ضرورت تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی سینکڑوں برسوں کی بھرپور عظمت زوال کے بعد طغیانی میں تھی۔ اس وقت جس اکیلے مرد مومن نے نصرت ایزدی سے اسکے رُخ کو موڑ کر رکھ دیا۔ وہ اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ کی ذات گرامی ہی تھی"۔ [۱۰]

۸ / اکتوبر ۱۹۸۲ء بمقام لیاقت آباد سپر مارکیٹ کراچی، حضرت مولانا ریحان رضا خاں کی آمد کے وقت جن معتقدین نے استقبال کیا تھا ان میں مفتی عبدالسبحان قادری سرفہرست تھے جو مفتی سرحد علامہ شائستہ گل (مرحوم) کے فرزند ارجمند ہیں۔ [۱۱]

حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی صاحب چترالی (حالہ، پشاور) لکھتے ہیں کہ "حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت سے نہ صرف اس لئے متاثر ہوں کہ میرے اکثر اساتذہ حضرات ان کے پیروکار ہیں اور مداح ہیں بلکہ ان کی عظیم تصنیف "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ کرکے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ابن نجیم اور ابن عابدین کے ہم پلہ فقیہہ وسطی ایشیا میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ نیز "تجلی المشکوٰۃ" اور "کفیل الفقیہہ" کو بہ نظر غائرانہ بار بار پڑھا جس کے نتیجہ میں موصوف کے علم و تقویٰ، عظمتِ شان اور جلالت علمی سے از حد متاثر ہوا ہوں۔ کاش ہم ان کے فتوؤں اور علمی تحقیقات کے مطابق عملی زندگی گزارتے"۔ [۱۲]

مولانا سعید الرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد حنفیہ "پاسبان ہزارہ" اعلیٰحضرت کی شان میں لکھتے ہیں:۔

السلام اے حامیٔ دینِ متین　　السلام اے پرتوے نور الیقین

تاجدارِ امّتِ خیر الانام　　واقفِ اسرارِ اُمّت السلام

تیری ہستی واجبِ صد احترام　　السلام اے روح اقدس السلام

السلام اے اوجِ فطرت کے نقیب　　السلام اے دین وملت کے خطیب

اہلسنّت والجماعت کے امام　　باعثِ فخرِ شریعت السلام

السلام اے عاشقِ غوث الوریٰ　　السلام اے حضرت احمد رضا

تیرا مسلک حق تعالیٰ کا پیام　　تو ہے اعجازِ حقیقت السلام[۱۳]

حضرت مولانا مفتی سیف الرحمٰن صاحب دار العلوم رحمانیہ ہری پور لکھتے ہیں "موصوف کی ذات گرامی دنیائے علم میں جانی پہچانی ہے۔ آپ نے تقریباً پچاس علوم[۱۴] پر قلم اٹھایا اور مختلف مسائل میں سیکڑوں نامور کتابیں تصنیف فرمائیں۔ دنیا بھر کے علماء نے آپ کی جلالت علمی اور فضیلت و شرف کو تسلیم کیا۔ یوں تو آپ تقریباً تمام علوم و فنون کے امام ہیں مگر خصوصیت سے فقہ، اردو عربی ادب، جفر، تکسیر، ریاضی، نجوم، توقیت اور تاریخ گوئی میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے"[۱۵]

"تنویر الایمان فی اتباع مذہب النعمان و اعلام المؤمنین" کے مؤلف سید احمد شاہ صاحب (اخون کلے کبل سوات) لکھتے ہیں۔ (پشتو زبان سے ترجمہ)

"امام احمد رضا ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہبی تھے۔ انہوں نے ہمارے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی بڑی خدمت کی ہے۔ اپنی عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کے لئے وقف کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ایسا حوصلہ ہر مسلمان کو دے"۔[۱۶]

مشہور سیاستدان مولانا مصلح الدین صاحب سے اعلیٰحضرت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا "ان کا سینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مالا مال تھا۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارا اعتقاد میں اتفاق ہے۔ انہوں نے حبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت مذہب حنفیہ کی گرانقدر خدمات انجام دیں"۔[۱۷]

پیر طریقت حضرت مولانا غلام محمد قادری صاحب (باغ کنڈی) لکھتے ہیں "مجھے امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو دیکھ کر تعجب ہوا اور میں نے بے ساختہ کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی علمی کرامت ہے۔ ان کے اکثر مسائل کے جوابات قابل دید ہیں"۔[۱۸]

حضرت مولانا امیر بادشاہ صاحب خطیب جامع مسجد حاجی بہادر صاحب ضلع کوہاٹ لکھتے ہیں "مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ علم و فضل کے مہتاب تھے جس کی روشنی سے قریب و بعید منور ہوتے رہے۔ وہ علم و عرفان کا ایک ایسا سمندر تھے جس سے متلاشیانِ حق سیراب ہوتے رہے۔ عرب و عجم کے اکابر علماء و فضلاء نے ان کے علمی کمال اور روحانی شعور کی کھلے دل سے تعریف کی۔ فاضل بریلوی کی عظمت کا اندازہ اس بات سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ بیشتر علوم مروّجہ میں بالعموم اور دینی علوم و معارف میں بالخصوص کامل دسترس رکھتے تھے"۔[19]

حضرت علامہ مولانا محمد روشن صاحب (ایم اے، نائب صدر تنظیم العلماء اساتذہ سوات) لکھتے ہیں:۔
"کوئی مخفی بات نہیں کہ امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی اشاعت دین اسلام اور مذہب حنفی میں صرف کی اور ہمیشہ ملحدین اور بددین لوگوں سے برسر پیکار رہے"۔[20]

مولانا خورشید احمد شاہد القادری (فاضل تنظیم المدارس) لکھتے ہیں:۔ "امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر لمحۂ زندگی میں ہمارے لئے سبق آموز نصیحتیں ہیں۔ یہ ان ہی کی کاوش و برکت ہے کہ آج پاک و ہند میں بحمدہٖ تعالیٰ ہزاروں دینی مدارس اسلام و مذہب حنفی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے جس خلوص اور ایثار سے اپنے دور میں بدعات، غیر شرعی رسوم اور عقائد باطلہ و فاسدہ کے خلاف تحریک چلائی اس کی مثال نہیں ملتی"۔[21]

یہ چند مشت نمونہ خروارے پیش خدمت ہوئے اب چند دانشور حضرات کے تاثرات پیش خدمت ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ اہلیان صوبہ سرحد امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کس قدر معتقد ہیں۔

مشہور محقق و مؤرخ محمد پرویش شاہین (ایم اے پشتو گولڈ میڈلسٹ) منگلور سوات لکھتے ہیں "امام عالی مقام اعلحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مسلمانان عالم کے لئے فخر و افتخار اور عظمت، علمیت، حلمیت، تقوای و پرہیزگاری کے ایک مینارۂ نور تھے۔ وہ علم و عمل کے ہر میدان میں یکتائے زمانہ تھے۔ انہوں نے اپنے علم کا لوہا بڑے بڑے علماء و فلاسفہ سے بھی منوالیا۔ آپ کو پچاس علوم و فنون پر عالمانہ و محققانہ دسترس حاصل تھی"[22] آپ کی گرانقدر تالیفات آپ کے کمال جامعیت پر عادل و شاہد ہیں۔ آپ نے ہزار سے زائد تصانیف رقم کر کے امت مسلمہ کے لئے ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر جاری و ساری کر دیا۔ اگر یہ آپ کی علمی شان

نہیں تو اور کیا ہے"۔[۲۳]

سید سردار حسین بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی، مدیر ہفت روزہ "فلک سیر" قندیل مدین سوات لکھتے ہیں "آپ علوم کے اسرار و رموز جاننے کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ کے لحاظ سے بھی مسیحائے قوم تھے۔ وہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہوں سو آپ آگے بڑھے اور دو قومی نظریئے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں خواص و عام کے سامنے پیش کیا پہلے قائد اعظم اور علامہ اقبال بھی ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے لیکن بعد میں اس اندازِ فکر میں تبدیلی آگئی تو سن ۱۹۴۰ء میں قرار داد لاہور میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کر دیا جس نے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک مسلمانوں کو بیدار کیا اور یوں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشن پورا ہوگیا"۔[۲۴]

محمد حنیف صاحب ایم۔ اے، بی ایڈ دامانہ مدین سوات، مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "مولانا احمد رضا خاں محتاج بیان نہیں اور نہ ہی مجھ میں اتنی قابلیت ہے کہ اعلحضرت کی شخصیت و کردار کی مکمل تعریف کر سکوں۔ تاہم میں مصر کی اس بوڑھی عورت کی طرح جو تھوڑا سا آٹا دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنا چاہتی تھی اور قلیل بضاعت کے ساتھ یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں ہونا چاہتی تھی۔ کسی نے خوب کہا ہے:۔

ع
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ دیدہ ور وہ لوگ تھے جن کی نظر کیمیا اثر نے صنم کدۂ ہند میں ہزاروں بت پرستوں کے سر خدائے واحد کے آستانۂ حق پر جھکائے جو اسلام کی سربلندی اور عظمت کو اپنا اوّلین مقصد سمجھتے تھے جو دین کی بالادستی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں مولانا احمد رضا خان کی شخصیت قابلِ ذکر و صد آفرین ہے جنہوں نے دین اسلام کی ترقی کے لئے اپنے زورِ قلم اور زورِ علم سے دنیا والوں پر اسکی حقیقت واضح کر دی اور یہ ثابت کر دکھایا کہ:۔

ع ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما"۔[۲۵]

جناب لائق زادہ ایم۔ اے، ایل ایل بی ریڈیو پاکستان پشاور لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں میں ایک جانا پہچانا نام حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی

رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کے کس کس پہلو پر بحث کی جائے ، شاعری ہے تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام، اخلاق ہے تو سنت نبوی کا ثبوت، عقل ہے تو یکتائے زمانہ ، سوچ ہے تو سقراط اور افلاطون سے بڑھ کر انداز بیان ہے تو غیروں کے لئے آسمانی بجلی۔ غرض یہ کہ آپ کی ہستی ہر طرح سے مکمل ہے۔ آپ اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے لئے عزت و احترام کی بشارت بن کر آئے۔ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی غیروں کو للکارا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بھی آپ کی علمی شخصیت کا اعتراف کیا۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ اس عشق میں اتنے کھو گئے کہ اپنا احساس تک نہ رہا۔ اکثر تنہائی میں میرے لبوں پر مولانا احمد رضا خاں کے یہ اشعار آجاتے ہیں۔

ع مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

آپ نے دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں۔

جناب مولانا میاں ظاہر شاہ قادری صاحب کی سرپرستی میں مجھے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا رہا۔ جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں"۔

اورنگزیب نقشبندی ایم۔ اے۔ اسلامیات سیدو شریف سوات لکھتے ہیں: "آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد بلا شک و شبہ بغیر کسی تعصب و لالچ کے کہنا پڑتا ہے کہ اگر آپ کی ذات با برکات ہند و پاک میں نہ ہوتی تو مسلمانوں کی اکثریت آج کل وہابی ہوتی۔ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ گستاخ اولیاء کرام ہوتے۔ کسی بزرگ کا آستانہ محفوظ نہ ہوتا۔ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی ابدی آرام گاہوں کو ڈھا دیا گیا۔ یہی حالت پاک و ہند میں بزرگان دین کے مزارات کی ہوتی۔ اخبارات شاہد ہیں کہ جہاں ان وہابیوں کا زور ہے وہاں ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ یہ امام احمد رضا خاں کی ذات با برکات تھی جس نے مسلمانوں کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکھایا۔ منصب رسالت سے آگاہ کیا اور مقام رسالت کے منکروں کو تنبیہ کی کہ اپنی بد عقیدگی سے باز آجائیں۔ اسلام میں طرح طرح کی بدعات کو اپنے وعظ و نصیحت اور فتاویٰ کے ذریعے جڑ سے ختم کرنے کی بھرپور سعی کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی سعی کو بڑی حد تک کامیابی سے ہمکنار کیا"۔[26]

قاضی سیف الرحمٰن (ایم اے) غالیگی سوات لکھتے ہیں: "موجودہ زمانہ میں مبارک ہستیاں وہ ہیں جن کی ذات، جن کی زبان اور جن کے قلم مشعل راہ ہدایت ہیں اور نیک بخت ہیں وہ لوگ جو ان ہستیوں سے وابستہ رہ کر موجودہ زہریلی ہواؤں اور تاریکیوں سے محفوظ ہیں۔ اعلحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت اس قدر دل آویز ہے کہ جس پہلو سے انہیں دیکھو اسی اعتبار سے ہدیۂ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چوّن[54] علوم میں وہ بے مثال بصیرت عطا فرمائی تھی[27] کہ معاصرین کو ان علوم میں اس بصیرت کا عشر عشیر حاصل نہ تھا۔ آپ کی ایک ہزار بلند پایہ تصانیف

خصوصاً "فتاویٰ رضویہ" کی بارہ ضخیم جلدیں آپ کی جلالت علمی۔ دقت نظری، نکتہ آفرینی۔ قوت استدلال قرآن وحدیث اور کتب سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق و مخالف مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ کے علمی مقام کو عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا"۔[۲۸]

خادم خواجہ بی۔ اے، مدین سوات، اعلحضرت کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا اصل مقصد عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ تادم حیات ان کے ظاہر و باطن میں حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک اور روشنی برابر جھلکار رہی تھی۔ آپ نے علم تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہم میں چودہ سال کی عمر میں مہارت حاصل کر لی تھی"۔ پھر آگے موصوف فرماتے ہیں "صوبہ سرحد میں اس عظیم مجدد سے متعارف کرانے میں مولانا میاں طاہر شاہ قادری کی خدمات بھی قابل تعریف ہیں۔ برصغیر میں اہل محبت کی شاید ہی کوئی ایسی محفل ہو گی جہاں پر آپ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی) کا مشہور زمانہ سلام ۔ ع

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

نہ پڑھا جاتا ہو"۔[۲۹]

فصیح اللسان غلام احمد ایم اے، ہنوڑی فتح پور سوات، اعلحضرت کے متعلق لکھتے ہیں "یوں تو امام اہلسنت مجدد دین و ملت عقائد و افکار میں متقدمین اور سلف وصالحین کے پیروکار تھے اور ان کو بزرگ اور اپنے سے بہتر جانتے تھے بحر علم کی روشنی میں آپ ہر اُس شخص کو جو دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں داخل کرتا جو قرآن و سنت، اجماع اور قیاس شرعی کے خلاف ہوتیں، بدعتی قرار دیتے تھے۔ اس طرح آپ نے معاشرے میں خلاف شریعت عادات و رسوم پر تنقید کرتے ہوئے اصلاح کی ذمہ داری پوری کی۔

میں آخر میں ان تمام حضرات سے گزارش کروں گا جنہوں نے ابھی تک مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے زریں خیالات اور علمی تحقیقات کی جانب دھیان تک نہیں دیا اور یہی وجہ کہ وہ حضرات اندھیرے میں رہے۔ خدارا مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صحیح اسلامی افکار کا مطالعہ کریں تاکہ دین و دنیا روشن ہو جائیں۔[۳۰]

حوالہ جات

۱؎ جدید تحقیق کے مطابق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً ستر علوم و فنون پر دسترس ثابت ہے۔ (ادارہ)

۲؎ الفیوضات المکیہ ص ۲۷

۳؎ ایضاً ص ۱۴۶

۴؎ الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی ۳۷۷ھ

۵؎ مقالات یوم رضا ص ۱۱

۶؎ پیغامات امام رضا

۷؎ الصوارم الہندیہ، مولانا حشمت علی خان

۸؎ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد دوم ص ۲۴۲

۹؎ قلمی نوشتہ ۱۴ ـ ۵ ـ ۱۹۸۳ء

۱۰؎ پیغامات یوم رضا ص ۲۳

۱۱؎ تاجدار حرم میلاد نمبر ۱۴۰۳ھ، ص ۲۵۱

۱۲؎ قلمی نوشتہ

۱۳؎ پیغامات یوم رضا ص ۴۸

۱۴؎ جدید تحقیق کے مطابق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ستر علوم و فنون پر دسترس ثابت ہے (ادارہ)

۱۵؎ مکتوب محررہ ۱۹ جولائی ۱۹۸۳ء بنام راقم

۱۶؎ مکتوب محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۳ء بنام راقم۔

۱۷؎ مولانا مصلح الدین سے راقم کی ملاقات ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء

۱۸؎ مکتوب محررہ ۷، اپریل ۱۹۸۳ء بنام مولانا خورشید احمد

۱۹؎ قلمی نوشتہ بنام مولانا خورشید احمد

۲۰؎ مکتوب محررہ ۱۰، نومبر ۱۹۸۳ء بنام راقم

۲۱؎ مکتوب بنام راقم الحروف

۲۲؎ جدید تحقیق کے مطابق ستر (۷۰) علوم و فنون پر دسترس ثابت ہے (ادارہ)

۲۳؎ قلمی نوشتہ مورخہ ۳۰، دسمبر ۱۹۸۳ء

۲۴؎ قلمی نوشتہ ۱۱، نومبر ۱۹۸۳ء

۲۵؎ قلمی نوشتہ ۱۱، مئی ۱۹۸۳ء

۲۶؎ قلمی نوشتہ ۲۹، مئی ۱۹۸۳ء

۲۷؎ جدید تحقیق کے مطابق ستر (۷۰) علوم و فنون پر دسترس ثابت ہے (ادارہ)

۲۸؎ مکتوب بنام راقم الحروف، محررہ ۱۷، جون ۱۹۸۳ء

۲۹؎ خودنوشت قلمی، ۲۸، مئی ۱۹۸۳ء

۳۰؎ مکتوب خودنوشت، ۱۰، اپریل ۱۹۸۳ء

شیخ مصطفیٰ بن تارزی ابن عزوز

مسجد نبوی، مدینہ منورہ

استاد کامل، برستی گھٹا، فائدہ رسانی، اللہ کے بندوں کی [illegible] کو منور کیا، یہ ان کی عظمت، سیرت جمیلہ، کامل دسترس، اخلاص نیت، پاکیزگی فطرت حسن کمالِ علم اور پاکیزہ واقفیت کی نشانی ہے۔

(ترجمہ) (الفیوضات الملکیہ، ص ۱۲۶ و ۱۲۸)

راولپنڈی سے پشاور جانے والی سڑک پر کامرہ موڑ سے چار میل کے فاصلے پر ضلع اٹک کی حدود میں ایک قصبہ شمس آباد نام سے آباد ہے۔ قاضی غلام جیلانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز اسی قصبہ میں ۱۲۸۵ھ / ۶۹۔ ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے (۱) بچپن میں آپ کا نام مکھن خان تھا (۲) بعد میں برصغیر کی علمی دنیا میں آپ غلام گیلانی (۳) اور غلام جیلانی (۴) کے نام سے پہچانے گئے۔ آپ کے والد ماجد قاضی نادر دین صاحب علم اور رئیس القلم تھے۔ شمس آباد کے عوام نے ان ہی سے نوشت و خواند سیکھی تھی۔ ہندکو زبان کے صوفی منش شاعر تھے اور ان کی علمی یادگار "پند نامہ بطرز سی حرفی" موجود ہے (۵)

قاضی غلام جیلانی نے ابتدائی کتب اپنے علاقے کے جیّد علماء سے پڑھیں پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہوئے اور مولانا محمد طیّب، مولانا منوّر علی محدث رامپوری (۶) اور مولانا سلامت اللہ رامپوری (۷) سے استفادہ کیا۔ مدرسہ عالیہ سے سندِ فضیلت حاصل کی اور اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ (۸)

قاضی صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۳ھ سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسٰی زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مرید و خلیفہ تھے (۹)

بعد ازاں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دھوراجی کاٹھیاوار کے مدرسہ فخرِ عالم میں مدرس کے فرائض انجام دینے شروع کیئے۔ اس مدرسہ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا قاضی عبد السلام شمس آبادی بھی طلباء میں شامل تھے (۱۰) ۱۳۲۹ھ کے بعد تک آپ نے مدرسہ فخرِ عالم میں قیام کیا (۱۱)۔ کچھ عرصہ تدریس کی تھی کہ مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تبلیغ و

ارشاد سے وابستہ ہو کر بنگال تشریف لے گئے[۱۲] بعد میں آپ کئی بار تبلیغی دوروں پر بنگال گئے اور وہاں کئی مساجد اور عید گاہیں تعمیر کرائیں۔ بنگال میں آپ کے مریدین اور خلفاء کی کثیر تعداد تھی جب تبلیغی دوروں سے واپس تشریف لاتے تو دہلی میں اور پھر لاہور میں قیام فرماتے اور لاہور کے مکتبات سے نئی کتب خرید فرما کر گھر تشریف لے جاتے (۱۳) لاہور میں آپ کا قیام مولانا احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ مدرس تعلیم القرآن انارکلی کے ہاں ہوتا۔ (۱۴)

امام احمد رضا سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ بارہا بریلی شریف تشریف لے گئے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر جب ایک وفد علمائے ندوہ سے بات چیت کے لئے لکھنؤ بھیجا تو اس وفد میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی بھی شامل تھے (۱۵) مرجع العلماء امام احمد رضا سے دیگر جید علماء کرام کی طرح آپ نے بھی کئی مسائل دریافت فرمائے۔ فتاویٰ رضویہ کی مطبوعہ نو جلدوں میں آپکے استفسارات کی تفصیل یہ ہے۔

★ فتاویٰ الرضویہ، جلد سوم، مطبوعہ فیصل آباد، صفحہ ۹۰

★ جلد پنجم، مطبوعہ مکتبۃ النبویہ لاہور، صفحات ۱۸۱، ۳۰۶، ۴۷۲

★ جلد ششم، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۴۱۶

★ جلد ہفتم، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۵۲۳۔

اعلیٰ حضرت سے اظہارِ نسبت کے لیئے مولانا غلام جیلانی اپنے نام کے ساتھ "الرضوی" تحریر فرماتے تھے (۱۶)۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مراسلت سے تعلقات کی گہرائی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ مولانا غلام جیلانی اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب کا آغاز یوں فرماتے ہیں "بحضور لامع النور موفور السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا" (۱۷)

دوسرے مکتوب کا آغاز یوں ہے۔ "بجناب مستطاب حضرت عالم اہل سنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلہم بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ" (۱۸)

ایک اور استفتاء کا آغاز اس طرح ہے۔ "الاستفتاء فی حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعز والاکرام" (۱۹)

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ مولانا غلام جیلانی کے ایک استفتاء کے جواب کا آغاز یوں فرماتے ہیں۔

"بملاحظہ مولٰینا المکرم ذالمجد والکرم والفضل الاتم مولٰینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللّٰہ تعالیٰ وکرم" (۲۰)

ایک اور مکتوب کا آغاز اس طرح ہے

"بملاحظہ شریفہ مولٰینا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ" (۲۱) آپ کی علمی خدمات کی بناء پر امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے آپکو "محی الدین" کے لقب سے نوازا تھا (۲۲) مولانا عبدالاول جونپوری فرزند و خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری نے بھی آپ کو "محی الدین" کا لقب دیا (۲۳)

حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی شمس آبادی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں حج بیت اللّٰہ سے مشرّف ہوئے اور شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی سے "الحزب الاعظم" (۲۴) اور دیگر وظائف کی اجازت حاصل کی (۲۵) جیسا کہ ان کے اپنے عطا کردہ نسخہ الحزب الاعظم میں یہ سند یوں درج ہے۔

ترجمہ:۔ میں نے اس بابرکت ورد کی اجازت بلند پایہ بزرگ بابرکت ہستی حاجی مولانا قاضی غلام گیلانی کو ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۲۶ھ کو دی جب کہ ہم مکہ مکرمہ میں تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ اس بابرکت مقام کی تعظیم، جلال اور رعب کو اور زیادہ فرمائے "زاداللّٰہ الموفق۔ محمد عبدالحق (۲۶)

آخری دور میں آپ نے اپنے قصبہ شمس آباد کی مٹھی مسجد میں مدرسہ قائم کیا جس میں آپ خود پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ میں آپ کے پاس دور دور سے حتّٰی کہ بخارا تک کہ طلباء پڑھنے آتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں کثیر تعداد پٹھانوں کی رہتی۔ آپ کو بنگالی، فارسی، عربی، گجراتی، پشتو، اردو اور پنجابی زبانوں پر مکمل عبور تھا۔ بدعات کے خاتمے کے لئے بھی آپ نے بہت کوششیں کیں مثلاً شمس آباد کے گرد و نواح میں بسنے والے مسلمان میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کھودنے والے حملہ آلات قبر کے اوپر ایک طرف سے دوسری طرف پھینکتے تھے اس طرح کرنے سے ان کا خیال تھا کہ میت کو فائدہ پہنچتا ہے آپ نے اس بدعت کے خلاف تقاریر کیں اور اشتہار جاری کئے کہ کوئی آدمی مجھے اس رسم کا ثبوت شرعی دکھائے تو ایک سو روپیہ انعام دوں گا۔ اسی طرح حیلہ اسقاط کے موقعہ پر بعض غیر شرعی امور کی ادائیگی پر آپ نے عوام کو متنبہ کیا۔ تحریک خلافت کے موقع پر بھی آپ نے کام کیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ خلیفہ قریش

سے ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اس تحریک میں حصہ نہ لیں تحریک خلافت کے اکابرین نے آپ کو تحریک سے تعاون پر آمادہ کرنے کی کوششیں کیں اور علی برادران اور خان عبدالغفار خان خود شمس آباد آئے۔ (۲۷)

مبلغ، مدرس، مناظر اور پیر طریقت ہونے کے علاوہ آپ اپنے دور کے کثیر التصانیف علماء اہل سنت میں سے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے تصنیف و تالیف کا کام انجام دیا۔ آپ کی چند کتب آپ کی حیاتِ مبارکہ میں چھپ کر شائع ہوئیں باقی غیر مطبوعہ ہیں جن میں سے اکثر کے مسودات ضائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تا حال مرتب نہیں ہوئی۔ تلاش و جستجو کے بعد آپ کی بادن کتب کے نام معلوم ہو سکے جو یہ ہیں۔

- جامع التحریر فی حرمۃ الغناء والمزامیر، مطبوعہ اردو
- عذاب شریعت بر عامل رسالہ آداب طریقت، اردو، (گانے بجانے والوں کا رد کیا ہے) (۲۸)
- تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی، مطبوعہ اردو (جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرزائیوں نے آپ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ پاکستان کی سابقہ قومی اسمبلی (۱۹۹۰ء) کے رکن ملک محمد اسلم جن کا تعلق شمس آباد سے ہے کے دادا اس وقت اعزازی مجسٹریٹ تھے، ان کی کوشش سے یہ مقدمہ خارج ہوا) (۲۹)
- جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی، اردو، مطبوعہ (بنگال کا قصبہ برہمن باریہ قادیانیوں کا مرکز تھا اسی مرکز کے کرتا دھرتا لوگوں کے بارے میں یہ رسالہ ہے) (۳۰)
- بیان مقبول در رد قادیانی مجہول بطریق المنطق والمعقول، عربی و اردو، مطبوعہ
- مجموعہ مواہیر نفیران، مطبوعہ، غیر شرع اور سود خور کو مسجد و عیدگاہ و جنازہ سے بند کرنے کے مسائل جس پر مکہ و مدینہ و پنجاب و ہند وغیرہ تین سو علماء کی مہریں ہیں۔
- بدیع الکلام فی لزوم الظہر والجمعۃ علی الانام، اردو عربی، مطبوعہ
- حق الایضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح، فارسی عربی، مطبوعہ
- فضائل سادات، اردو مطبوعہ

- خیر الماعون فی جواز الدعاء لرفع الطاعون، فارسی ، غیر مطبوعہ
- تحقیق نغزک در مسئلہ سمک، اردو، غیر مطبوعہ (۳۱)
- تنجیۃ المالک فی جواز العمل علی مذہب امام مالک در زوجہ مفقود الخبر، فارسی مطبوعہ
- راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار، فارسی، مطبوعہ، مشتمل بر ابحاث علمیہ در مسئلہ خیار بلوغ اس موضوع پر مولانا عبدالحئی لکھنوی ۱۳۰۴ھ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوے کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اس کتاب پر ضلع اٹک کے متعدد علماء کرام کی تقریظات موجود ہیں۔ تئیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب مطبع مجتبائی جدید دہلی سے چھپی۔ سن تصنیف ۱۳۲۲ھ ہے۔)
- ظہور التفقہ فی فسخ النکاح بعجز النفقۃ، مطبوعہ (بقول مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی فاضل دیوبند مندرجہ بالا تینوں کتب متحدہ ہندوستان میں خواتین کو خاوندوں کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے پہلا دستور العمل ہیں) (۳۲)
- بحر الفوائد، عربی، غیر مطبوعہ، اس میں فوائد فقہیہ وادبیہ وحدیثیہ درسم المفتی ہے
- آداب الدعا واسباب رد وقبول دعا، فارسی، غیر مطبوعہ۔
- قول فاصل، اردو
- تتمۃ المقالات فی جواز اخذ الدراہم علی الختمات، اردو
- نفحۃ الازہار فی معنی مسجد الضرار، اردو، غیر مطبوعہ
- ضروری مسائل، اردو
- حق البیان فی مقام الاذان، اردو، غیر مطبوعہ (بروز جمعہ اذان ثانی کس جگہ کہی جائے)۔
- الایضاح فی الاصلاح در رد بعض بے علماں، اردو، غیر مطبوعہ
- التحریر المتین فی طلاق الیمین، فارسی، غیر مطبوعہ
- فتاویٰ فتاح الجنۃ معروف بہ فتاوی جیلانیہ، اردو، عربی، ۱۲ جلد (یہ نام مولانا عبدالاول جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا) (۳۳) صرف پہلی جلد کے پہلے باب "کتاب الوضو" کا خلاصہ شائع ہوا ہے (۳۴)
- ناصر المفاتی والقضاۃ فی ترجیح المشہور والبینات، عربی، غیر مطبوعہ

* طبل النصر لحرب بدر تضرب الی یوم الحشر
* عذاب الدارین، غیر مطبوعہ، سود کا عذاب
* قابل غور، اردو، غیر مطبوعہ (مدعی کو ڈگری اور نالش کا خرچ لینا درست ہے۔)
* اخراج الولد، غیر مطبوعہ
* ازالۃ الشین فی رفع الالیتین، اردو، غیر مطبوعہ (بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اگر سجدہ میں سُرین زمین سے اٹھ جائے تو نماز نہ ٹوٹے گی) (۳۵) فاضل مؤلف نے اس کتاب کا خلاصہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کیا اور آپ نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ (۳۶)
* قرض الحنطۃ بالشعیر
* جہت کعبہ، غیر مطبوعہ
* شرائط پیری
* عقائد وہابیاں، غیر مطبوعہ
* السمک المالح
* عذاب بے روزہ
* المذہب المقبول فی رفع القتل بعد التوبہ من سب الرسول، فارسی، غیر مطبوعہ
* نجات الدارین فی الاضحیہ و صلوٰۃ العیدین، مسائل قربانی پر مشتمل ہے۔
* لغزش، غیر مطبوعہ (لا الہ الا اللہ دم توڑ کر کہنے کا حکم۔)
* الفیض التام فی تقبیل الابہام، غیر مطبوعہ
* برآۃ الذمہ فی جمع الظہر و الجمعہ، غیر مطبوعہ (رد وہابیاں)
* رد الصلوٰۃ لمانع الزکوٰۃ، غیر مطبوعہ
* برد الاکبار فی حق اللہ و حق العباد
* الکلام فی صحۃ المولود و القیام، غیر مطبوعہ
* فدیۃ الاموات

- فساد الغرض من اداء النفل مع بقاء الفرض۔
- فہرست مجلدات شامی
- فہرس الاشباہ والنظائر
- سیر الافلاک دریاضی و ہیئت و رمل وجفر
- ہدیۃ الآفاق فی اضافۃ الطلاق
- رفیق العلماء فی طریق القضاء
- تنبیہ نمبرداران، اردو، مطبوعہ (۳۷)
- علاوہ ازیں یہ درود شریف طبع فرماکر لوجہ اللہ تقسیم فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَكَرَّ الْجَدِيْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَهٗ وَاَرْوَاحَ اَهْلِ بَيْتِهٖ مِنَّا التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَثِيْرًا (۳۸)

محی الدین حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں بھائی مولانا قاضی غلام سبحانی اور حکیم مولانا قاضی غلام ربانی شمس آبادی بھی جید علماء میں سے تھے۔ اول الذکر تبلیغ اسلام کے لئے بیرون ہندستان بھی تشریف لے جاتے۔ مڈغاسکر افریقہ کے ایک تبلیغی سفر کے دوران وصال فرمایا۔ مڈغاسکر میں آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ دوسرے بھائی مولانا قاضی غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصنیف تھے۔ میلاد شریف کے بیان پر آپ کی ایک تصنیف علمی یادگار ہے (۳۹) آپ نے امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے ایک استفتاء طلب کیا تھا (۴۰)۔ شمس آباد جس جگہ آباد ہے اس پورے علاقے کو چھچھ کہتے ہیں۔ حضرت مولانا غلام جیلانی کی وفات سے چار ماہ قبل چھچھ کے علماء کرام کا ایک عظیم الشان اجتماع حضرو شہر میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں آپ کی طرف سے آپ کے بھائی مولانا قاضی غلام ربانی شمس آبادی نے شرکت فرمائی۔ معاصر ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" نے اس کی روداد یوں نقل کی ہے:

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ علاقہ تاہنوز (۱۹۳۰ء) مذاہب باطلہ واہل ابتداع سے بالکل بری وپاک ہے

علاقہ چھچھ کے باشندے سب پکے حنفی اور عامل بالفقہ ہیں ، وہابیت اور مرزائیت کا یہاں نام ونشان نہیں اگر کسی کو وہابی کہا جائے تو کفر سے بدتر سمجھتا ہے ، مرزائی ہمارے علاقہ کو افغانستان سے کم نہیں سمجھتے ، یہ سب کچھ بطفیل علمائے کرام وصوفیائے عظام ہے ، ہر قریہ اس علاقہ کا عالم اہل سُنّت والجماعت سے خالی نہیں بلکہ ائمہ مساجد بھی ضروریات دین وعقائد سنیہ سے باخبر ہیں جیسا کہ ہونا ضروری ہے ۔

صرف حضرو جو کہ اس علاقہ کا مرکزی قصبہ ہے شور خلافت کے فرو ہونے کے بعد جب کہ خلافتیان اس قصبہ کا حصول نقود وغیرہ کے لیئے کچھ شغلہ نہ رہا تو ایک انجمن موسوم بانجمن تبلیغ الاسلام قائم کی جو کہ درحقیقت انجمن مانعین الخیر والصدقہ ہے یعنی مطمح نظر و مقصد اہم اس انجمن والوں کا انسداد خیرات والصدقات برائے اموات ہے اور واسطے تکمیل اس غرض کے مولوی عطاء اللہ صاحب گجراتی مدعو کیئے گئے ، مولوی صاحب موصوف کے متواتر مواعظ وتقاریر کا یہ اثر ہوا کہ سب باشندگان حضرو نے مولانا کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ ہم ہرگز مردہ کے واسطے کسی قسم کا صدقہ طعام نہ دیں گے اور پھر حیلہ اسقاط جو کہ حسب تصریحات فقہا فدیہ فرائض متروکہ کا بن سکتا ہے بند کر دیا اور علماء علاقہ کے حق میں طرح طرح کے ہتک آمیز کلمات بولے گئے ۔ العیاذ باللہ

خدا خبر کہ مولوی عطاء اللہ صاحب کو علماء چھچھ سے کیا دشمنی تھی کہ عوام کالانعام کو علماء کی تذلیل وتحقیر پر آمادہ کر دیا ۔ مگر الحق یعلو ولا یعلیٰ ہے علماء علاقہ نے بالاتفاق یہ تجویز منظور کی کہ موضع حضرو میں مولوی عطاء اللہ صاحب اور ان کے اتباع کے عقائد کی براہین قاطعہ اور ادلہ ساطعہ سے تردید کی جاوے لہذا آئندہ جمعہ ۲۵ رجب ۱۳۴۸ھ (بمطابق دسمبر ۱۹۲۹ء) کو موضع حضرو میں باستدعا مولوی محمد غوث صاحب ساکن دریا سب علماء علاقہ چھچھ جمع ہوئے جن میں سے فضلا مسطورہ ذیل قابل ذکر ہیں ۔

جناب مولانا قطب الدین صاحب غورغشتی ، مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی ، مولانا سعد الدین صاحب جلالوی ، مولانا عبد اللہ جان صاحب جلالوی ، مولانا عبد القدیر صاحب بہبودی ، مولانا سمندر صاحب بہبودی ، مولانا سید عمر صاحب ساکن موسیٰ ، مولانا غلام خان برہ زئی ، مولانا غلام سرور صاحب برہ زئی ، قاضی غلام ربانی صاحب شمس آبادی ۔ انجمن والوں نے نہایت تگ ودو کے بعد مولوی محمد اسحاق صاحب ہزاروی مقیم راولپنڈی کو میدان میں حاضر کیا مگر مولوی صاحب موصوف جم غفیر علماء کی کس طرح مخالفت کر سکتے تھے ، آخر انھوں نے بھی مجمع میں انجمن والوں کی پوری سرزنش کی اور علماء کے ساتھ اتفاق کر کے یہ کہا گیا کہ اگر مولوی عطاء اللہ صاحب نے خلاف علماء مجتہدین کچھ کہا ہے تو ہم پر مولوی صاحب کا اتباع لازم نہیں اور .. بالاتفاق علماء یہ فتویٰ دیا گیا کہ ہر صدقہ اور خیرات نوافل مفید ہیں حیلہ اسقاط مروجہ نہایت ضروری چیز ہے مگر اس

کا ظالم اور متبدع ہے البتہ بعض صورتوں میں خیرات نہیں ہو سکتی ملکہ ناجائز و حرام ہے یعنی مال یتیم سے یا بصورتِ عدم حضور بعض از ورثہ مال مشترکہ سے خرچ کرنا ممنوع و ناجائز ہے اس کے بعد سارا ایکٹ پر اظہارِ ناراضگی کی چند تقاریر کی گئی (۴۱) ملخصاً

۲۴ر ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ / ۲۲ راپریل ۱۹۳۰ء کو ۶۳ رسال کی عمر میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی نے شمس آباد میں وصال فرمایا۔ یہاں کے بڑے قبرستان میں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ مزار سے ملحق آپ کے صاحبزادگان نے مسجد تعمیر کروائی اور آپ کے صاحبزادے مولانا قاضی انوار الحق رحمۃ اللہ نے قبر مبارک کو پختہ فرمایا لوحِ مزار پر "سر الاتقیاء خاتم الفقہاء والمحدثین" کی عبارت کے علاوہ یہ اشعار درج ہیں۔

یہ تو مرتے نہیں روپوش مگر ہوتے ہیں
ان کی ہستی سے سبکدوش نہ ہوگی دنیا!
اُن کے لیئے ایک ہے جینا مرنا!!
وقفِ سرِ حقیقت ہے چشمِ بینا! (۴۲)

مولانا عبدالحق عوز غشتوی مدظلہ اپنے تأثرات یوں تحریر فرماتے ہیں: مولانا غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ عالم اہلِ سنت والجماعت تھے اور ان کی تصنیفات بھی موجود ہیں مگر بندہ ضعیف اور کمزور ہے۔ کتب خانہ میں تلاش نہیں کر سکتا۔ البتہ ان کا طریقہ اہل سنت والجماعت ہے آپ کے ساتھ میری ملاقات خاص شمس آباد میں ہوئی تھی اس وقت میری عمر پچاس سال کی ہوگی۔

فقیر عبدالحق عوہ، غشتوی عفی عنہ
مفتی اعظم علاقہ چھچھ تنظیم العلماء ۱۲ر رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۰ھ (۴۳)

حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی قدس سرہ نے بوقتِ رحلت چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی یادگار چھوڑے۔ (۴۴)

(۱) مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی۔ آپ سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ فخرِ عالم دھوراجی کاٹھیاوار میں اپنے عظیم والد کے زیرِ سایہ پائی بعد ازاں اندرون دہلی دروازہ لاہور میں حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ اس وقت بقیدِ حیات ہیں مگر عمر مبارک پچاسی برس سے متجاوز ہو چکی ہے۔ شمس آباد سے ملحق موضع ویرہ میں

مقیم ہیں۔ (۴۵)

(۲) مولانا قاضی انوار الحق ۔ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے عظیم المرتبت والد محترم کے زیر سایہ حاصل کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ اے کیا جبکہ منشی فاضل دار العلوم فتح پوری دہلی سے کیا۔ قیام پاکستان کے بعد اٹک شہر میں آکر دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر کربستہ ہوئے ۱۹۵۵ء میں جامعہ حنفیہ اٹک کی بنیاد رکھی جہاں تا دم واپسی سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا۔ اٹک کی تاریخ میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جلوس آپ کی زیر قیادت نکلا۔ آپ کی زندگی کا کافی حصہ عالمی تبلیغی دوروں میں گزرا۔ جنوبی افریقہ میں تاج العلماء حضرت علامہ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قربت خاص میسر تھی۔ آفتاب ولایت حضرت بابا جی عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ ساکن دریا شریف جو آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، کے آپ کے ساتھ گہرے روحانی روابط تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ سیرت غوثیہ، خلق عظیم، خلا میں خدا کی تلاش، حقوق الوالدین فلسفہ رمضان، انوار القرآن۔ ان کے علاوہ کئی چھوٹی بڑی کتب اور تحقیقی مقالات اردو انگریزی مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعۃ المبارک وصال فرمایا اور اٹک شہر کے قبرستان میں دفن ہوئے (۴۶) آپ کے صاحبزادے پروفیسر قاری قاضی محمد آصف صاحب فاضل المرکز العلیمیہ کراچی (تلمیذ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ) نے آپ کے مزار کے ساتھ مسجد مدرسہ اور مکتبہ قائم کر دیا ہے (۴۷)

(۳) قاضی نور السلام ۔ وصال فرما چکے ہیں۔

(۴) مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی ۔ مؤلف کتب کثیرہ و سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج اٹک، حال مقیم مدنی مسجد اٹک

(۵) علامہ حافظ قاضی منظور الحق ۔ عین عالم شباب میں ۱۹۲۵ء میں وفات پائی (۴۸) اپنے والد محترم کے پہلو میں دفن ہیں۔

(۶) قاضی محمد طاہر ۔ ایبٹ آباد پولیس لائن میں خطیب ہیں۔

سراج الاتقیاء خاتم الفقہاء والمحدثین، محی الدین حضرت مولانا حاجی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی النقشبندی الرضوی قدس سرہٗ پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

"حواشی و حوالے"

۱۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۱ء، ص ۴۲۰

۲۔ مکرمی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے حکم پر مولانا غلام جیلانی قدس سرہٗ کے حالات جاننے کے لیے راقم الحروف ۸ر مارچ ۱۹۸۹ء کو شمس آباد پہنچا تو یہ نام مولانا کے فرزند حضرت مولانا عبدالسلام شمس آبادی مدظلہ اور خانقاہ قادریہ شمس آباد کے سجادہ نشین مولانا سید قاسم محمود شاہ گیلانی نے بتایا۔

۳۔ آپ کی اپنی تصانیف پر اور "فتاوی الرضویہ" میں یہی نام درج ہے۔

۴۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۰ پر، نیز آپ کی لوح مزار پہ یہی نام درج ہے۔

۵۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۰۔

۶۔ ایضاً

۷۔ آپ کے اساتذہ میں یہ نام راقم الحروف کو مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی نے بتایا۔

۸۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۰

۹۔ بیان مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ امام احمد رضا خان، العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ، فیصل آباد، سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ۱۹۷۳ء جلد سوم، ص ۹۰

۱۲۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۰

۱۳۔ بیان مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی

۱۴۔ مولانا احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام جیلانی کی معرفت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے ایک استفتاء طلب کیا تھا۔ دیکھیے فتاوی الرضویہ، جلد پنجم، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ص ۴۷۲۔

۱۵۔ بیان مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی

۱۶۔ دیکھیے فتاوی الرضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، جلد سوم، ص ۹۲، سطر اوّل

۱۷۔ امام احمد رضا خان، فتاوی الرضویہ، لاہور، مکتبہ النبویہ، ۱۳۹۲ھ، جلد پنجم، ص ۱۸۱

۱۸۔ ایضاً ص ۴۷۲۔

۱۹۔ امام احمد رضا خان، فتاوی الرضویہ، کراچی، دار العلوم امجدیہ، ۱۹۸۵ء، جلد ششم، ص ۴۱۶۔

۲۰۔ امام احمد رضا خان، فتاوی الرضویہ، لاہور، مکتبہ النبویہ، جلد پنجم، ص ۴۷۳۔

۲۱۔ ایضاً ص ۱۸۲

۲۲۔ صلاح الدین اصلاحی، قاضی انوار الحق قدس سرہٗ، ناشر کا نام اور سن طباعت درج نہیں، ص ۳

۲۳۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۰

۲۴۔ الحزب الاعظم کے اس نسخہ کو مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے اردو ترجمہ کے ساتھ "آغوش رحمت" کے نام سے دار الارشاد اٹک شہر نے شائع کر دیا۔

۲۵۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۱۔

۲۶۔ قاضی محمد زاہد الحسینی، آغوش رحمت، اٹک، دار الارشاد، ص ۱۳

۲۷۔ بیان مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی

۲۸۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے اپنی کتاب "گانا بجانا قرآن وحدیث کی روشنی میں" میں ان دونوں کتب سے اقتباس کیا ہے۔ دیکھئے کتاب مذکورہ دار الارشاد، اٹک شہر، ص ۲

۲۹۔ بیان مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی

۳۰۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۱۔

۳۱۔ مولانا غلام جیلانی، راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار، دہلی، مطبع مجتبائی جدیدہ، سن تصنیف ۱۳۲۳ھ / ص ۳۲۔

۳۲۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور، جلد ۸ شمارہ ۱۱، ۲۰ جولائی ۱۹۶۲ء، ص ۱۲، زیر عنوان قرآنی تعلیمات میں حقوق وفرائض خواتین۔

۳۳۔ مولانا غلام جیلانی، راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار، ص ۳۲۔

۳۴۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۱۔

۳۵۔ مولانا غلام جیلانی، راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار، ص ۳۲۔

۳۶۔ دیکھئے فتاوی الرضویہ، جلد سوم، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۹۰ تا ۹۲

۳۷۔ مولانا غلام جیلانی، راحۃ الافکار فی مسئلۃ الخیار، ص ۳۲

۳۸۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، رحمتِ کائنات، اٹک، دار الارشاد، طبع ششم، ص ۲۲۱۔

۳۹۔ مولانا قاضی غلام سبحانی اور مولانا قاضی غلام ربانی رحمتہ اللہ علیہم کے یہ مختصر حالات پروفیسر قاری قاضی محمد آصف صاحب نے راقم الحروف کو اس وقت بتائے جب ۸ راپریل ۱۹۹۰ء کو اٹک شہر میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔

۴۰۔ دیکھیے فتاوی الرضویہ، جلد ششم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۵

۴۱۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر، ۲۱ر جنوری ۱۹۲۰ء، ص ۸، مراسلہ نگار مولانا عبدالحق غورغشتوی

۴۲۔ راقم الحروف کو دو مرتبہ مولانا غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مرقد منورہ پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پہلی مرتبہ ۸ رمارچ ۱۹۸۹ء اور دوسری مرتبہ ۸ راپریل ۱۹۹۰ء کو۔ اس طرح آپ کے مزار سے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔

۴۳۔ حضرت مولانا عبدالحق غورغشتوی نے اپنے تاثرات راقم الحروف کو اس وقت عطا فرمائے جب ۹ اپریل ۱۹۹۰ء کو ان کے آبائی گھر قصبہ غورغشتی نزد حضرو علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا موصوف کی عمر اس وقت ایک سو دس سال سے متجاوز ہے۔

۴۴۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۲۔

۴۵۔ راقم الحروف دو مرتبہ مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی مدظلہ کی خدمت میں موضع دیرونزد شمس آباد حاضر ہوا۔ پہلی مرتبہ ۸ رمارچ ۱۹۸۹ء اور دوبارہ ۸ راپریل ۱۹۹۰ء کو۔ مولانا موصوف نے باوجود عہدِ پیری کے بکمال شفقت اپنے عظیم والد محترم کے حالات بیان فرمائے جو ان کے حوالے سے اس مقالہ میں شامل کیے گئے ہیں۔

۴۶۔ مولانا قاضی انوار الحق کے یہ حالات صلاح الدین اصلاحی کی کتاب "قاضی انوار الحق قدس سرہٗ العزیز" سے ملخصاً لیے گئے۔

۴۷۔ پروفیسر قاری محمد آصف آج کل (۱۹۹۰ء) جنوبی افریقہ کے ایک کالج میں پڑھاتے ہیں اور جنوبی افریقہ میں اپنے والد مرحوم مولانا قاضی انوار الحق کی قائم کردہ انجمن "اخوان الصفا" کی نظامت کے ساتھ ساتھ ان کے تبلیغی کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۴۸۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۴۲۳۔

شیخ محمد توفیق الایوبی الانصاری المجاور بالمدینۃ المنورۃ

وارجو من جناب المؤلف الفاضل ان یشملنی بصالح دعواتہ فانہا مرجوۃ القبول اذھو ابقاہ اللہ تعالیٰ من خلص المحبین لھذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

(الفیوضات الملکیہ، ص ۹۴)

(ترجمہ)

فاضل مؤلف (مولینا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ) سے میں التجا کرتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں میں مجھے بھی شامل رکھیں اس لئے کہ ان کی دعائیں سزاوار اجابت و قبولیت ہیں کیوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ انہیں زندہ رکھے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں میں سے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَوْلٰى

السَّیِّدِ الْکَرِیْمِ الشَّاہِ آلِ رَسُوْلِ الْاَحْمَدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر

حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

ولادت باسعادت :۔ آپ کی ولادتِ باسعادت ماہ رجب المرجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی۔ [1]

اسم مبارک :۔ آپ کا نام نامی آل رسول ہے اور لقب خاتم الاکابر ہے۔

والد ماجد :۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہ ہے

تعلیم و تربیت :۔ آپ کی تعلیم و تربیت والد ماجد کی آغوش شفقت میں ہوئی اور انھیں کی نگرانی میں آپ کی نشو و نما ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی صاحب حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے خانقاہ برکاتیہ میں پڑھ کر فرنگی محل کے علماء مولانا انوار صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا عبدالواسع سید نپوری اور حضرت مولانا شاہ نور الحق رزاقی لکھنوی عرف ملا نور سے کتب معقولات علم کلام فقہ و اصول فقہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔

---

[1] برکات مارہرہ

سلسلہ رزاقیہ کی سند و اجازت حاصل فرمائی ۱۲۲۶ھ میں حضرت مخدوم شیخ العالم عبد الحق ... ردودلوی المتوفی ۸۰ھ کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء و مشائخ کی موجودگی میں دستارِ فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی سنہ پر حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے ارشاد کے بموجب حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے درس حدیث میں شریک ہوئے، صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسل حدیث و طریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں اور سند علم ہندسہ دو مقالہ اقلیدس سنا کر مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی سے حاصل کی۔[1]

حضرت مخدوم شیخ العالم عبد الحق ردودلوی قدس سرہٗ مرید شیخ جلال پانی پتی درویش صاحب تصرف اور مظہر خوارق عادات و کرامات و صاحب ذوق و شوق و سکر اور حالت فقر و تجرید میں یگانہ، آپ کا جذبہ بڑا قوی تھا۔ احمد نام عبد الحق لقب والد کا نام عمر تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا شیخ داؤد سلطان علاء الدین خلجی ۶۹۶ھ-۷۱۶ھ کے عہد میں بلخ سے ہندوستان آئے اور سلطان علاء الدین نے شیخ داؤد کو ردودلی میں جاگیر دی تھی اس لئے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے آباؤ اجداد شیخ وقت تھے۔ والدہ بھی بڑی عابدہ زاہدہ تھیں چنانچہ جب رات کو نماز کے لئے اٹھتیں تو آپ بھی اٹھ کر نماز ادا فرماتے۔ بچپنے سے آپ کے اندر زہد و طاعت بدرجہ کمال تھا۔ شیخ تقی الدین آپ کو پڑھانے کے لئے مختلف اساتذہ کی خدمت میں لے گئے مگر آپ کا علم باطن بہت گہرا تھا حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کے مرید و خلیفہ تھے۔

شیخ آپ کی بڑی عزت و توقیر کرتے اور عبد الحق کے خطاب سے نوازا بے پناہ دعائیں دیں اور فرماتے کہ میرا سلسلہ تم سے جاری ہوگا، تم سارے عالم کو نور معرفت سے منور کر دو گے اس کا اثر قیامت تک رہے گا اور اس کا غلغلہ کبھی کم نہ ہوگا یہاں تک کہ آپ مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے آپ شریعت کا بیحد احترام فرماتے پانچوں وقت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے مسجد میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے پوری رات شب بیداری میں بسر ہوتی کامل بتیس سال تک تکیہ پر سر نہ رکھا۔ آپ فرماتے کہ حقیقی عبادت وہ ہے جس میں کوئی دنیوی غرض شامل نہ ہو۔ مریدوں کی اتباع کے طفیل میں خدا کو پالیا، دونوں جہان کو زیر قدم چھوڑ کر بلند ترین مقام پر فائز ہو گئے۔ آپ ہندی اور فارسی کے بہترین شاعر تھے اور احمد تخلص فرماتے ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ میں ایک سو آٹھ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کا مزار آج تک مرجع خلائق ہے دستگیر بیکساں تاریخ وصال ہے آپ کے فرزند شیخ عارف جانشین ہوئے جنکی عمر کل ۴۰ سال کی ہوئی بڑے باکمال شیخ تھے ۸۵۹ھ میں وصال ہوا [1] اخبار الاخیار فارسی

---

[1] برکات مارہرہ و نور مدارج [illegible] ص ۱۵

فنِ طِب

آپ نے فن طب اپنے والد ماجد شاہ آلِ برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ سے و حکیم فرزند علی خاں موہانی سے علماً وعملاً حاصل فرمایا۔

بیعت وخلافت

حضرت کو خلافت واجازت حضور سیدی اچھے میاں قدس سرہٗ سے تھی، والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر مرید حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے سلسلے میں فرماتے تھے۔

فضائل

خاتم الاکابر حضرت مخدوم الشاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ العزیز آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے سینتیسویں ۳۷ امام وشیخ طریقت ہیں آپ تیرہویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے، آپ کی وہ عظیم شخصیت تھی جس کی مساعی وکوشش سے اسلام ومذہب اہلسنت وجماعت کو... استحکام حاصل ہوا　بڑے نڈر، بیباک، شفیق اور مہربان تھے، غرباء ومساکین کی ضرورتوں کو پوری کرتے علوم ظاہر وباطن میں ماہر تھے۔ آپ کے مکاشفہ میں عجیب شان تھی آپ اپنے اسلاف کی زندہ وتابندہ یادگار تھے آپ کے دور میں سلسلۂ برکاتیہ کی کافی اشاعت ہوئی، آپ کی شان بڑی ارفع واعلیٰ ہے چنانچہ امام اہلسنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے بزبانِ فارسی آپ کے فضائل میں ۴۲، اشعار قلم بند فرمائے۔ جس کا مطلع اس طرح ہے۔ ع

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

عادات وصفات

آپ کی عادات وصفات میں بھی شریعت کی پوری جلوہ گری تھی اور شریعت مطہرہ کی غایت درجہ پابندی فرماتے، نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے اور تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہونے دیتے نہایت کریم النفس، عیب پوش اور حاجت برآری میں یگانۂ عصر تھے جو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہی دعائیں مرحمت فرماتے، ہمیشہ لباس درویش وعلماء میں رہتے تکلفات مشایخانہ سے احتراز فرماتے محافل سماع قطعاً مسدود ولیکہ صرف مجالس وعظ ونعت خوانی ومنقبت وختم قرآن وقرأت دلائل الخیرات حضار عرس کی مہمانداری باقی رکھی تھی فضولیات کی حضور کے دربار میں جگہ نہ تھی، ظاہر شریعت سے ایک ذرہ تجاوز گوارہ نہ فرماتے۔

جود وسخا

آپ کے جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ لوگ مصنوعی ضروریات بتاکر جب چاہتے روپیہ مانگ کر آپ سے لیجاتے اور جیو ر بد معاش مسافروں کی صورت میں آتے اور آپ کی بارگاہ سے بامراد لوٹتے، آپ کی اہلیہ محترمہ عرض کرتیں کہ آپ ولی ہیں تو سب کو ولی ہی سمجھتے ہیں کچھ احتیاط فرمائیں مگر آپ خود گھر میں جاکر سائل کے لئے ضروری اشیاء لاتے اور دے دیتے جو حاجت مند آتا اس کی حاجت روی پہلے کرتے اور اکثر ایسا ہوتا اپنے کپڑے تک اتار کر دے دیتے تھے ہر خادم و مرید سے نہایت شفقت و رافت سے معاملہ فرماتے ان کی پرسش حال حوائج کا انصرام خطا پر معافی، خفیہ معاونت عادت کریمہ تھی۔

کسر نفس اور کمال درویشی یہ ہے کہ باوجود ہر قسم کے استحقاق فائق کے حضور نماز جماعت ایک حافظ سے پڑھواتے کبھی امام نہ بنتے ایک بار مفتی عین الحسن صاحب بلگرامی نے جن کا مکاشفہ بہت بڑھا ہوا تھا جماعت میں شریک ہوکر نماز توڑ دی اور سلام کے بعد حافظ صاحب سے فرمایا کہ مرد خدا! نماز میں بازار جانے اور سودا خریدنے کی ضرورت نہیں، ہم تمہارے ساتھ کہاں کہاں پریشان پھریں! حضرت مفتی صاحب کا سوال سنکر ان پر سخت برہم ہوئے اور ارشاد فرمایا: بہتر ہے آپ خود نماز پڑھائیں۔ دوسرے حافظ صاحب کے ساتھ ساتھ پھریں اور شریعت کا استہزا نہ کریں، آپ کو نماز میں خود حضور نہیں ورنہ دوسروں پر نظر کیوں جاتی۔

آپ کا مثالی کارنامہ

آپ نے اپنے دور میں خانقاہ برکاتیہ کی بڑی خدمات کی ہیں مدرسہ، مدرسین ومشائخ حجرات وخلوات فقراء تعمیر کرائے، عالم، حافظ قاری، طبیب درگاہ شریف میں معین کئے ایک محاسب مقرر فرمایا جو تمام حسابات درگاہ شریف رکھے، خدام آستانہ کی خدمات مقرر فرمائی، مسجد میں امام و موذن مقرر فرمایا، پہلے اکثر خدمات درگاہ وخانقاہ ومسجد، مریدین وخلفاء کے سپرد جو عقیدتاً بلا معاوضہ کرتے تھے مگر حضرت نے وہ تمام کام اپنے ذمے لے لیا اور خود ہی انجام دیتے۔

اسناد علوم ظاہری وباطنی

حضرت نے اپنے استاذ مکرم مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ سے جو اسناد حاصل فرمائیں اسکی تفصیل اس طرح ہے علویہ، عنابیہ، مصافحات مشابکہ سند حدیث مسلسل بالاولیہ حدیث مسلسل بلا ضافۃ اسماء حزب البحر[ع] سند قرآن کریم دلائل الخیرات

ع شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحے کا حاشیہ)

۵۵۱ھ میں مراکش میں پیدا ہوئے، کچھ مدت تک تیونس میں قیام پذیر رہے پھر مصر، اسکندریہ، قاہرہ اور صحرائے جزیرۃ العرب میں مستفیض ہوتے رہے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور یمن میں آپ کے نام کا غلغلہ بلند ہوا، ہزارہا علماء، صوفیاء آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ۶۵۶ھ میں ایک سو پانچ سال کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ فرمایا، دعائے حزب البحر آپ کی بڑی کامیاب اور روح بخش ہے جو مشائخ طریقت کے وظائف میں داخل ہے محمد ابو عبد اللہ بن سلیمان آپ کا آبائی وطن ضلع سوس ملک بربر افریقہ میں واقع ہے۔ آپ کا نسبی سلسلہ انیس پشتوں کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے آپ علم ظاہر و باطن میں یکتائے روزگار تھے، زہد و تقویٰ میں لاثانی، عمدہ اخلاق اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا چودہ سال متواتر مراقبہ اور ریاضت میں گزارے اور چودہ سال کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا بارہ ہزار سے زائد افراد آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور بے شمار افراد اپنے گناہوں سے تائب ہوئے آپ سے بے شمار کرامات و خوارق کا ظہور ہوا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے انتہائی پابند تھے، اپنے شاگردوں کے ساتھ بربر و افریقہ میں ہدایت خلق کے لیئے گشت کرتے آپ کی ترتیب دلائل الخیرات ایک لڑکی کی حیرت انگیز کرامت جو اس کتاب کے لکھنے کا سبب بنی یہ دلائل تقریباً سات سو سال سے علماء و مشائخ کے درمیان نہایت مقدس اور وظیفے میں داخل ہیں۔ آپ کی وفات ۸۷۰ھ یکم ربیع الاول کے دِن نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں سجدہ میں بمقام سوس ملک بربر میں واقع ہوئی اور ظہر کے وقت مسجد کے قریب مدفون ہوئے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی ستر سال بعد شاہ مراکش نے آپ کی نعش کو سوس سے نکلوا کر مراکش کے مشہور قبرستان ریاض الفردوس میں دفن کرایا اور اس پر ایک عالی شان قبہ بنوایا جب آپ کی نعش برآمد ہوئی تو بالکل تازہ معلوم ہوتی تھی اور داڑھی کے خط کے نشان بھی علیٰ حالہٖ باقی تھے اور آپ کی نعش کو انگلی سے دبایا گیا تو خون اپنے مقام سے سرکتا ہوا نظر آیا اور جب انگلی اٹھائی گئی تو خون اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ آپ کی قبر مبارک پر انوار عظیمہ کا نزول ہوتا ہے اور ہمہ وقت زائرین کا اژدہام رہتا ہے۔

:... محمد نام ابوالخیر کنیت شمس الدین لقب اور ابن الجزری عرفیت ہے آپ کے والد تاجر تھے شادی کے چالیس سال بعد جب کوئی اولاد نہ ہوئی حج کو تشریف لے گئے اور طواف کے بعد زمزم شریف پر گئے، زمزم پیا اور دعا کی بارِ الٰہا نیک اولاد عطا فرما: دعا مقبول ہوئی اور شب شنبہ ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ میں دمشق کے محلہ قصاعین میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحے کا حاشیہ)

ابن الجزری کی ولادت ہوئی، نہایت حسین و جمیل اور بڑے شکیل انسان تھے بڑے دولت مند بھی تھے، آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں دمشق علوم و فنون کا مرکز تھا، تعلیم شروع کی صرف ۱۲ سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔ اور ہر سال تراویح میں سنایا قرآن سبعہ کی مشق ابن الحسین سے کی پھر حج فرمایا اور قاہرہ، اسکندریہ، مصر وغیرہ میں ارباب کمال سے اس فن کو حاصل فرمایا یہاں تک کہ فقہ، اصول فقہ، حدیث و جملہ علوم پر جلد ہی مہارت تامہ حاصل کی اور، درس و تدریس کا غلغلہ اکناف عالم میں پھیل گیا، بے شمار افراد نے آپ سے علوم حدیث و قرآن سیکھا متعدد دارالعلوم میں درس دیا، دار العلوم عادلیہ کے شیخ القراء مقرر ہوئے پھر دار الحدیث اشرفیہ میں شیخ القراء رہے خطابت کا یہ عالم تھا کہ ملک الظاہر سیف الدین برقوق متوفی ۸۰۱ھ نے آپ کو جامع توبہ کا خطیب مقرر کر دیا آپ کو شعر و سخن کا فطری ذوق تھا موصوف نے اس فن سے بھی قرآن و حدیث کی خدمت کی، فن تجوید کے اصول اور قواعد کو اشعار میں منضبط کیا اور اختلاف قرأت کو نظم کیا تاکہ ضبط میں سہولت ہو۔ آپ کا شمار اپنے دور کے فصیح لوگوں میں تھا حافظہ نہایت قوی تھا جو چیز ایک مرتبہ یاد کرلی گویا وہ کتاب میں محفوظ ہوگئی، ایک لاکھ حدیثیں سندوں کے ساتھ یاد تھیں بڑے ملنسار، شیریں گفتار اور خدا ترس تھے، جملہ جملہ سے فصاحت و بلاغت ٹپکتی تھی، مزاج میں انکسار و تواضع بے حد تھا، اہل حجاز کے ساتھ خصوصیت سے بہت احسان کرتے تھے بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، آپ نے زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ۱، قرأت کی تعلیم اور درس حدیث ۲، تصنیف و تالیف ۳، عبادت اور یاد الٰہی، تمام عمر ان امور ثلاثہ پر بڑی پابندی سے عمل پیرا رہے ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ اس کے علاوہ تھا جو کبھی قضا نہ ہوا۔ آپ کی کم و بیش چالیس تصانیف ہیں، اپنے موضوع کے اعتبار سے ہر تصنیف اپنے اندر بے شمار معلومات رکھتی ہے انہیں اہم تصانیف میں "الحصن الحصین من کلام سید المرسلین" ہے جس کے معنی سید المرسلین کے کلام سے انتخاب کیا ہوا مضبوط قلعہ ہے یہ کتاب اذکار و اوراد کی اس وقت تک علماء و مشائخ کے معمولات میں داخل ہیں جس کی تاثیر سب پر عیاں ہے جس کے پڑھنے کا طریقہ مشائخ سے اس طرح منقول ہے شب پنجشنبہ کو فرض یا سنت اور نفل سے فارغ ہو کر شروع کتاب سے کیفیۃ الصلوۃ تک دوسرے دن کیفیۃ الصلوۃ سے ازارئی باکو ثمرۃ تک پڑھے تیسرے دن اذا رای باکورۃ ثمرۃ سے فضل الادعیۃ التی ہی غیر مخصوصہ تک چوتھے دن فضل الادعیۃ التی غیر مخصوصہ سے آخر کتاب تک پڑھے، اس ترتیب سے چار دن میں ختم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حِصن حصین، صحاح ستہ اور کتب حدیث و فقہ و تفسیر کی اجازت و اسناد مرحمت ہوئیں۔

کشف و کرامات

فلسفۂ معراج

منقول ہے کہ بدایوں کے ایک صاحب جو آپ کے مرید خاص تھے، وہ ایک مرتبہ سوچنے لگے کہ معراج شریف چند لمحوں میں کس طرح ہوگئی؟ آپ اس وقت وضو فرمارہے تھے فوراً اس سے کہا کہ میاں اندر سے ذرا تولیہ تو لاؤ! موصوف جب اندر گئے تو ایک کھڑکی نظر آئی اس جانب نگاہ دوڑائی تو دیکھتے کیا ہیں کہ پُر فضا باغ ہے یہاں تک کہ اس میں سیر کرتے ہوئے ایک عظیم الشان شہر میں پہنچ گئے، وہاں انھوں نے کاروبار شروع کردیا، شادی بھی کی اولاد بھی ہوئی یہاں تک کہ بیس سال کا عرصہ گزر گیا۔ جب اک بیک حضرت نے آواز دی تو وہ گھبرا کر کھڑکی میں آئے اور تولیہ لیئے ہوئے دوڑے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی وضو کے قطرات حضرت کے جبۂ مبارکہ پر موجود ہیں اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور دست مبارک بھی تر ہیں وہ انتہائی حیران و ششدر ہوئے تو حضرت نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا کہ میاں وہاں بیس برس رہے اور شادی بھی کی یہاں ابھی تک وضو خشک نہیں ہوا اب تو معراج کی حقیقت کو سمجھ گئے ہوگے؟

ایام حج میں موجود

منقول ہے کہ حاجی رضا خاں صاحب مارہروی نے حج سے فارغ ہوکر، مولانا اسمٰعیل صاحب مہاجر سے بیعت کرنے کی پیشکش کی، مولانا موصوف نے فرمایا کہ تم نے حضرت

(پچھلے صفحے کا حاشیہ)

کرے اس ختم کو خواہ ایک بار کرے یا سات بار چالیس بار پڑھنا قبولیت کے لئے اکسیر ہے آپ نے کم و بیش ۵۵ سال تک قرآن و حدیث کی خدمت کی ۷۲ سال کی عمر میں جمعہ کے دِن نمازِ جمعہ سے قبل ۵ ربیع الاول میں (جو مرزا شاہ رُخ کا عہد تھا) شیراز کے اندر اپنی قیامگاہ محلہ اس کا فین میں انتقال فرمایا جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو اتنا ہجوم تھا کہ اعیانِ مملکت، عوام و خاص جنازہ کو کندھا دینے، چھونے اور بوسہ دینے میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے تھے جن لوگوں کو جنازہ تک پہنچنا ممکن نہ تھا وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرتے جنھیں امام الجزری کے جنازہ کے ہاتھ لگانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ نے چھ فرزند اور تین دختر یادگار چھوڑی تھی

(مقدمہ حصن حصین)

شاہ آلِ رسول صاحب مارہروی قدس سرہٗ سے ہی بیعت کیوں نہ کر لی، وہ اب تک ہمارے ساتھ تھے؟ یہاں تک کہ حاجی صاحب موصوف مارہرہ شریف لوٹے تو حضرت کے سامنے اس واقعہ کو ذکر کیا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "میاں انھیں شبہ ہوا ہوگا، میں تو اب تک خانقاہ شریف کی سجادگی چھوڑ کر کہیں گیا ہی نہیں"

اولاد کرام

آپ کا عقد شریف نثار فاطمہ بنت سید منتخب حسین صاحب بلگرامی سے ہوا جن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں (۱) سید ظہور حسین بڑے میاں (۲) سید شاہ ظہور حسین چھوٹو میاں (۳) انصار فاطمہ (۴) ظہور فاطمہ (۵) رحمت فاطمہ قدس سرہما۔

انصار فاطمہ اور ظہور فاطمہ کو یکے بعد دیگرے سید حافظ حسن صاحب آپ کے بھانجے کے عقد میں دیا گیا جو لاولد فوت ہوگئیں۔ تیسری صاحبزادی رحمت فاطمہ جن کا عقد سید محمد حیدر بن سید دلدار حیدر بن سید منتخب حسین سے ہوا۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں بمقام منیٰ آٹھویں ذوالحجہ بروز پنجشنبہ ۱۳۱۰ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔ یہ صاحب اولاد تھیں ان کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔

سید شاہ ظہور حسین کی ولادت ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا عقد اول اکرام فاطمہ بنت سید دلدار حیدر بن سید منتخب حسین سے ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادہ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہٗ اور ایک صاحبزادی کلثوم فاطمہ (جو سید شاہ نور المصطفےٰ بن سید شاہ غلام محی الدین قدس سرہٗ کے نکاح میں تھیں جو صاحب اولاد تھیں) پیدا ہوئے۔

آپ کی ذات مجمع الکمالات تھی حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی قدس سرہٗ کا فیضان عام تھا۔ بڑے بڑے فضلاء و علماء اپنے زانوئے ادب کو آپ کی بارگاہ میں تہہ کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ مولانا صوفی عبدالرحمٰن صاحب جو مرید و خلیفہ حضرت حافظ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنا حال بیان فرماتے تھے کہ سلوک و معرفت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ مارہرہ حاضر ہو اور حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول مارہروی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ سے سند تکمیل لاؤ؟ میں حاضر خدمت حضرتِ خاتم الاکابر ہوا اور عرض حال کیا اور اد و ادعیہ کی اجازت چاہی حضرت نے فرمایا چار اربعین یہاں حاضر رہو اس وقت دیکھا جائے گا، میں حاضر رہا اور حسبِ ہدایاتِ حضور کسب و وردِ اشتغال کرتا رہا، چار اربعین کے ختم پر سندِ تکمیل و اجازتِ عامہ و خلافت مرحمت فرمائی۔

حضرت کا یہ معمول تھا کہ اپنے صاحبزادوں کو باوجود تکمیل اپنے گھر کے خلفاء وخدام سے اخذ علوم و فیوض کا حکم فرماتے یہاں تک کہ آپ کے خلف اکبر سید شاہ ظہور حسن قدس سرہٗ نے جب سلوک ختم فرمالیا تو آپ نے حکم دیا کہ تمہارے گھر کی بڑی دولت مولانا عبدالمجید بدایونی قدس سرہٗ کے پاس ہے جاؤ ان سے اپنا حصہ لاؤ۔ یہاں تک کہ بدایوں کے لیئے روانہ فرمادیا حسب الحکم صاحبزادہ صاحب بدایوں پہنچے حضرت مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ عمائدین شہر کے ساتھ شہر کے باہر برائے استقبال تشریف لائے اور بکمال احترام اس پالکی کو جس پر صاحبزادہ سوار تھے کندھا دیا اور مدرسہ قادریہ میں اتارا حضرت صاحبزادہ نے فرمایا کہ میں پیرزادگی کے طور پر اپنے گھر کے خادم خلیفہ کے یہاں نہیں آیا ہوں حضور والد ماجد نے آپ کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ نعمت جو امجد سے آپ کو ملی ہے اس فقیر مستحق کو بھی کچھ مرحمت ہو! حضرت مولانا قدس سرہٗ نے بکمال ادب عرض کیا کہ یہ خادم اور نعمت سب آپ کا مال ہے تشریف رکھئے جو مجھ کو معلوم ہے حاضر کردوں گا اور عشاء کی نماز کے بعد صاحبزادہ قدس سرہ اس حجرہ میں تشریف لے گئے جو آپ کے واسطے متعین کیا گیا تھا، اور اشغال باطنی میں مصروف ہو گئے۔ نماز صبح کی اذان سنکر حضرت صاحبزادہ حجرہ سے برآمد ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ مولانا عبدالمجید قدس سرہٗ حجرہ کے دروازے پر دست بستہ کھڑے ہیں، معلوم ہوا کہ تمام رات آپ کی اسی طرح گزری ہے صاحبزادہ صاحب نے اس تکلیف کا عذر فرمایا مولانا نے عرض کیا کہ یہی نعمت ہے جو میں آپ کے گھر سے لایا ہوں اور مجھ کو یہی حکم ہے۔ الحمدللہ آپ کا سلوک تکمیل کو پہنچ گیا یہ نکتہ تھا جس کی تکمیل کو آپ بدایوں بھیجے گئے کہ راہ سلوک میں ادب و محبت ترک رعونت ایک لازمی امر ہے، بس آپ تشریف لے جایئے اور سند اجازت حاضر کی۔ [1]

خلفاء کرام

حضرت کے خلفائے کرام اپنے وقت کی نابغۂ روزگار ہستیاں ہیں جن کی ایک ہلکی فہرست راقم الحروف پیش کرتا ہے۔

(۱) حضرت سید شاہ ظہور حسین (۲) حضرت سید شاہ مہدی حسن مارہروی (۳) حضرت سید شاہ ظہور حسن مارہروی (۴) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی (۵) حضرت سید شاہ ابوالمحسن خرقانی (۶) حضرت سید شاہ محمد صادق، برادرزادہ (۷) حضرت سید شاہ امیر حیدر ہمشیرزادہ (۸) حضرت سید شاہ حسین حیدر (۹) اعلیٰ حضرت مجدد اعظم شاہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی (۱۰) حضرت قاضی عبدالسلام عباسی

---

[1] نور مدائح حضور ص ۸۷

بدایونی (۱۱) حضرت سیّد شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی ۔(۱۲) حضرت شاہ احسان اللہ فرشوری بدایونی، (۱۳) حضرت شکر اللہ خاں فرشوری بدایونی (۱۴) حضرت حافظ حاجی محمد احمد فرشوری بدایونی (۱۵) حضرت حاجی فضل رزاق فرشوری بدایونی (۱۶) حضرت حافظ مظہر حسین فرشوری بدایونی (۱۷) حضرت حافظ مجاہد الدین صدیقی بدایونی (۱۸) حضرت مفتی محمد شرف علی صدیقی بدایونی (۱۹) حضرت شیخ منور علی (۲۰) حضرت مفتی محمد حسن خاں بریلوی (۲۱) حضرت سیّد شاہ تجمل حسین قادری شاہجہانپوری (۲۲) حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب (۲۳) حضرت قاضی مولوی شمس الاسلام عباسی بدایونی (۲۴) حضرت مولوی ضیاء اللہ خاں عبّاسی بدایوں ثم بریلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین [1]

ے حضرت مولانا شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہٗ علی حسین نام، پیر شاہ اور شیخ المشائخ خاندانی خطاب اشرفی تخلص، ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت ولادت ہوئی حضرت مولانا گل محمد خلیل آبادی علیہ الرحمہ نے بسم اللہ خوانی ادا کرائی، مولوی امانت علی کچھوچھوی اور مولانا قلندر بخش کچھوچھوی علیہم الرحمہ سے فارسی عربی کی تحصیل فرمائی ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر اکبر قطب المشائخ حضرت شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ سے مرید ہوکر تکمیل سلوک فرماکر اجازت وخلافت حاصل فرمائی ۱۲۹۳ھ میں پہلا حج کیا۔ دربار نبوی سے خاص نعمتیں مرحمت ہوئیں۔ ۱۲۹۷ھ میں مسند سجادگی پر فائز ہوکر مصروف ہدایت وارشاد ہوئے ۱۳۲۳ھ میں دوبارہ حج وزیارت کا سفر کیا۔ تیسری بار ۱۳۲۹ھ میں مناسک حج کی ادائیگی اور دیدار روضۂ نبوی کے بعد بیت المقدس، شام، مصر، حماہ شریف، حمص شریف، کربلائے معلیٰ، بغداد مقدس کی زیارتوں سے مشرف ہوئے چوتھا اور آخری حج وزیارت ۱۳۵۴ھ میں کیا، مذکورہ بالا دیار میں صدہا علماء ومشائخ داخل سلسلہ ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے، حضرت میاں راج صاحب سوندھ شریف ضلع گڑگانواں نے سلسلہ قادریہ زاہدہ کی اجازت کے ساتھ سلطان الاذکار ودیگر اشغال مخصوصہ کی اجازت دی اور ایک دونی عطا فرمائی، مولانا سید شاہ محمد امیر کابلی نے سلسلہ قادریہ منوریہ کی اجازت سے نوازا، حضرت شاہ آل رسول مارہروی حضرت شاہ حافظ احمد حسین خاں شاہجہانپوری، حضرت شاہ خلیل احمد مخاطب بہ عین اللہ صفی پوری نے اپنے... سلاسل کی اجازتیں عطا فرمائیں، شیخ المشائخ سرکار کچھوچھہ علاوہ باطنی واعلیٰ اوصاف وخصوصیات کے ظاہری شکل

---

[1] نور مداح حضور ص ۹۳-۹۴

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اقوال و ملفوظات

حضرت کے چند اقوال راقم الحروف قلمبند کرتا ہے جو تصوف و معرفت کا گنجینہ ہے اور اہلِ ذوق کے لئے ضابطہ حیات ہے فرماتے ہیں۔

(پچھلے صفحے کا حاشیہ)

صورت میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شکل و صورت تھے، ارباب مشاہدہ نے اس کی تصدیق کی ہے، ولی عہد سجادہ سرکار کلاں حضرت مولانا شاہ اظہار اشرف مدظلہٗ کی روایت ہے کہ ایک بار شیخ المشائخ قدس سرہٗ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مزار پاک کے اندر سے فاتحہ پڑھ کر نکل رہے تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ العزیز بغرض فاتحہ جا رہے تھے کہ فاضل بریلوی کی نظر حضرت علی حسین قدس سرہٗ پر پڑی، دیکھا تو بالکل ہم شکل محبوب الٰہی تھے۔ اسی وقت برجستہ یہ شعر کہا ؎

اشرفی اے رخت آئینہ حسنِ خوباں : اے نظر کردہ پروردہ سہ محبوباں

ہزارہا افراد تو صرف آپ کے حسنِ خداداد کی زیارت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، آپ کی تقریر نہایت موثر ہوتی تھی، مواعظ میں جس انداز میں آپ مثنوی پڑھتے، وہ بے نظیر تھا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف سمنانی کچھوچھوی کے بعد سلسلہ عالیہ اشرفیہ میں آپ جیسے مرجع الخلائق کوئی دوسرے بزرگ نہیں گزرے، آپ ہی کی ذات مبارکہ سے شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک صدیوں بعد سلسلہ اشرفیہ بلادِ اسلامی میں پھیلا۔ آپ کا دربار میکدہ عرفان و آگہی تھا جہاں بادہ گسارانِ طریقت کا ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا۔ آپ متقدمین صوفیہ کی روش پر فکر سخن بھی فرماتے تھے آپ کے محبوب مرید اور مشہور مبلغ اسلام میر غلام بھیک نیرنگ وکیل انبالہ نے "دیوانِ عرفان ترجمان" کا مجموعہ بنام "تحائف اشرفی" ۱۳۳۳ھ میں شائع کیا۔ گیارہویں رجب ۱۳۵۵ھ کو طویل عمر میں حضرت کا وصال ہوا۔ مرقد درگاہ مخدوم سید اشرف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۸۸-۱۹۰)

(۱) راہِ سلوک میں ادب و محبت اور ترک رعونت ایک لازمی امر ہے (۲) علماء و فقراء و مساکین کی تعظیم پوری سعی سے کرتے رہو اور جو کچھ بھی میسّر ہو پوری تواضع کے ساتھ سامنے رکھ دو قبول کرلیں تو بہتر نہ کریں تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ (۳) نیاز و فاتحہ میں ہرگز تکلف نہ برتیں کہ شرع میں تکلف روا نہیں ہے اور صرف سوا پاؤ بتاشوں پر فاتحہ دلانے پر اکتفا کریں (۴) درویش کا ظاہر تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مانند ہونا چاہیئے اور باطن حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ہونا چاہیئے (۵) ہر حالت میں دِل بلند و قوی اور امید صادق رکھنی چاہیئے تاکہ ظہور دولت اس جگہ سے ہو جہاں عقلاء کی عقلوں کی بھی رسائی نہیں۔

آخری وصیّت

وقت رحلت آپ سے لوگوں نے استدعا کی کہ حضور! کچھ وصیت فرما دیجئے؟ بہت اصرار پر فرمایا کہ مجبور کرتے ہو تو لکھ لو یہ ہمارا وصیت نامہ ہے:.....

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ بس یہی کافی ہے اور اسی میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔[۱]

تاریخِ وصال

آپ نے ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ بروز چہارشنبہ کو مارہرہ شریف میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؐ

مزار شریف

آپ کا مزار شریف مارہرہ شریف میں مشرقی دالان درگاہِ گنبد حضور صاحب البرکات میں بالین مزار حضرت شاہ حمزہ قدس سرہٗ مرجع خلائق ہے۔

مادۂ تاریخ

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

۹۶ ہجری ۱۲

---

[۱] نور مدائح حضور ص ۹۱۔

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

علامہ محمد احمد مصباحی مجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا)

امام احمد رضا اور تصوّف

(قسط دوم)

شاید آپ کو احساس نہ ہوا ہو کہ میں تصوّفِ اعتقادی سے آگے بڑھ کر تصوفِ عملی کا ذکر چھیڑ چکا ہوں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ذوق وکیف کی یہ جو حالتیں ذکر ہوئیں سراسر عملی ہیں۔ اعتقاد میں بھی عملِ قلب ہوتا ہے مگر خاص تعلیم واجلال میں جو عملِ قلب ہے وہ محض اذعان واعتقاد سے زائد ایک خالص عمل ہے چونکہ سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے متعلق تصوّف اعتقادی کا ذکر تھا جس میں عقیدۂ تعظیم بھی شامل تھا تو ضمناً اعتقاد کے بعد عمل کا بھی ذکر کر دیا تاکہ یہ بحث وہیں مکمل ہو جائے۔

اب اتمامِ کلام کے لیئے اسی نوع کا ایک اور عمل یہیں ذکر کرتا چلوں وہ ہے :-

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام احمد رضا کی اس کیفیتِ دل وجان سے عالم آگاہ ہے ان کے عشق کا چرچا غیر کی محفل میں بھی ہے انھوں نے عشق کا وہ درس دیا کہ دنیا سیکھا کرے اور عملاً عشقِ رسول کو اس طرح پیش کیا کہ دنیا دیکھا کرے۔ اس باب میں ان کی کون کون سی ادا یاد کی جائے اور اس کی کتنی صورتیں بیان کی جائیں۔ اس عشق کے جلوے ان کی نثر میں بھی ملتے ہیں اور نظم میں بھی یہاں نظم سے چند اشعار اور نثر سے ایک اقتباس پر اکتفا کی جاتی ہے۔

وہ بات پھر آپ اپنے ذہنوں میں تازہ کر لیں کہ امام احمد رضا کی شاعری سراسر حال ہے ان کا کلام وارداتِ قلب کا اظہار ہے وہ بارگاہِ رسالت میں جھوٹے احوال دکھانے سے ہر طرح سے متنفّر وبیزار ہیں وہ اپنے آقا کو اپنی ہر کیفیت وحقیقت سے آگاہ وخبردار جانتے ہیں۔

غالب نے عشقِ مجازی میں کہا تھا ؎ جسکو ہو جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟

مگر عشق کا جمال و کمال عشق مجازی میں کہاں؟ اس لیئے حقیقی عشق والے نے یوں کہا۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں :. دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں :. سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

وہ دردِ عشق ہی میں لطف دوا پاتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفٰے روز فزوں کرے خدا :. جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں
سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے :. جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں

وہ داغِ عشق کو قبر کی تاریکیوں کا اجالا سمجھتے ہیں۔

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے :. اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اس کے بعد بھی وہ اپنے عشق کا محاسبہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کے عشق میں ابھی کمی ہے۔ فرماتے ہیں :۔ مجنوں کو عشق مجازی تھا تو سگِ دیارِ لیلیٰ کے قدم چومے۔ کیا ایسا نصیب تیرا بھی ہے؟

رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ! کہ اتنا دماغ لے کے چلے

مگر حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ دیارِ مدینہ سے باہر آنے والے مومن کا پاؤں چومتے خواہ وہ ان سے کتنا ہی فروتر ہو۔ اور اگر کوئی بتاتا کہ دربار پر حاضر نہ ہوا، حرم مکہ سے ہی واپس چلا آیا تو اس سے منہ پھیر لیتے خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔

جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا تو اس نے مجھ پر زیادتی کی میرے ساتھ بدخلقی و بدسلوکی کی۔ جس نے محبوب آقا کے ساتھ بدسلوکی کی ہو اس کے ساتھ ایک سچا عاشق و محب خندہ روئی سے کیسے پیش آسکتا ہے؟

امام احمد رضا آتشِ عشق کو آتشِ جہنم سے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے :. جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

سوز دروں سے ان کا دل سلگتا تھا اور خاص قلوب عرفاء و اولیاء کی طرح دل سوزِ عشق سے کباب ہو چکا تھا۔

اے دل یہ سلگنا کیا، جلنا ہے تو جل ہی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم، کیا دھونی رمائی ہے

تونے کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج ∴ آج کے دودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

وہ اپنے آقا کے علاوہ کسی کی دریوزہ گری کے لئے قطعاً رضامند نہیں۔ ان کی غیرتِ عشق ملاحظہ ہو۔

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال ∴ جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

جن کے ٹکڑوں سے پلے ان کے سوا کوئی نظروں پہ چڑھتا ہی نہیں مانگیں تو کس سے مانگیں؟

تیرے قدموں میں جو ہیں، غیر کا منہ کیا دیکھیں ∴ کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

کس کا منہ تکئے، کہاں جائیے، کس سے کہئے ∴ تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

اپنے آقا کی شان اور ان کی عطا پر اذعان دیکھئے۔ ؎

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے ∴ دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجئے کہ ہے ∴ بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی!

فریادِ اُمتی جو کرے حالِ زار میں ∴ ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

علم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے بارے میں یہ صرف اعتقاد ہی نہیں عمل بھی ہے وہ فریاد کر چکے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہ آقا کو خبر ہے۔

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا ∴ یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

شہرِ رسول سے ان کی محبّت کا عالم دیدنی ہے:۔

عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو! ∴ مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ ∴ اُو پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک ∴ حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

اکابر علماء کے درمیان ایک بڑے معرکۃ الآراء مسئلہ کا فیصلہ بالکل عارفانہ و عاشقانہ تیور میں فرماتے ہیں جس کے بعد مخالف کے لیئے کچھ اور بولنے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ فرماتے ہیں۔

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد!

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اس بارگاہ میں زخمِ دل اور دل کو بھی چھکنے بھڑکنے کی اجازت نہیں دیتے انھیں بھی درسِ

ادب رہے ہیں۔

دیکھو او زخم دل آپے کو سنبھال :. پھوٹ بہتے ہیں ٹپکنے والے

ارے یہ جلوہ گرِ جاناں ہے :. کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

پھر اپنے قدم پہ نظر جاتی ہے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ان کی کسرِ نفسی اور آقا کی شفاعت و رحمت کا یقین دونوں یکجا ملاحظہ ہوں۔

نکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا :. یہ آبرو رضا ترے دامانِ ترکی ہے

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیش تر :. دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو :. اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

تصوف میں بڑا سخت مقام محاسبہ نفس ہے اسے امام احمد رضا کی امیدِ رحمت کے ساتھ یکجا دیکھئے۔

آنکھ تو اٹھتی نہیں، دیں کیا جواب :. ہم پہ بے پرسش ہی رحمت کیجئے

زاہدا ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع :. اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

ان کا حج نفل، زیارتِ روضۂ انور کا طفیلی ہو گیا ہے۔

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے :. اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا :. پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

غیرتِ عشق وہ اپنے آقا کے سوا کسی بڑی سے بڑی حکومت کے آگے جھکنے کو تیار نہیں کسی نے انگریز گورنمنٹ کو سرکار کہہ دیا تو غیرتِ عشق پکار اٹھی۔

بجز سرکار، سرکار ایجاد سرو کارے بہ سرکارے ندارم

انھیں حیرت ہے کہ دنیا والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے آقا کے ہوتے ہوئے اپنی دنیا کے تاجداروں کو آقا کہہ رہے ہیں؟

کیا بھول ہے ان کے ہوتے کہلائیں :. دنیا کے یہ تاجدار آقا!

ان کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں ایسے ایسے ہزار آقا!

یہ بھی ان کی غیرتِ عشق کا ہی نتیجہ ہے کہ اگر مدح کی ہے تو صرف اپنے آقا کی یا ان کے آل و اصحاب کی

ان کے اولیاء اور علماء کی کسی غیر سے انھیں نیازمندانہ تعلق خاطر کبھی نہ ہو سکا۔ کفار تو کفار مسلم نوابوں کے منقبت لکھنا بھی گوارہ نہیں۔ ان کی وہ نعت اور اس کا واقعہ مشہور ہے کہ بعض حضرات نے فرمائش کر ڈالی کہ نواب نان پارہ ایسے ایسے اوصافِ حسنہ کا حامل ہے آپ بھی اس کی کوئی منقبت لکھ ڈالیں۔ جواباً امام احمد رضا نے اپنے آقا کی نعت لکھی جس کے مقطع میں نان پارہ کو الٹ کر باندھا۔ فرماتے ہیں۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا! پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

مطلع ہے :۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں ؛ یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

جب دوسری بار ۱۳۲۴ھ میں آقائے کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شوق دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے، انھیں امید تھی کہ ضرور سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور زیارتِ جمال سے سرفراز کریں گے لیکن پہلی شب تکمیل آرزو نہ ہو سکی، یاس وحسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں عاشق مصطفےٰ کا ناز اور ایک جلیل القدر دلی کا عرفان، پھر بے کسی ومحرومی کا اظہار کچھ عجب انداز لیئے ہوئے نظر آتا ہے، عرض کرتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا ؛ تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

مواجہہ شریف میں یہ نعت عرض کی اور مؤدب ومنتظر بیٹھ گئے۔ قسمت جاگی، حجاب اٹھا اور عالم بیداری میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جمال جہاں آرا کے دیدار سے شرف یاب ہوئے۔

یہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ اعزاز ہے جو بڑے ناز کے پالوں کو ہی میسّر آتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ پچھتر بار بیداری میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی، بیداری میں شرف زیارت کے

اثبات میں علامہ سیوطی کا ایک رسالہ بھی ہے ۔ تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی و الملک (مطبوعہ استنبول ترکی)

امام احمد رضا قدس سرہٗ خواب میں بار بار زیارت جمالِ اقدس سے شرف یاب ہوئے مگر اس بار خاص روضۂ رسول کے حضور عالم بیداری میں دیدار سے سرفراز ہوئے ہیں جو ان کے کمالِ عشق و عرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہِ رسالت میں ان کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ ایک شامی بزرگ نے امام احمد رضا کے خاص یوم وصال پر خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِن کے جنازے کا انتظار کر رہے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مضمون حافظ ملت اور "سوانح اعلیٰ حضرت" وغیرہ)

اور کیوں نہ ہو کہ اس عاشق صادق اور عالم ربّانی، مجاہد کامل اور عارف صمدانی کی پوری زندگی احیاء دین و سنّت اور ناموسِ رسالت کی حفاظت و صیانت میں بسر ہوئی ہے وہ اپنی اور اپنے آباؤ اجداد کی عزت پیارے آقا کی عزت پر قربان کرتا ہے ۔ دشمنوں سے گالیاں سنتا ہے اور قرار پاتا ہے کہ کم از کم جتنی دیر وہ مجھے گالی دیتے اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں ، خود فرماتے ہیں ۔

واللہ العظیم وہ بندۂ خدا بخوشی راضی ہے اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول (جل جلالہ، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگالیں کہ روزانہ اس بندۂ خدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں ۔ اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط رہے کہ اس بندۂ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا کا بر علماء قدست اسرارہم کو بھی گالیاں دیں تو ایں ہم برعلم ۔

اے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو، اس کے اباؤ اجداد کی آبرو بدگویوں کی بدزبانی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے سپر ہوجائے ۔

یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندۂ خدا پر کیا کیا طوفان ، بہتان

اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں، اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح
کی گڑھتوں سے کیا کیا خاکے اڑاتے ہیں مگر وہ اصلاً قطعاً نہ اس طرف..
التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطا
ہوا کہ بعونہٖ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کروں
حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں، اچھا ہے کہ جتنی دیر
مجھے برا کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی سے غافل
رہتے ہیں۔

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَہٗ وَعِرْضِیْ ∴ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وِقَاءٌ [1]

تصوفِ علمی میں نہایت سخت مقام یہ ہے کہ آدمی کے نفس میں تعریف پر عجب و خود بینی پیدا ہو جائے اور مذمت پر جوشِ غضب اور جذبۂ انتقام ابھر آئے، سالک کے لئے اس سے بچنا ضروری ہے امام احمد رضا کا یہ دوسرا مجاہدہ ہے۔ ایک عظیم مجاہدہ تو دشمنانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے قلمی مقابلہ اور ان کی گمراہیوں کا ردّ و ابطال ہے اور دوسرا یہ کہ اس خدمت کے سبب حرمین شریفین کے اکابر علماء کی زبان و قلم سے مدح سنکر اپنے نفس کو عُجب سے بچانا اور دشمنوں سے گالیاں سنکر غضب و انتقام سے بچانا مگر بفضلہٖ تعالیٰ امام احمد رضا قدس سرہٗ دونوں مجاہدے بڑی کامیابی سے سر کرتے ہیں، تحدیثِ نعمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:...

> حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی یہ استقامت
> دی کہ وہ ان اعاظمِ اکابر کی ان عظیم مدحوں پر اترتا ہے بلکہ اپنے رب کے
> حسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لئے، کیا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے
> عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا، نہ (یہ بندہ) ان دشنامیوں اور ان کے
> حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں..
> پریشان ہوتا بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس ناقابل

---

[1] خلاصہ فوائد فتاویٰ ۱۳۲۴ھ، طبع چہارم بریلی صفحہ ۴۹۔ ۵۰ ملخصاً

کو اس قابل بنایا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت
کی حمایت کرے، گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار
کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے [۲]

ایک مرید معتقد حاضر تھے۔ ڈاک میں ایک گالیوں بھرا خط نکلا۔ وہ پڑھ کر غصے سے سرخ ہو گئے۔ عرض کیا یہ شخص میرے قریب کا رہنے والا ہے اس پر مقدمہ دائر کرکے اسے قرار واقعی سزا دلائی جائے۔ اعلیٰ حضرت نے اندر سے بہت سارے تعریفی خطوط لاکر ان کے سامنے رکھ دیئے وہ پڑھ کر پھولے نہ سمائے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا پہلے ان تعریف کرنے والوں کے انعام واکرام سے مالا مال کر لیجئے پھر گالی دینے والے کو سزا دلائیے اور حب محبّ کو فائدہ نہ پہنچا سکتے ہوں تو دشمن کو نقصان پہنچانے کی بھی فکر نہ کیجئے۔۔۔!

یہ تھا امام احمد رضا کا حسنِ نیت، اخلاصِ عمل، جہاد فی الدین اور کردار و عمل کا وہ کمال جس نے علماء عصر کی اونچی اونچی صفوں میں انھیں ممتاز سے ممتاز تر کر دیا اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی اسی شان سے جلوہ گر ہوں گے۔

تعظیمِ سادات

عشق کی صداقت اور پختگی جبھی ہے کہ جس چیز کو بھی محبوب سے نسبت ہو اس سے محبت رکھے اور اس کا احترام بجا لائے یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور دوسرے اسلاف کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ قرابت کی محبت و تعظیم میں ہمیشہ پیش پیش رہے یہی نہیں بلکہ آثار و تبرکات کی تعظیم کا بھی انھوں نے عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔ ان ہی عرفاء کے اتباع میں امام احمد رضا کی زندگی بھی تعظیمِ سادات کے شواہد سے لبریز ہے انھیں اپنے آقا سے نسبت رکھنے والی، چلتی پھرتی یہی یادگاریں نصیب تھیں اس لئے ان کی عزت و تکریم میں کوئی کمی کیسے روا رکھتے۔ آلِ نبی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

---

[۲] خلاصہ فوائد فتاویٰ ۱۳۲۴ھ طبع چہارم بریلی صفحہ ۴۹۔ ۵۰ ملخصاً

یہاں مختصراً چند واقعات کی روشنی میں ان کی تعظیم آلِ رسول کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو دیدۂ عبرت و بصیرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔

(۱) مولانا سید شاہ ابو سلمان محمد عبد المنان قادری ایک مرتبہ ملاقات اور کچھ مسائل حل کرنے کے لئے آئے تھے ان کا بیان ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے تو آپ نے بڑی عزت بخشی اور جملہ شکوک چند منٹوں میں اس طرح رفع کر دیے کہ گویا شکوک کبھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا۔ ان دنوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کئے رخصت ہوتے وقت کچھ روپے جو الٰہ آباد کی آمد و رفت میں صرف ہو سکتے تھے بلکہ کچھ زائد ہی مرحمت فرمائے میں نے انکار کیا تو فرمایا یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں انھیں لے لیجئے تو فقیر نے وہ رقم لے لی بعد وصال چند بار عرس میں حاضری ہوئی اس وقت بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیت نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔ (ص ۲۰۷، حیات اعلیٰ حضرت)

مولانا موصوف خاص خانقاہی بزرگ ہیں ان کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف و طریقت میں بھی انھوں نے اعلیٰ حضرت کا پایہ بلند دیکھا ورنہ اہلِ طریقت صرف اہل ظاہر سے کب متاثر ہوتے ہیں۔

(۲) لاعلمی میں ایک سید زادے اعلیٰ حضرت کے یہاں ملازم ہو گئے جب سیادت کا علم ہوا تو گھر والوں کو تاکید کر دی کہ شہزادے سے خدمت نہ لی جائے اور جو کچھ دینے کا وعدہ ہو چکا ہے بطور نذر پیش کیا جائے نہ بطورِ اجرت۔ کچھ دنوں بعد وہ سید زادے چلے گئے کیونکہ بے محنت رقم لینا پسند نہ آیا۔

(۳) جب میلاد شریف وغیرہ کا تبرک تقسیم ہوتا تو سادات کرام کو دہرا حصہ دیا جاتا ایک بار سید محمود جان صاحب کو غلطی سے ایک ہی حصہ پہنچا۔ اعلیٰ حضرت کو علم ہوا تو تلافی میں باصرار پوری ایک سینی پیش کی اور اپنے خادم کے ذریعہ ان کے گھر تک بھجوائی۔

(۴) مکان کا ایک حصہ تعمیر کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت کے لئے مردانہ قرار پایا مستورات دوسرے مکان میں بھیج دی گئیں بعد تعمیر پھر منتقل ہو گئیں۔ ایک سید صاحب جو اس مکان میں پہلے موزد خاص و عام ہونے کے وقت تشریف لا چکے تھے۔ مستورات کے آنے کے بعد بھی ناواقفی میں آنگن تک چلے آئے، باہر کے غلام بھی کہیں جا چکے تھے اس لئے کوئی بتانے والا بھی نہ ملا۔ انھیں احساس ہوا کہ یہ مکان اب زنانہ ہو گیا ہے

تو بہت شرمندہ ہوئے اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی سمجھ گئے اپنے پاس بٹھا کر باتوں میں لگایا اور اس طرح دلجوئی فرمائی کہ ان کا احساس ندامت جاتا رہا پھر باہر تک آکر خود رخصت کیا - آلِ رسول کے قلب پر ندامتِ خانگی کا اثر دیکھنا بھی عاشقِ رسول کو گوارا نہ ہوا اور ایسی ناز برداری فرمائی کہ سبحان اللہ ماشاء اللہ -

(۵)۔ ایک سید صاحب کی آواز کانوں میں پڑی " دلواؤ سید کو " اسی دن اخراجات کی رقمیں مولانا حسن رضا خاں نے لاکر دی تھیں پورا بکس لے جا کر پیش کیا، جس میں چھوٹے بڑے نوٹ، اٹھنیاں، چونیاں روپے پیسے دو سو روپے کے قریب تھے سید صاحب بغور دیکھتے رہے اور صرف ایک چونی لے لی اعلیحضرت نے کہا حضور سبھی حاضر ہے فرمایا بس! - اس کے بعد گھر والوں کو تاکید کر دی کہ سید صاحب نظر آئیں ایک چونی حاضر کر دی جائے انھیں مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

تعظیمِ سادات سے ان کی زندگی کی صبح و شام معطر ہے کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے - ان کا جلوہ ان کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی زندگی میں سینکڑوں حضرات بچشم خود ملاحظہ کر چکے ہیں عشقِ رسول ہو تو تعظیم آلِ رسول خود بخود پیدا ہو جاتی ہے سادات کرام تو جزو بدن ہیں - امام احمد رضا نے آثار مبارکہ کی تعظیم میں بھی رسالے لکھے ہیں " بدر الانوار فی آداب الآثار ۱۳۲۶ھ " اور " شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہٖ و نعالہٖ " قابل دید ہیں - صرف عشق و محبت ہی نہیں بلکہ علم و شریعت کی زبان میں بھی آثار کی تعظیم کو مدلل فرمایا ہے اور عام طور سے جو شکوک و شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کا ازالہ فرمانے کے ساتھ بہت سے آداب و مسائل اور افراط و تفریط کے مابین حدود شرعیہ بھی لکھی ہیں -

مجاہدہ

ایک بار مجاہدہ کا ذکر آیا تو فرمایا اس کے لئے اسی ۸۰ برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدقِ نیت کے ساتھ مشغولِ مجاہدہ ہو تو امدادِ الٰہی خود کارفرما ہوتی ہے عرض کیا گیا یہ تو اگر اسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے - دنیوی ذرائع معاش اور دینی خدمات سب چھوڑنا پڑیں گی - فرمایا - اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ -

امام ابو اسحٰق اسفرائنی جب انھیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترکِ دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے ان سے فرمایا! اے سوکھی گھاس کھانے والو تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے - انھوں نے جوابدیا

کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے ہو نہیں سکتا۔ امام وہاں سے واپس آئے اور بد مذہبوں کے رد میں نہریں بہائیں۔ [۳]

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا ہے۔ مانیں، نہ مانیں یہ ان کا کام۔ فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزلت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو۔ اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے [۴]

اب آپ امام احمد رضا کے شب و روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انھوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے۔ پوری زندگی خدمتِ دین اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور رہزنانِ دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے جس کا نقشہ اس سے پہلے والے عنوان میں پیش کر چکا ہوں اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظتِ دین و مسلمین ہوتی جا رہی ہے اور دوسری طرف مخالفین کی گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے۔ یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشدِ طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خلافت و اجازت کے ساتھ تمغۂ امتیاز بھی بخش دیا کہ روزِ قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا:۔ "آلِ رسول تو میرے لیئے کیا لایا ہے"؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔"

علامہ ابن الجوزی صفۃ الصفوۃ میں حضرت سفیان بن عیینہ کا ارشاد فرماتے ہیں۔

ارفع الناس منزلة من كان بين الله وبين عباده وهم الانبياء والعلماء۔

---

[۳] :۔ الملفوظ ۱۳۳۸ھ ج ۱ ص ۸ اشاعت سمنانی کتب خانہ میرٹھ۔

[۴] :۔ الملفوظ ج ۲ ص ۲۸، ایضا

لوگوں میں سب سے بلند رتبہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں یہ انبیاء ہیں اور علماء ؎۵۔ ایک صحرانشین خلوت گزیں عابد مرتاض صرف اپنے کو نارِ جہنم سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اور ایک مخلص و بے ریا صاحب ہمت و مجاہدہ عالمِ ربانی ایک جہان کو عذابِ آخرت سے بچانے کی سعی کرتا ہے بھلا یہ اس سے کم کیوں کر ہو سکتا ہے یقیناً یہ اس سے افضل و اعلیٰ ہے بشرطیکہ جو کچھ کر رہا ہے اس سے اس کا مقصود ذاتِ احد اور خوشنودیِ خدا و رسول ہو اور یہ شرط تو خلوت گزیں عابد مرتاض کے لئے بھی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

لیکن ان بیانات سے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ امام احمد رضا نے باضابطہ طور پر طریقت کی تعلیم حاصل نہ کی خود فرماتے ہیں جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرفِ بیعت سے مشرف ہوا تعلیم طریقت حضور پر نور پیر و مرشد برحق سے حاصل کی ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا (حیات اعلیٰ حضرت ص ۴۴-۴۵) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت پیر و مرشد مولانا سید آلِ رسول قدس سرہٗ نے بھی کمالِ اعتنا کے ساتھ تا حیات تعلیم طریقت سے نوازا اور وقتِ وصال بھی خیال رکھا کہ یہ عنایت اپنے ولی عہد حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کو سپرد کی اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے وہ منازلِ سلوک بھی طے فرمائے جو بے مرشد کامل طے نہیں ہوتے۔ ولِلّٰہ الحمد والمنّہ۔

اب میں چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا کے تصوفِ عملی کے کچھ اور نظائر پیش کروں ماسبق میں ضمناً ان کے عشقِ رسول، تعظیمِ رسول، محاسبہ نفس، غیرتِ عشق اور مجاہدہ علمی و عملی وغیرہ کا بیان آچکا ہے۔

ایمان و یقین

ولی اور صوفی کامل کے لئے لازمی شرط ایقان و ایمان میں عامۃ الناس سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ اسی کو قرآن نے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ میں ذکر فرمایا ہے یہ رسوخ و یقین امام احمد رضا کی پوری زندگی میں نظر آتا ہے ان کے افکار و عقائد یقین کی محکم بنیادوں پر قائم ہیں خواہ وہ اصولی ہوں یا فروعی مگر جو عقیدہ حقہ وہ رکھتے ہیں اس میں راسخ و مستحکم ہیں اور یہ استحکام صرف علم سے ہرگز پیدا نہیں ہوتا اس کے لئے عرفان ضروری ہے۔

؎۵ صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۳۱، دائرۃ المعارف حیدر آباد۔

امام احمد رضا کی تاریخ ولادت جو انھوں نے خود استخراج فرمائی تھی اس آیت کریمہ میں ہے ۔

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ (۱۲۷۲ھ)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے ...
روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی ۔

اس آیت کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے ۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ۔ نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں ۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا انکے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں ۔ اسی کے متصل فرمایا ۔ اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا ہے ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اندر خدا اور رسول کے دشمنوں سے نفرت ابتداء ہی سے تھی خود فرماتے ہیں ۔

" بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ تعالیٰ گھٹی میں پلادی گئی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا ۔ ... اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان ۔"

بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) [۶]

سوائے عارفِ کامل کون یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ خدا کی قسم میرے قلب میں ایمان اس طرح نقش ہے اور ایسا کامل الایمان کون ہوسکتا ہے جس کے دل کے اوپر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ لکھ دیا گیا ہو یہ صوفیہ و اہل اللہ ہی کا خاص حصہ ہے ۔

اسی طرح ربِّ قدیر کی قدرتِ کاملہ پر بھی انھیں ہر وقت یقین کامل رہتا بہت سے فنون کی

---

[۶] وصایا شریف و الملفوظ ج ۲ ص ۶۷ ، اشاعت سمنانی کتب خانہ ، میرٹھ

طرح علم نجوم کے بھی ماہر تھے اور عموماً اہل نجوم اپنے ظنی علم پر اتنا وثوق واعتماد رکھتے ہیں کہ خدا کی قدرت کو بھول جاتے ہیں مگر امام احمد رضا کی کیفیت کچھ اور ہی ہے۔

مولانا محمد حسین صاحب بریلوی (موجد طلسمی پریس) کے والد مولانا غلام حسین صاحب جو علوم نجوم میں بڑے کمال کے حامل تھے ستاروں کی شناخت اور اس کے نتائج نکالنے میں کافی ملکہ تھا۔ عمر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بڑے اور ان کے والد ماجد قدس سرہٗ کے ملنے والوں میں تھے۔

یہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے دریافت کیا فرمائیے بارش کا کیا اندازہ ہے؟ کب تک ہوگی؟ انھوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں ہے۔ آئندہ ماہ میں ہوگا یہ کہہ کر زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ اللہ کو سب قدرت ہے چاہے تو آج ہی بارش ہو۔ انھوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے آپ ستاروں کی وضع نہیں دیکھتے؟ فرمایا محترم! میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

پھر اس مشکل مسئلے کو بڑے آسان طریقہ پر سمجھایا۔ سامنے گھڑی لگی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا وقت کیا ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں۔ فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ بولے پون گھنٹہ۔ فرمایا! اس سے پہلے؟ کہا ہرگز نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔ اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی سوئی گھما دی۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا" آپ نے کہا تھا ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں باقی ہے۔ بولے اس کی سوئی کھسکا دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹہ بعد ہی بارہ بجتے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزت قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ ایک دن کیا، ابھی بارش ہونے لگے۔ اتنا فرمانا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا چھائی اور فوراً پانی برسنے لگا

کیا قدرت خداوندی پر ایسا ایمان ویقین کسی ماہر نجوم میں مل سکتا ہے اور کیا زبان کی ایسی تاثیر کسی عالم ظاہر کے یہاں دستیاب ہوسکتی ہے؟ یہ واقعہ بین دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت صرف عالم ہی نہیں بلکہ عارف کامل اور صوفی باصفا بھی تھے۔

۷ے حیات اعلیٰ حضرت از ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

یہ تو قدرتِ الٰہیہ پر ایمان و یقین کی بات ہے جو ہر مومن کے قلب میں ہونا چاہیئے اگر بالکل ہی نہ ہو تو مومن ہی کہاں اور اگر اس حد تک نہ ہو تو مومن ضرور ہے مگر عارف اور کامل الایمان ہرگز نہیں۔

امام احمد رضا کو اُن احادیث پر بھی یقین کامل ہوتا جو آحاد ہوتیں اور جن سے ثبوت کو علماء ظنی مانتے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت بھی یہی لکھتے ہیں لیکن یہ معاملہ احکام شرعیت تک ہے اور اس کے خاص اسباب و نتائج ہیں جو فقہی و علمی باریکیوں پر مشتمل ہیں مجھے یہ ذکر کرنا ہے کہ وہ احادیث جو غیر احکام میں ہوں اور کسی منصوص شرعی کے معارض نہ ہوں اگر ان پر کسی مومن کو آج بھی یقین کامل ہو اور اس پر وہ عمل کرے تو اسے اس کا حق ہے۔ رب کریم فرماتا ہے۔ حدیث قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی۔ میرا بندہ میرے ساتھ جیسی امید رکھتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرماتا ہوں۔ امام احمد رضا کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اعتماد کامل اور اپنے مالک جل وعلا کی رحمت پر یقین محکم تھا۔

حدیث شریف میں ایک دعا ہے کہ کسی کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھ لی جائے تو غرق سے حفاظت رہے گی۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے پہلے سفر حج میں جہاز پر سوار ہوتے وقت وہ دعا پڑھ لی تھی۔ ساتھ میں والدین علیہما الرحمۃ بھی تھے۔ سمندر میں سخت طوفان آیا۔ لوگوں نے کفن پہن لیے۔ والدہ ماجدہ بہت پریشان ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ان کا اضطراب دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا

"آپ اطمینان رکھیں۔ خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔"

میں حدیث کے وعدۂ صادقہ پر مطمئن تھا پھر بھی قسم کے نکل جانے سے مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی۔ من یتال علی اللہ یکذبہ۔ حضرت عزت کی طرف رجوع کیا اور سرکارِ رسالت سے مدد مانگی۔ وہ بادِ مخالف جو تین دن سے بقوت چل رہی تھی بحمد اللہ گھڑی بھر میں موقوف ہو گئی اور جہاز نے نجات پائی۔ ؎

اسی طرح حدیث میں ہے جو کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ پڑھ لے اس مرض و بلا سے مامون و محفوظ رہے گا۔ امام احمد رضا نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا یہ دعا پڑھی تھی اور حدیث پر انھیں کامل

؎ الملفوظ ج ۲، ص ۲،۳ ملخصاً

اطمینان تھا۔

ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا جس کے اثر سے گلٹی نکل آئی۔ بولنا پڑھنا سب موقوف ہو گیا۔ نماز سنت بھی کسی کی اقتدا میں ادا کرتے۔ ان دنوں بریلی میں طاعون کا زور تھا۔ طبیب نے دیکھ کر کہا وہی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں بول نہ سکتا تھا اس لیئے جواب نہ دے سکا۔ دل میں بارگاہ رب العزت کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ۔ خداوندا اپنے حبیب کا قول سچ کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا۔ فوراً جیسے کسی نے کان میں ایک تدبیر بتائی۔ مسواک اور گول مرچ جس کے استعمال سے مرض جاتا رہا۔ اب طبیب کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمہارا وہ "طاعون" جاتا رہا۔

اس واقعے کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ مجھے نوعمری میں آشوب چشم اکثر ہوتا اور بوجہ حدتِ مزاج تکلیف دیتا۔ انیس سال کی عمر ہو گی رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں دیکھ کر یہ دعا پڑھ لی۔ مگر مجھے اس کے پڑھنے کا افسوس ہے کیونکہ سرکار کا ارشاد ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ نہ رکھو۔ (۱) زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ (۲) کھجلی کہ اس سے امراض جلدیہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے (۳) آشوب چشم کہ نابینائی کو دفع کرتا ہے۔

خیر اس دعا کی برکت سے آشوب چشم جاتا رہا۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ میں ایک اور مرض پیش آیا۔ بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھنا ہوا۔ یہ عمر کا اٹھائیسواں سال تھا۔ اندر کے دالان میں مطالعہ و تصنیف کا کام ہوتا۔ آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا شدت گرمی کے باعث ایک روز لکھتے لکھتے غسل کیا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دھنی آنکھ میں اتر آئی۔ ایک سر برآوردہ ڈاکٹر نے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کثرتِ کتاب بینی سے کچھ.. یبوست آ گئی ہے پندرہ دن کتاب نہ دیکھو مجھ سے پندرہ گھڑی بھی چھوٹ نہ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر نے فرمایا مقدمہ نزول آب ہے بیس برس بعد پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھلی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔

۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد پانی اتر

آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب کے بالکل موافق آیا۔ انھوں نے بیس برس کہے تھے انھوں نے سولہ برس بعد چار رکھے۔

مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذاللہ متزلزل ہوتا۔ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے نہیں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ انشاءاللہ تعالیٰ کبھی کروں گا۔ یہ میں نے اس لیئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک دیکھے جارہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے [۹]

امام احمد رضا کے دوسرے سفر حج کا واقعہ ہے مکہ مکرمہ میں حضرت کو بخار تھا۔ فرماتے ہیں اواخر محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہا کر باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برستے میں طواف کرے وہ رحمت الٰہی میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگ اسود کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا۔ بخار پھر عود کر آیا۔ مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا ایک ضعیف حدیث کے لیئے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی۔ میں نے کہا حدیث ضعیف ہے مگر امید بحمداللہ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف بحمدہ تعالیٰ بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔ [۱۰]

بہت سی حدیثیں جو اپنی سندوں کے باعث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں اہل عرفان اور اولیاء کرام کے نزدیک کشف و مشاہدہ کے باعث قوی ہیں۔ امام احمد رضا نے منیر العین فی تقبیل الابہامین میں اس کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے

ایک ضعیف حدیث میں آیا۔ بدھ کے دن ناخن کتروانا برص پیدا کرتا ہے ایک بزرگ عالم (علامہ امیر بن الحاج مکی صاحب مدخل) نے ضعف حدیث کا خیال کرکے بدھ کو ناخن کتروا لیئے برص ہوگیا رات کو جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرکار نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے منع فرمایا ہے عرض کی میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا تمھیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمھارے کان تک پہنچی یہ فرماکر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دوجہاں و دستگیر بیکساں ہے ان کے بدن پر لگادیا فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سنکر مخالفت نہ کروں گا۔ [۱۱]

---

[۹] الملفوظ ج ۱ ص ۱۵ تا ۱۸۔ [۱۰] الملفوظ ج ۲ ص ۲۵ [۱۱] ایضاً، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۹۴

اسی لیئے امام احمد رضا قدس سرہٗ کو ان ضعیف حدیثوں پر بھی اعتماد قوی ہوتا جو کسی نص شرعی کے مخالف ہوتیں اور فضائل رجال و فضائلِ اعمال میں بلا تکلف ان پر عمل کرتے۔ البتہ موضوع حدیث کسی طرح قابلِ عمل نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں کسی بدبخت کی من گڑھت ہے ان علمی مباحث میں امام احمد رضا کا تصوف و عرفان جلوہ گر نظر آتا ہے۔ قلبی یقین اور کمالِ ایمان و اذعان عارفین اور اولیا و کاملین ہی کے در پر نصیب ہوتا ہے۔

تقویٰ

امام احمد رضا کی پوری زندگی شریعتِ مصطفیٰ و سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی پابندی سے آراستہ ہے۔ ان کے تقویٰ کی شان بڑی بلند و بالا ہے چند واقعات پیش کرتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ وہ تقویٰ ہی نہیں ورع کی منزلِ بلند پر فائز تھے اور ان اولیاؤہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کے مطابق متقی کامل اور ولی عارف تھے۔

امام احمد رضا کی زندگی کا آخری رمضان ۱۳۳۹ھ میں تھا اس وقت ایک تو بریلی میں سخت گرمی تھی دوسرے عمر مبارک کا آخری حصہ اور ضعف و مرض کی شدت، شریعت اجازت دیتی ہے کہ قضا کرے لیکن امام احمد رضا کا فتویٰ اپنے لیئے کچھ اور ہی تھا جو درحقیقت فتویٰ نہیں تقویٰ تھا انھوں نے فرمایا۔ بریلی میں شدتِ گرما کے سبب میرے لیئے روزہ رکھنا ممکن نہیں لیکن پہاڑ پر ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہاں سے نینی تال قریب ہے بھوالی پہاڑ پر روزہ رکھا جاسکتا ہے میں وہاں جانے پر قادر ہوں لہٰذا میرے اوپر وہاں جاکر روزہ رکھنا فرض ہے چنانچہ رمضان وہیں گزارے اور پورے روزے رکھے۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے مرض مہینوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں تنہا نماز پڑھ لے مگر امام احمد رضا جماعت کی پابندی کرتے اور چار آدمی کرسی پر بٹھاکر مسجد تک پہنچاتے جب تک اس طرح حاضری کی قدرت تھی جماعت میں شریک ہوتے رہے۔

میں نے جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور کے حاشیہ میں اپنے استاد محترم حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ (۱۳۱۲ھ / ۱۳۹۶ھ) کی روایت سے لکھا ہے۔

ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا جماعت کا وقت ہو گیا۔ طبیعت پریشان ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضرِ مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ آج صحت و طاقت اور تمام تر سہولت

کے باوجود ترکِ نماز اور ترکِ جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درسِ عبرت ہے ۱۲ھ

ایک بار امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے علاقۂ زمینداری میں سکونت پذیر تھے۔ دردِ قولنج کے سخت دورے ہوا کرتے تھے۔ ایکدن تنہا تھے فرماتے ہیں ظہر کے وقت درد شروع ہوا۔ اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا۔ اب نماز کو کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ رب عزوجل سے دعا کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی۔ مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سنتا ہے میں نے سنتوں کی نیت باندھ دی۔ درد بالکل نہ تھا۔ سلام پھیرا، اسی شدت سے تھا۔ فوراً اٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی درد جاتا رہا جب سلام پھیرا وہی حالت تھی بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف اور سلام کے بعد پھر بدستور۔ میں نے کہا اب عصر تک ہوتا رہے۔ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا ۱۳ھ خواہ یہ کہیئے کہ حالتِ نماز میں درد یکسر اٹھا لیا جاتا تھا یا یہ کہیئے کہ توجہ الی اللہ اور استغراقِ عبادت کے باعث درد کا احساس نہ ہوتا تھا بہرصورت امام احمد رضا کی مقبولیّتِ بارگاہ اور ذوقِ عرفانی کی دلیل کافی ہے۔

اس طرح کے واقعات میں کہاں تک جمع کروں جب کہ ان کی پوری زندگی انہی حالات و کیفیات سے آراستہ و پیراستہ ہے ایک واقعہ اور ذکر کیا جاتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دن بھر علمی مشاغل اور تدوینِ فقہ وغیرہ میں مصروف رہتے رات کو نوافل و عبادت بھی بجا لاتے مگر رات کے کچھ حصے میں آرام بھی کرتے۔ ایک بار کہیں جا رہے تھے انھیں دیکھ کر کسی نے کہا یہ وہ ہیں جو رات بھر عبادت کرتے ہیں۔ اس وقت سے پوری رات عبادت اور شب بیداری اختیار کر لی۔

کسی نے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے پاس خط لکھا تو اس میں دیگر القاب و آداب کے ساتھ حافظ بھی لکھ دیا۔ اس وقت امام احمد رضا باضابطہ حافظِ قرآن نہ تھے۔ اگرچہ تقریباً تمام ہی آیات کریمہ حضرت کے زبان و قلم پر رہا کرتیں اور حسبِ ضرورت ان سے استدلال و استنباط بھی کرتے تھے شیر بیشۂ اہل سنّت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ ۲۹ شعبان ۱۳۳۷ھ کا اپنی عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خط میں اعلیٰ حضرت اپنے القاب کے ساتھ "حافظ" ملاحظہ فرما کر آبدیدہ ہو گئے۔ خوفِ خدا سے دل کانپ اٹھا۔

۱۲ھ مزارات پر عورتوں کی حاضری ص ۱۲، مجلس اشاعت طلبہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، اعظم گڈھ

۱۳ھ ملفوظات ج ۲ ص ۷۹۔

اور فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے بارے میں قرآن عظیم فرماتا ہے یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا (وہ اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسی خوبیاں بیان کی جائیں جو ان میں نہیں)

اس واقعہ کے بعد آپ نے قرآن حفظ کرنے کا عزم صمیم کرلیا اور روزانہ عشا کا وضو فرمانے کے بعد جماعت ہونے سے قبل بس اس طرح یاد کرتے کہ کوئی ایک پارہ یا زیادہ آپ کو سنا دیتا پھر آپ سنا دیتے ۲۹ شعبان کے بعد سے شروع کیا اور ۲۷ رمضان تک پورا قرآن حفظ کرلیا اور تراویح میں سنا بھی دیا۔[۱۴]

یہ واقعہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے ان کا محرک بھی یہی تھا کہ کسی نے کہہ دیا پوری رات عبادت کرتے ہیں یہاں بھی یہ کہ کسی نے حافظ لکھ دیا جبکہ باضابطہ حافظ قرآن نہ تھے خوف خدا ہو تو ایسی مشکل چیزیں مشکل نہیں رہ جاتیں اور قلب ایسا آمادہ ہوتا ہے کہ کر ہی کے دم لیتا ہے۔

تقویٰ کا اجمالی منظر

اس طرح کے بہت سے واقعات امام احمد رضا کی تاریخ زندگی سے وابستہ ہیں جن میں ان کا عرفان، خوف خدا اور پرہیزگاری و تقویٰ کا حسن و جمال صاف جھلکتا ہے میں اجمالاً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں مختلف اصناف تقوی کے جلوے نظر آئیں گے تقسیم و توزیع سے صرف نظر کرتے ہوئے سبھی کو تقویٰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حقوق العباد کی اہمیت کو امام احمد رضا کا قلب صافی خوب محسوس کرتا ہے اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے اَعْجَبُ الْاِمْدَادِ فِیْ مُکَفِّرَاتِ حُقُوْقِ الْعِبَادِ۔ رمضان میں بعد افطار صرف پان کھا لیتے اور سحری کے وقت ایک چھوٹے سے پیالہ میں فیرینی تناول فرماتے۔ زمانۂ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لایا حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا اتنی دیر میں لایا۔ اس ایک چپت مارنے پر انھیں رات بھر فکر رہی۔ آخر سحر کے وقت اسے بلوایا اور فرمایا کہ رات جو تاخیر ہوئی اس میں تمہارا قصور نہ تھا بھیجنے والے کی کوتاہی تھی مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمھیں چپت ماری اب تم میرے سر پہ چپت مارو۔ ٹوپی اتار کر اصرار فرماتے رہے بچہ دم بخود کانپنے لگا ہاتھ جوڑ کر

---

[۱۴] ترجمان اہلسنّت پیلی بھیت

عرض کیا حضور میں نے معاف کیا فرمایا تم نابالغ ہو تمھیں معاف کرنے کا حق نہیں چپت مارو۔ پھر اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے اور فرمایا یہ پیسے تم کو خود دوں گا تم چپت مارو۔ آخر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر پر لگائیں اور پھر اسے پیسے دے کر رخصت کیا۔

وقت وصال سے کچھ ایام پہلے کا چشم دید واقعہ مولانا جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں کہ جمعہ کے بعد اپنے ضعف و مرض کی حالت میں درد داثر میں بھری ہوئی آواز میں چند وداعی کلمات کچھ اسطرح کہے۔

"میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہنچا دو اور میں نے کسی کا قصور کیا ہے تو میں اس سے بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کے لئے معاف کر دو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو۔" [۱۵]

وصایا میں بھی وصال سے چند ماہ قبل کے ایک اجلاس اور خطاب کا ذکر ہے جس کے آخر میں فرمایا گیا:۔ آپ نے حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی میرے کام آپ لوگوں نے خود کئے مجھے نہ کرنے دیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں۔ آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہے وہ سب معاف کر دیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات موجود نہیں ان سے معافی کرالیں۔ [۱۶]

(۲) گھر میں فوٹو اور تصویریں ہرگز برداشت نہ کرتے وقت وصال روپے پیسے تک بھی نکلوا دیے ملائکہ رحمت کی تشریف آوری میں کسی طرح کا شبہ بھی نہ رہ جائے۔

(۳) تواضع و انکسار کی یہ حالت تھی کہ ایک بار بیلی بھیت آتے وقت ٹرین میں تاخیر تھی تو اسٹیشن پر آرام کرسی بیٹھنے کے لئے دی فرمایا یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے تشریف رکھی مگر پشت نہ لگائی اور وظائف میں مشغول رہے کسی صاحب کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ایک مسلمان حجام کے برابر بیٹھنا پڑا تو آزردہ

---

[۱۵] جہانِ رضا ص ۱۲۴، مضمون مولانا جعفر شاہ پھلواری: مرید احمد چشتی، مرکزی مجلس رضا۔ لاہور
[۱۶] وصایا شریف ص ۲۲، اشاعت المجمع الاسلامی مبارکپور ۱۴۰۴ھ۔

انھوں نے نماز ہی ترک کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں بھی ایسے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

(۴) اطاعتِ والدین میں بھی ان کی مثال پیش کرنی مشکل ہے والدگرامی کے وصال کے بعد اپنی پوری باگ ڈور والدہ ماجدہ قدس سرہٗ کے ہاتھ میں دے رکھی تھی بے اِذن حج نفل بھی گوارا نہ کیا۔ کچھ رقوم ہوتیں سب والدہ کی خدمت میں حاضر کر دیتے ان کی اجازت کے بغیر کتابیں بھی نہ خریدتے۔

(۵) علمائے اسلام کی توقیر و تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھتے تھے علامہ شامی اور محقق علی الاطلاق جیسے اکابر کی باتوں پر کلام کرتے ہیں مگر ادب اور تواضع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جب کہ آج اکابر پر اس طرح حرف گیری کی جاتی ہے کہ وہ طفل مکتب معلوم ہوں یہ ان لوگوں کا حال ہے جنھیں امام احمد رضا کے علوم کا پچاسواں حصہ بھی نصیب نہیں۔ ایک جگہ ردالمحتار میں علامہ شامی نے فرمایا اس اعتراض کا حل ہماری سمجھ میں نہ آیا۔ اعلیٰ حضرت نے جدّ الممتار میں اس پر لکھا "وظهر لنا ببركة خدمة كلماتكم" آپ کے کلمات پر کام کرنے کی برکت سے ہمیں سمجھ میں آگیا۔ الخ

شانِ علماء کا ذکر فرماتے ہوئے ایک قصیدہ میں لکھا ہے۔

اذا حلوا تمصرت البوادی ⁂ اذا رحلوا تصار المصر بيدا

یہ حضرات جب کہیں فروکش ہوں تو بادیے شہر بن جائیں اور جب رخصت ہوں تو شہر جنگل بن جائیں۔ ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری نے عرض کیا یہ تو شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا حقیقت ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب جب تشریف فرما ہوتے، پورے شہر میں چہل پہل نظر آتی ہے عجب کیف و سرور کا سماں ہوتا۔ واپس چلے جاتے معلوم ہوتا ویرانی چھا گئی حالانکہ ان کے سوا سبھی موجود ہوتے[17]

یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالحق خیرآبادی نے انھیں "ہمارا بدایونی خبطی" کہا تو اعلیٰ حضرت مولانا عبدالقادر کے ذکر میں اپنے غضب دینی کو برداشت نہ کرسکے پھر بھی باادب جواب دیا کہ سب سے پہلے ردِّ وہابیہ آپ کے والد ماجد نے کیا ہے "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" مولانا اسمٰعیل دہلوی کی تقویت الایمان کے رد میں پہلی کتاب ہے جو آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے تصنیف کی[18]

---

۱۷ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۹۶، ص ۴۴

۱۸ حیات اعلیٰ حضرت ص

(۶) حق گوئی اور صلابت دینی کی مثالیں ایک سے ایک ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ کے عرس میں ایک بار شرکت فرمائی۔ مولوی سراج الدین آنولوی ایک معمولی واعظ تھے۔ انھوں نے دورانِ تقریر یہ کہا کہ "پہلے حضورِ اقدس کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے" چونکہ اس سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا یہ سُنکر اعلیٰ حضرت کا چہرہ متغیر ہوگیا اور مولانا عبدالقادر علیہ الرحمہ سے فرمایا آپ اجازت دیں تو ان کو منبر سے اتار دوں۔ مولانا علیہ الرحمہ نے ان کو بیان سے روک دیا اور مولانا... عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا کہ ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خاں کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجئے ان کے سامنے بیان کرنے والے کے لیئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا انھیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں، وعظوں میں جانا چھوڑ دیا اور حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں [۱۹] یہ حصہ بھی خاص طور سے قابلِ غور ہے کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ اگرچہ باضابطہ سندی عالم نہ تھے مگر علم باطن نے علمِ ظاہر میں بھی انھیں ایسا پختہ کار بنا دیا تھا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی جیسا محقق عالم و عارف ان کا بیان بخوشی سنتا۔ اسی لیئے اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ کوئی صوفی علم ظاہر سے خالی نہ ہوگا اور جو خالی ہو وہ صوفی نہیں مسخرۂ شیطان ہے (مقال عرفا وغیرہ)

۷ خدمتِ دینی پر اپنوں کی مداح اور غیروں کی قدح انسان کو عجب و کبر یا نفسانی غصہ و انتقام میں مبتلا کر دیا کرتے ہیں مگر امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں " بخدا میں نہ ان اکابر علماء و اولیاء کی مدح پر اتراتا ہوں نہ ان دشمنانِ خدا و رسول کی گالیوں سے غصہ میں آتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز کو اس قابل بنایا کہ اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ناموس کی حفاظت میں گالیاں سنے جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے ہیں اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں ان کی ساری زندگی کا نقشہ یہ ہے

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن — نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے

---

[۱۹] حیاتِ اعلیٰ حضرت ۱۸۴، ۱۸۵

ان کے اخلاق و عادات اور اتباع شرع کا بیان کہاں تک ہو۔ ایک عینی مشاہد مولانا سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری جو ابتداءً اعلیٰ حضرت کے مخالف تھے انھوں نے یہ تحریری بیان دیا کہ

اعلیٰ حضرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے تمام و کمال فقیر پر یہ ثابت کردیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں وہ کم ہیں۔

۸ احتیاط فی القول کا یہ حال تھا کہ کسی حل یا جواب میں ذرا بھی خامی و غلطی ہوتی تو اسے "صحیح" کہنے سے پرہیز کرتے۔ سید ایوب علی صاحب نے رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات نماز پنجگانہ کا نقشہ بنا کر بھیجا دس پندرہ منٹ کے بعد اصلاح کے ساتھ واپس آیا جہاں جہاں بھی خامی تھی اس پر غلط کا نشان اور جہاں صحیح تھا اس پر صحیح کا نشان بنا دیا گیا۔ ایک خانہ میں بجائے "صحیح" کے "خیر" لکھا تھا۔ غور کیا تو سکینڈ کے ہزارویں حصے کی غلطی تھی جس سے اوقات پر کوئی اثر نہیں آتا مگر غلطی بہرحال غلطی ہے اس لئے صحیح کا نشان نہ دیا بلکہ خیر لکھا تھا۔

۹ بیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمہ سے ملنے محدث سورتی کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ احکام شرع پر کمال غیرت کے باعث اعلیٰ حضرت بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لائے کوئی دوسرا ہوتا تو بگڑ جاتا مگر شاہ صاحب کی بے نفسی و حق پسندی کا کمال اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو اسٹیشن تک پہنچانے تشریف لائے اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کے ساتھ کہا مولانا اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر بیعت لیا کروں گا اس کے بعد اعلیٰحضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا ؎۲۱

۱۰ مسجد میں وضو کا مستعمل پانی گرانا جائز نہیں خواہ وہی پانی ہو جو اعضاء پر لگا رہ جاتا ہے۔ ایکبار سخت سردی میں شدید بارش ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت معتکف تھے باہر وضو کی صورت نظر نہ آئی لحاف کو چار تہہ کرکے اس پر وضو کیا۔ ایک قطرہ بھی فرش پر گرنے نہ دیا اور پوری رات سردی میں ٹھٹھر کر بسر کردی۔

۱۱ جب مسجد میں داخل ہوتے تو دایاں پاؤں آگے بڑھاتے ہر صف کو دایاں قدم بڑھاتے ہوئے

۲۱؎ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۰۶ ۲۱؎ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۸۰

اسی طرح محراب تک مصلے پر پہنچ جاتے۔ فرض نماز صرف کرتے اور ٹوپی پر بغیر عمامہ کبھی ادا نہ کی

دکھتی آنکھوں سے جو پانی گرے ناقضِ وضو ہے۔ ایک بار آشوبِ چشم تھا تو ہر نماز کے بعد کسی سے آنکھ دکھا لیتے کہ پانی حلقۂ چشم سے باہر تو نہیں آیا ورنہ دوبارہ وضو کرکے نماز لوٹانی ہوگی۔

لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا پر عمل کیا تو ایسا کیا کہ سبک خرامی دیدنی ہوتی قدموں کی آہٹ پانا بھی مشکل تھا بارہا ایسا ہوا کہ قریب پہنچ کر خود تقدیم اسلام کی تو خدام کو آنے کی خبر ہوئی۔ سونے میں اسمِ رسالت "محمد" علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا نقشہ ہوتا۔ غرباء کی دلجوئی کا بڑا خیال تھا۔ مخلص غرباء کی دعوت نہ رد کرتے نہ بعد میں کوئی حرفِ شکایت زبان پر لاتے بلکہ خدام کو حیرت ہوئی کہ کھانا کیسے تناول فرمایا تو ارشاد ہوتا ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روزانہ قبول کرنے کو تیار ہوں۔ خط بنواتے وقت اپنی کنگھی اور اپنا شیشہ استعمال کرتے۔ قبلہ کی طرف نہ کبھی پاؤں دراز کیا نہ منہ کرکے تھوکا۔ ان عادات کو دیکھ کر سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

۱۲ حدیث کے مطابق تہمت کی جگہوں سے بھی پرہیز کرتے۔ مٹی کا تیل چونکہ بدبودار ہوتا ہے اس لئے مسجد میں جلانا ناجائز ہے۔ ایک بار حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین میں ارنڈی کا تیل بھر کر جلایا۔ فرمایا حاجی صاحب اسے باہر کیجئے۔ ورنہ لوگوں کو بتاتے رہیئے کہ اس میں مٹی کا تیل نہیں ارنڈی کا تیل ہے۔ راہ چلتے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ دوسروں کو مسجد میں بدبودار تیل جلانے سے ممانعت کی جاتی ہے اور خود اپنی مسجد میں جلاتے ہیں۔ آخر حاجی صاحب نے باہر کر دیا۔

کسی عالم نے بہ نیت اعتکاف مسجد میں قیام کیا اور پان وغیرہ بھی کھایا۔ اگالدان بھی رکھا بعض لوگ جو ان کی نیتِ اعتکاف سے باخبر نہ تھے معترض ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے پاس سوال آیا۔ اعتراض کرنیوالوں کو حکم مسئلہ اور مرتبۂ عالم بتاتے ہوئے تنبیہ کی آخر میں یہ بھی لکھا۔

"علماء کو چاہیئے کہ اگرچہ خود نیتِ صحیحہ رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا، غیبت کی بلا میں پڑنا، عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم خود نیت مرتکب ہونا عالم فرقۂ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو

مسندِ ہدایت پر ہے۔ عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے حدیث میں ہے :۔ رَاسُ العقلِ بَعْدَ الایمان باللّٰہ التَّوَدُّدُ اِلَی النَّاس ۔ دوسری حدیث میں ہے بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا ۔ احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتادے ۔۲۲ے

۱۳۔ حامد علی خاں نواب رامپور، حضرت مہدی میاں کے مراسم تھے ایک بار چاہا کہ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کرادیں۔ نواب کے ساتھ اسپیشل ٹرین سے سفر میں تھے بریلی اسٹیشن سے مدار المہام کی معرفت ڈیڑھ ہزار کی نذر بھیجی اور پیغام کہلایا کہ میاں نے دیا ہے اور نواب کو ملاقات کا موقع دیا جائے جواباً دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام سے فرمایا بعد سلام ان سے کہئے یہ الٹی نذر کیسی ؟ مجھے چاہیئے کہ میاں کی خدمت میں نذر پیش کروں نہ کہ میاں مجھے نذر دیں اس نے کہا حضور ڈیڑھ ہزار ہیں (جو آج کے سکے میں تقریباً ۵۰ ہزار روپے کے برابر ہوں گے) فرمایا جو بھی ہو واپس لے جائیے فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں اور نہ میں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف ہوں کہ خود جاسکوں (حیات اعلیٰ حضرت)

۱۴ ایک صاحب داخلِ سلسلہ ہو کر کسی وظیفہ کے خواہش مند ہوئے ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی۔ فرمایا جب داڑھی شرع کے مطابق ہو جائیگی وظیفہ بتایا جائے گا۔ کچھ دنوں بعد پھر درخواست کی فرمایا کسی التماس کی ضرورت نہیں جب داڑھی شرع کے مطابق ہو جائیگی خود وظیفہ بتا دیا جائے گا یعنی نفل پر واجب مقدم ہے۔

تصوف کی کتابوں میں بعض حضرات کے لئے دقائق و حقائق سے زیادہ تاثیر صوفیہ و صلحی کے واقعات و حکایات میں ہوتی ہے اسی لیئے میں نے اس مضمون میں واقعات کو بھی دخل دیا ہے جس سے اپنے مدعا کے اثبات کے علاوہ یہ مقصود بھی ہے کہ آج کے مادی دور میں اہلِ تصوف امام احمد رضا قدس سرہ کے ان عملی نمونوں کو مشعلِ راہ بنا سکیں تاہم ناقدین کی طرف سے اندیشہ ہے اس لیئے ایک اور شہادت

۲۲ے فتاویٰ رضویہ سوم ص ۵۹۶ ، اشاعت مبارکپور۔

پر اس حصے کو ختم کرتا ہوں۔

کسی کی زندگی معلوم کرنے کے لیے اس کے پڑوسیوں کا بیان خاص طور سے قابلِ غور ہوتا ہے پڑوسیوں سے کچھ نہ کچھ نزاع ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے بعض ایسے بھی ملتے ہیں کہ اپنے دینوی نقصان کے باعث اپنے نیک پڑوسیوں کی بھی بے جا شکایت کرتے ہیں مگر امام احمد رضا کے پڑوسی بھی ان کے معترف نظر آتے ہیں۔

۱۵ محمد شاہ خاں عرف حاجی ملتھن خان ایک معزز زمیندار اور اعلیٰ حضرت کے پڑوسی تھے۔ عمر اعلیٰ حضرت سے زیادہ تھی۔ سید ایوب علی صاحب و سید قناعت علی صاحب نے انھیں دیکھا کہ یہ اپنی زمینداری و سن رسیدگی کے باوجود بڑے ادب سے آستانۂ رضویہ کی جاروب کشی کر رہے ہیں سید قناعت علی صاحب کو گوارا نہ ہوا آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے جھاڑو لینی چاہی مگر حاجی صاحب نہ ملنے اور فرمانے لگے صاحبزادے یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانۂ عالیہ کی جاروب کشی کروں (ان لوگوں کو ابھی معلوم نہ تھا کہ یہ بھی داخلِ ارادت ہیں) فرمایا میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے انھیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا [۲۳]

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

تواضع اور محاسبہ نفس

تصوف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اپنے کو سب سے حقیر سمجھے۔ نفس کے خیالات و حرکات کا برابر محاسبہ کرتا رہے اسی لئے ہم بڑے بڑے اولیاء کاملین کو دیکھتے ہیں کہ وہ خوفِ خاتمہ سے کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں اور برابر اپنے کو گنہگار ہی کہتے لکھتے ہیں اور ان کا یہ کہنا نہ تو صرف زبانی ہوتا ہے اور نہ یہ کہ ان کا گناہ ہمارے جیسا گناہ ہوتا ہے بات صرف یہ ہے کہ ان کا عرفان ہماری معرفت سے بدرجہا زائد ہوتا ہے اور ہمارے خوفِ خدا کو ان کی خشیتِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ہم صریح گناہ کر کے بھی نہ خدا سے ڈریں نہ رسول اور خلق سے

۲۳؎ حیات اعلیٰ حضرت ج ص

شرمائیں مگران کا حال ہی کچھ اور ہے وہ جتنی بھی عبادت کرتے ہیں اپنے رب کے حضور اسے کچھ نہیں سمجھتے اور یہی خیال رکھتے ہیں کہ ع "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"۔ اولیاء تو اولیاء سید الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثنا برابر استغفار کیا کرتے تھے جبکہ انبیاء سے گناہ کا صدور محال ہے۔ دوسری طرف اولیاء کا حال یہ بھی ہے کہ اگر بارگاہِ ذوالجلال کے ادب اور شریعت کے حکم اولیٰ و اَحَب کے خلاف بھی ان سے کچھ ہو جاتا ہے تو اسے بہت بڑا گناہ سمجھتے رہتے ہیں۔ ہم نے صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی میں اکابر اولیاء کے اس طرح کے بہت سے واقعات پڑھے۔ ایک بار بازار میں آگ لگی جس میں حضرت سَرِی سقطی کی بھی دوکان تھی انھیں خبر ہوئی اور دیکھنے گئے کسی نے بتایا آپ کی دوکان محفوظ ہے زبان سے نکلا "الحمد للہ" پھر فوراً اپنا محاسبہ کیا کہ اور مسلمانوں کی دوکانیں جل گئیں تیری بچ گئی تو یہ الحمد للہ کہنے کا کیا موقع تھا؟ ایک مرتبہ یہ فرمایا اس الحمد للہ پر تیس سال سے استغفار کر رہا ہوں۔ [۲۴] اس واقعے سے اندازہ کریں کہ انکے گناہ اور استغفار کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی پاک زندگی میں صوفیہ کا یہ عملی جوہر بھی بڑی آب و تاب سے نظر آتا ہے۔ ان کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ نفس کا کیسا سخت محاسبہ رکھتے تھے اور بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کو کیسا کچھ کہا کرتے تھے اور بلاشبہ اس میں تصنع اور بناوٹ کو کچھ دخل نہ تھا کہ اس کا حکم تو عجب و کبر سے بھی سخت ہوگا۔ جو خدا کا خوف رکھتا ہو کبھی جھوٹے انکسار و تواضع کا مرتکب نہ ہوگا۔

فرماتے ہیں :-

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے ∴ ناتواں کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

خصوصاً جہاں شفاعتِ سرکار کا ذکر لاتے ہیں وہاں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی گنہگاری کا تذکرہ کچھ عجیب انداز میں کرتے ہیں۔

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر ∴ دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں
خشک ہے خون کہ دشمن ظالم ∴ سخت خونخوار ہے کیا ہونا ہے

---

[۲۴] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۱۵ دائرۃ المعارف۔ حیدر آباد۔

ارے او مجرم بے پروا دیکھ ∴ سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کئے اور ہمیں شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے

بعض بے خرد نوافل گزار ایسے ہیں کہ دوسروں کے ترکِ نفل پہ بہت برا کہتے ہیں ۔غیبتیں بھی کرگزرتے ہیں اس ارتکاب حرام سے تو اس نفل و مستحب کا ترک ہی اچھا تھا۔امام احمد رضا قدس سرہٗ کے زمانے میں ردسر کی شکر کا مسئلہ پیش آیا بڑا ہی عالمانہ اور محققانہ جواب سپرد قلم فرمایا جس سے فی الجملہ اس شکر کی حلت ثابت ہوتی ہے کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید آنجناب خود استعمال فرماتے ہوں اس لیئے اتنی کاوش فرمائی ہے ۔اس لیئے آخر میں رقمطراز ہیں ۔

فقیر غفر اللہ تعالےٰ نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں
یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہر گز ممانعت نہیں
مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں (ان کو) آثم خواہ بے باک جانتا ہے نہ توسیع
احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل
مہین رذیل کے لیئے ان پر ترفع و تعلّی روا رکھے وباللہ التوفیق [۲۵]

آخری جملہ بار بار پڑھیئے انکسار و تواضع کا کامل نمونہ بھی ہے اور درس عبرت بھی پرانے شہر بریلی کے ایک سائل نے دوبار استفتا میں لکھا۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ...اور آخر میں یہ کہ" جواب میں کسی کی رو رعایت نہ کی جائے"۔

دوسری بار اعلیٰ حضرت نے جوابِ سوال کے بعد لکھا:۔

اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہیئے ۔سوال کیا
جائے علما و کرام سے کہ"کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین"
اور آخر میں ہدایت یہ کی جائے کہ" رو رعایت کسی کی نہ پائی جائے"یہ کھلی
دریدہ دہنی ہے ۔علما دین و مفتیان شرع متین کو کسی کی رو رعایت
سے کیا تعلق ؟ جو احکامِ الٰہیہ ہیں فرماتے ہیں ۔جو کسی کی رو رعایت سے

---

[۲۵] ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۰۹،۱۱۰

معاذ اللہ قصداً غلط حکم بتائیں وہ علماء دین کب ہوئے نائبان شیاطین ہوئے۔

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہہ و توبیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر چشم پوشی کی گئی اب یہ دوسری بار ہے لہٰذا اطلاع دی گئی ہے سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے ہی تو شروع سوال میں علماء دین مطلق نہ لکھا کرے جس سے توہین علماء پیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے الفاظ چاہے لکھے۔ [۲۶]

اخیر کا حصہ خاص طور سے قابل غور ہے کہ اگر صرف فقیر کا نام ہو تو جو چاہے لکھ سکتا ہے اور یہ صرف زبانی تواضع نہیں بلکہ ایک شخص نے خاص ان کا نام لے کر اس طرح کی باتیں کیں تو اسے توہین کا مرتکب نہ کہا نہ ایسی تنبیہہ کی بلکہ صرف اپنی صفائی پیش کی۔

"کسی نے کہا تھا کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتاء چراغاں کیا اور جواب کے لئے ٹکٹ رکھ دیئے لیکن خان صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا، مشکل یہ ہے کہ اگر حق جواب لکھا جاوے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جاوے تو قرآن و حدیث کے خلاف ہوتا ہے۔ [۲۷]

جواباً فرماتے ہیں:۔

فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا، فتاوائے فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور رسالہا سال سے اس پر مستقل فتویٰ مرقوم، خاص اس بات میں چھبیس برس سے رسالہ "طوالع النور" مکتوب پھر رعایت و خوف سے سکوت کیا معنی؟

فقیر کے یہاں علاوہ رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ

---

[۲۶] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۹۲

[۲۷] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۴۳

کے کارنقوں اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ استفتے ملک و بیرون سے ایک ایک وقت پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔ ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ ملا ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعبدِ غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجنا متخیّل ہوا ہو، بہرحال رعایت کی یہ صورت نہیں ہوتی۔[28]

ایسے ہی خاص اعلیٰ حضرت کے نام ایک صاحب نے احمد آباد سے لکھا کہ یہاں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے کئی فتوؤں پر آپ کی مہر دیکھی جس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر دو جانب کی گفت و شنید نہیں سنتے ایک ہی طرف کی بات سنکر حکم لگانا ناانصافی ہے۔ اس کے جواب میں حقیقتِ حال، منصبِ مفتی اور حکمِ مسئلہ بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہیں :-

فقیر آپ صاحبوں کا ممنونِ احسان ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا اس سے مطلع فرمایا۔ مجھ پر فرض تھا کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا۔ اب کہ باطل ہے اس کا بطلان آپ کو دکھا دیا۔ ماننا آپ صاحبوں کا کام ہے۔ سنی بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے سنیوں پر دشمنانِ دین کے لام کیا تھوڑے بندھ رہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش کو دین میں دخل نہ کریں۔ الخ[29]۔

اخلاص اور حُسنِ نیّت

ظاہری اعمال کی پابندی بہت سے لوگوں میں دیکھی جا سکتی ہے خوارج و وہابیہ اور فرقہ معتزلہ میں ایک سے ایک عابدِ مرتاض اور اور ظاہر متقشف دیکھے جا سکتے ہیں مگر صحتِ ایمان کے بعد حسن عمل اسی وقت کار آمد ہے جب اس کی

---

[28] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۴۹، ملخصاً

[29] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۱۴، اشاعت مبارک پور

للہیت اور خلوص نیت پر ہو امام احمد رضا کے خانگی معاملات، خدمات اور علمی مجاہدات میں یہی اخلاص جلوہ فرما تھا۔

حضرت جنید بغدادی صاحب نے صاحب اولاد ہونے کے باوجود اپنے خادم سے فرمایا دریا کے اس پار رہنے والے درویش کی خدمت میں کھانا دے آؤ اور دریا سے کہہ دینا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو کبھی بیوی کے پاس نہ گیا ہو دریا راستہ دے دیگا واپسی کے وقت درویش نے کھانا کھا کر فرمایا جاؤ دریا سے کہہ دینا اس کے پاس سے آیا ہوں جس نے کبھی کھانا نہ کھایا تو دریا راستہ دے دیگا۔ اور واقعی اس نے دونوں بار راستہ دے دیا ان کی حیرت پر حضرت سید الاولیاء نے فرمایا ہمارا کوئی کام اپنے لئے نہیں ہوتا۔

یہ اخلاص اور حسن نیت کے نتائج اور ثمرات ہیں امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

لاکھوں مسائل و احکام فرق نیت سے متبدل ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّات وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی۔ علم نیت ایک عظیم واسع علم ہے جسے علماء ماہرین ہی جانتے ہیں۔ عوام بے چارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے ہیں اور حکم لگا دیتے اور کار پاکاں را قیاس از خود مگیر کے مورد بنتے ہیں۔ [۳۰]

ایک بار اعلیٰ حضرت سے عرض کیا گیا: بچہ سے محبت تو اپنا بچہ ہونے کی بناء پر ہوتی ہے اللہ کے واسطے کون کرتا ہے۔

الحمد للہ کہ میں نے مال من حیث ہو مال سے کبھی محبت نہ رکھی صرف انفاق فی سبیل اللہ کیلئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد من حیث ہو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم نیک عمل ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے [۳۱]

---

[۳۰] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۹۵۷، اشاعت مبارکپور۔

[۳۱] ملفوظات ج ۴ ص ۵۶۔

یہ وہی صورت ہے جو سیدنا بغدادی رضی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی کہ ہمارا کوئی عمل اپنے لئے نہیں ہوتا خدا کے لئے عمل کو اور دنیا کو دین کے تابع کرنا کوئی ان بندگانِ خدا سے سیکھے۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولایت کی تین علامتیں ہیں ۔

(۱) ہر چیز میں اللہ عزوجل ہی سے نیازمندی اور استغناء باللہ (۲) ہر چیز میں قناعت باللہ (۳) ہر چیز میں رجوع الی اللہ [۳۲]

یہ نفسہ امام احمد رضا کی زندگی میں دیکھا جاسکتا ہے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ مولانا عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-...

ڈھائی سال سے اگرچہ امراض کمر درد کمر و مثانہ و سر غیرہا امراض کا للازم ہو گئے ہیں قیام و قعود، رکوع و سجود بذریعہ عصا ہے مگر الحمدللہ کہ دینِ حق پر استقامت فرمائی ہے۔ کثرتِ اعداد روزافزوں ہے اور حفظِ الٰہی تفضیل نامتناہی شاملِ حال ہے والحمدللہ رب العالمین

بایں ضعف بدن و قوتِ محن و کثرتِ فتن بحمداللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں۔ اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری معین و مددگار عنقا ہے اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے ۔ [۳۳]

یہ وہی استغناء باللہ، قناعت باللہ اور رجوع الی اللہ ہے جسے سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاماتِ ولایت بتایا۔ حقیقت یہی ہے کہ لذتِ آشنائی نے ان کو دونوں عالم سے بیگانہ کر دیا تھا۔ خود فرماتے ہیں :...

مالِ دنیا تو کوئی چیز نہیں ہے سرمد .:. آنکھ اٹھا کر نہ کبھی دیکھوں سوئے ملک ابد

سب یہ الفت کی بدولت ہے غنائے بحید .:. حبذا آفریں اے دولتِ عشق احمد

میں گدائی کے پردہ میں بھی سکندر نکلا

---

۳۲ کشکول فقیر قادری حسنی پریس بریلی ص ۲۳

۳۳ اکرام امام احمد رضا از مفتی برہان الحق صاحب قبلہ مرتبہ پروفیسر مسعود احمد ص ۱۲۸ - ۱۲۹

وہ اپنی دینی خدمات پر کبھی اجرت دنیا کے طالب نہ ہوئے بعض حضرات نے ناواقفی میں استفتاء کے ساتھ یہ بھی پوچھ دیا کہ فتوے کی فیس کیا ہوگی؟ جواباً تحریر فرمایا۔ :-

یہاں بحمد للہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا اور نہ لیا جائے گا بعونہ تعالیٰ وللہ الحمد معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی رب العالمین ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہانوں کے پروردگار پر ہے اگر نہ چاہے [۳۴]۔

ہزار ہا فتاوے میں نے کھنگالے بہت سی ضمنی باتیں جو خطوط میں ہوتی ہیں آگئی ہیں مگر کسی جگہ یہ نہ ملا کہ جواب کے لیئے لفافہ یا ٹکٹ نہیں تھا اس لیئے جواب نہ گیا یا دیر ہوئی نہ کسی کو یہ تنبیہہ ملتی ہے کہ جواب کے ٹکٹ رکھا کریں برخلاف اس کے ایسا ضرور ملتا ہے کہ بعض علم دوست حضرات کا شوق دیکھ کر بلا طلب ان کے پاس رجسٹری سے کتاب عاریتہً بھیج دی اور لکھ دیا کہ بعد مطالعہ بیرنگ واپس کردیں یہ ایسی کتاب کے لیئے ہوتا جس کا ایک ہی نسخہ ہو ورنہ مفت ہدیہ کر دیتے خود فتاوی کے ضمنی الفاظ سے میں نے یہ حالات دریافت کئے۔

مسلمانوں کی حاجت برآری ان کا محبوب شغلہ تھا مولانا مقبول احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ کو ایک بزرگ نے تعویذ دیا اور شرف آفتاب میں کندہ کر کے پہننے کی ہدایت کی۔ انھیں شرف آفتاب بتانے والا کوئی نہ ملا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو خط لکھا خط پہنچنے کے دوسرے دن سے شرفِ آفتاب شروع ہو کر ۲۴ گھنٹے میں ختم ہو جانے والا تھا کارڈ لکھتے تو یقیناً وقت گزرنے کے بعد پہنچتا اور پھر ایک سال کے بعد ان کا کام ہو پاتا اس لیئے فوراً ٹیلی گرام سے جواب دیا صرف اس لیئے کہ ایک مسلمان طالب علم کی دینی حاجت یا دنیاوی جائز ضرورت پوری ہو جائے۔ اور اسے

---

[۳۴] فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۲۳۰، اشاعت مبارک پور۔

ایک سال انتظار کی زحمت نہ جھیلنی پڑے۔ [۳۵]

برخلاف اس کے خود علماء و مشائخ کو کسی کام کے لئے لکھتے تو جواب کے لئے ٹکٹ رکھتے بسا اوقات اپنے تلامذہ و خدام کو بھی رجسٹری یا پارسل وغیرہ کے خرچ بھیجتے جبکہ مریدین و مخلصین کو اپنے شیخ کے لیئے خود اپنی جیب سے ہزار ہا روپے خرچ کر دینے میں کوئی بار محسوس نہیں ہوتا۔

ایک صاحب سے مٹی کا تیل خریدا اور قیمت دریافت کی انھوں نے عرض کیا عام قیمت تو یہ ہے آپ اتنی کم کر کے دیں۔ فرمایا ایسا کیوں؟ بولے آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں آپ سے عام قیمت کیسے لے سکتا ہوں فرمایا میں علم نہیں بیچتا۔ یہ کہہ کر وہی عام قیمت سپرد کی اور انھیں لینی پڑی۔ [۳۶]

تعویذ پر اجرت آج کل معمول بن چکا ہے مگر بحمدہٖ تعالیٰ امام احمد رضا کا دامن احتیاط اس داغ سے بھی پاک ہے۔ ایک صاحب حاضر ہوئے اور بدایونی پیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔ فرمایا کس لیئے آنا ہوا عرض کیا سلام کے لیئے حاضر ہو گیا۔ سلام کا جواب دیا پھر فرمایا کوئی ضرورت؟ بولے بس یونہی آگیا تھا۔ اب ہانڈی اندر بھیج دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ صاحب ایک تعویذ کے طالب ہوئے تعویذ لکھ کر دیا اور ساتھ ہی ہانڈی بھی واپس کر دی فرمایا میں نے آپ سے پہلے ہی تین بار دریافت کیا مگر آپ ہر بار انکار کرتے رہے یہ ہانڈی لیتے جایئے یہاں تعویذ بیچا نہیں جاتا۔ [۳۷]

عموماً لوگ بزرگوں کے ہاں بھی دنیاوی حاجتیں لے کر جاتے ہیں خصوصاً کسی کے بارے میں صحیح علم ہو جائے کہ یہ ولی اللہ ہیں تو پھر اس کے یہاں دنیاوی حاجتوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی بزرگ کے یہاں حاجتِ دنیا لے کر حاضر نہ ہوا۔

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین رہتے تھے ان کے یہاں بچپن میں حاضر ہوئے۔ دریافت فرمایا مقدمہ کے لیئے آئے ہو۔ عرض کیا مقدمہ تو ہے مگر میں اس کے لیئے نہیں آیا صرف دعائے مغفرت و سعادت کا طالب ہوں تقریباً آدھا گھنٹہ وہ دعا دیتے رہے۔

---

۳۵ ۔ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۵۔

۳۶ ۔ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۹۔

۳۷ ۔ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۹۔

منیٰ کی مسجد خیف میں ایک صاحب باطن کے ذکر قلب سے حدیث کے مطابق شہد کی مکھیوں جیسی آواز محسوس کر کے ان کی طرف قدم بڑھایا تو کسی حاجتِ دنیا کے لیے نہیں بلکہ صرف دعائے مغفرت کے لیے وہ بھی صاحبِ کشف تھے قدم بڑھاتے ہی دعا کرنے لگے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَخِیْ ھٰذَا ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَخِیْ ھٰذَا (اے اللہ میرے اس بھائی کی مغفرت فرما) اعلیٰ حضرت نے سمجھ لیا کہ کام ہو گیا۔ اب ان کے اوقات میں مخل ہونا زیبا نہیں اور واپس آ گئے۔

امام احمد رضا کی زندگی کو جس قدر گہری نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اس طرح کے آبدار موتیوں کی جلوہ ریزیاں عام ہوتی نظر آئیں گی۔ ان جلوؤں کو کوئی کہاں تک سمیٹے؟ مطالعہ حیران ہے اور زبان و قلم قاصر، مختصر یہ کہ اخلاص اور للہیت نے ان کے قلب و ذہن کو پوری طرح معطر کر رکھا تھا۔ ان کی نظر ذاتِ احد سے جدا نہیں ہوتی۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

تجدید و اصلاح

امام احمد رضا قدس سرہ نے جو تجدیدی و اصلاحی خدمات انجام دی ہیں انھیں صرف ان کے علمی خانہ میں رکھنا اور تصوف و طریقت سے الگ شمار کرنا کسی طرح ممکن نہیں، اگر ایسا ہو تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام غزالی کی تجدیدی و اصلاحی خدمات پر نظر ثانی کرنی ہوگی۔

میں ذکر کر چکا ہوں کہ دعوتِ دین، اصلاح اہلِ زمانہ اور فتنہ شکنی وہ عظیم مجاہدہ ہے جو تمام اربابِ سلوک کو نصیب نہیں ہوتا اہل کشف، مجاہدہ اور اربابِ ریاضت میں بہت سے اولیاء کرام ایسے بھی ملتے ہیں جنھوں نے خلوت کی زندگی گزاری اور جلوت سے انھیں کوئی سروکار نہ رہا اور اسکی حقیقت وہ ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ نے بیان فرمائی۔ کہ

آدمی تین قسم کے ہیں۔ مفید، مستفید، منفرد۔

مفید وہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے، مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے، منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ [۳۸]

---

۳۸ ملفوظات ج ۳ ص ۲۷۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکمیل علوم شریعت وراہِ طریقت کے بعد کوئی گوشۂ تنہائی نہیں بلکہ بغداد کی گھنی آبادی کا انتخاب کیا جو بے شمار فتنوں کی آماجگاہ بلکہ تربیت گاہ بن چکا تھا۔ انھوں نے اپنے خطاب سے خلفاء امراء علماء اور عوام کے دل ہلا دیے ان کے فیض اصلاح سے ہزاروں بے دین صراطِ مستقیم پر آگئے اور لاکھوں بے راہ صالح و نیک بن گئے۔

امام غزالی نے تکمیل کے بعد اپنی اصلاح کا رُخ خاص طور پر امراء اور علماء کی طرف پھیرا۔ ان کے ہاتھ پر توبہ کرنے والوں کی فہرست سوانح نگاروں نے مرتب نہ کی لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کے رشحاتِ قلم آج بھی باعثِ رشد وہدایت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں دینی فتنوں کا کتنی پامردی سے مقابلہ کیا ہے اس کا اجمالی ذکر ہو چکا ہے۔

ان کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں :...

> اس ہندستان میں کوئی باطل فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے رد میں ان کی کثرت تحریریں موجود نہ ہوں جب دین میں کوئی نیا فتنہ اٹھتا تو سب سے پہلے حضور کے زبان وقلم کو حرکت ہوتی اور کامل استحصال فرما کر چھوڑتے میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے قبل یہ خیال مدتہا مدت باز رکھتا کہ اعلیٰ حضرت کی سیفِ زبان و نیزۂ قلم کا کیا جواب ہوگا؟ [۳۹]

انھوں نے خود بکمالِ جوانمردی اوائلِ زندگی ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اور برہانِ ملت مفتی برہان الحق صاحب مدظلہ وغیرہم نے اپنے اپنے مضامین میں اعلیٰ حضرت کی ان تصانیف کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جو انھوں نے ردِّ نصاریٰ، ردِّ آریہ اور ردِّ فرقِ باطلہ میں تصنیف کیں۔

---

۳۹ ایمان افروز وصایا ص ۷ اشاعت المجمع الاسلامی مبارکپور ۱۴۰۴ھ۔

ان کی زبانِ فیض ترجمان سے بہت بے علموں اور فاسقوں کو بھی صلاح و فلاح کی زندگی نصیب ہوئی ایک بار قریباً چوتیس[۱۴۰] دن جبلپور میں قیام فرمایا تھا بے شمار مسلمانوں نے اپنے اعلانیہ وخفیہ گناہوں سے ان کے دستِ پاک پر توبہ کی اور زبان کی تاثیر یہ تھی کہ سیدھی سادھی باتوں سے لوگوں کے دِل اُمنڈ آتے تھے نہ جانے مدتوں کے کتنے جھگڑے ان کی دو دو باتوں سے طے ہو گئے اور جو مسلمان باہمی نزاع و آویزش جیسے عظیم گناہ کے مرتکب ہوتے چلے آرہے تھے۔ چشم زدن میں یک جان و دل ہو گئے۔

جبل پور کا واقعہ ہے دو بھائیوں میں باہمی نزاع تھی چند کلمات کے بعد فرمایا خوب سمجھ لیجئے آپ دو صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کریگا جنت کی طرف سبقت کرے گا، یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے آپس میں نہایت صاف دِلی کے ساتھ لپٹ گئے۔ جوشِ محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقۂ قلبی میں گر پڑتے۔ خود بریلی میں آئے دِن اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں پہ توبہ کرنے والوں کا کوئی شمار نہیں، جبلپور کے ایک جلسہ میں توبہ کرنے والوں کی فہرست شائع ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے بتایا کہ اللہ و رسول کے گستاخوں سے صحابۂ کرام اور اولیاء کبار بیزاری و نفرت کا سلوک کرتے تو بد مذہبوں گستاخوں سے صحبت و قربت رکھنے والے بہت سے لوگوں نے توبہ کی اور صدقِ دل سے تائب ہوئے اس پر ارشاد فرمایا بھائیو! یہ وقت نزولِ رحمتِ الٰہی کا ہے سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں جن کے خفیہ اور جن کے علانیہ ہوں۔ علانیہ فقیر دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کو استقامت مرحمت فرمائے۔ جو داڑھی منڈاتے یا کترواتے ہوں یا چڑھاتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں وہ اور ایسے ہی جو علانیہ گناہ کرتے ہوں انھیں علانیہ توبہ کرنا چاہیئے اور جو گناہ خفیہ طور پر کئے ان سے پوشیدہ کرگناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔ ان چند فقروں میں اللہ ہی جانے کیا اثر تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھو رہے تھے اور بے تابانہ پروانہ وار اس شمع انجمن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہوتے (اور اس شیخِ ارشاد کے) قدموں پہ گڑگڑا کر اپنے خفیہ و علانیہ گناہوں سے توبہ کر رہے تھے عجب سماں تھا... جو لوگ حاضر جلسہ نہ تھے انھیں بعد کو اطلاع ہوئی وہ سب حاضر ہو کر تائب ہوتے گئے دوسرے دِن وقت ظہر جبل پور سے روانگی تھی لوگ اسٹیشن تک آئے اور تائب ہوتے (الملحضاً[۱۴۰])

---

۱۴۰ الملفوظ ج ۲ ص ۷۱، اشاعت میرٹھ۔

شب برات بارگاہِ خداوندی میں توبہ کا بھی موقع ہے اور اپنے دینی بھائیوں سے مصالحت و معافیِ حقوق کا بھی راستہ امام احمد رضا قدس سرہ کے مکتوب گرامی کی روشنی میں سمجھیے اور انکی اصلاح وہدایت کا منظر بھی دیکھیے کیونکہ یہ مکتوب کسی خاص فرد کے لیئے نہیں بلکہ ایک گشتی مراسلہ کی صورت میں طبع کرا کے ہر علاقہ کے سربرآوردہ حضرات کے یہاں شب برات کے موقع پر بھیجا جاتا تھا۔

> شب برات قریب ہے اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلاۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب (گناہ) معاف فرمایا ہے مگر چند ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیاوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں، فرماتا ہے ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔ لہٰذا اہلسنت کو چاہیئے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴ شعبان باہم ایکدوسرے سے صفائی کرلیں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں یا معاف کرالیں کہ باذنہٖ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائفِ اعمال خالی ہوکر بارگاہِ عزت میں پیش ہوں۔ حقوقِ مولیٰ تعالیٰ کے لیے توبۂ صادقہ کافی ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ ایسی حالت میں باذنہٖ تعالیٰ ضرور اس شب میں امید مغفرتِ تامہ ہے بشرطِ صحتِ عقیدہ وھو الغفور الرحیم
>
> یہ سب مصالحتِ اخوان و معافیِ حقوق بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے اُمید ہے کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجراء کرکے مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً کے مصداق ہوں۔۔۔
>
> سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے صلح و معافی سب سچے دل سے ہو [۴۱]

---

[۴۱] حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۶۸۔

یہ مکتوب ہمیں حیات اعلیٰ حضرت کے حصۂ مکتوبات سے دستیاب ہوا جس کے ساتھ یہ بھی درج ہے کہ مطبع اہلسنّت بریلی میں چھپا۔)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ عامۂ مسلمین کی ہدایت کے لئے مکتوبات و... اشتہارات طبع کرا کے تقسیم کر دیا کرتے تھے اور خاص علماء و سربرآوردہ حضرات کے پاس بھی بھیجتے تھے تاکہ ان کے ذریعہ ان کے حلقۂ اثر میں کارِ ہدایت مکمل ہو سکے کاش اس قسم کے سبب اشتہارات و مکتوبات جمع کر کے یکجا طبع کر دیئے گئے ہوتے تو آج بھی بہت سے مسلمانوں کے لئے رشد و اصلاح کا کام انجام دیتے۔

ایک ہدایت نامہ ماہنامہ الرضا بریلی بابت ماہ ربیع الاوّل و جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ میں ملتا ہے جس کا متن یہ ہے۔

احباب علماء شریعت اور برادرانِ طریقت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدمتِ دینی کو کسبِ معیشت کا ذریعہ نہ بنائیں اور سخت تاکید ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و حمایت سنت میں مالی منفعت کا خیال دل میں نہ لائیں بلکہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ ہاں اگر بلا طلب اہلِ محبت سے کچھ نذر پائیں رد نہ فرمائیں کہ اس کا قبول کرنا سُنّت ہے۔[۴۲]

شہر احمد آباد کے مسلمانوں میں ایک بار باہمی نزاع پڑی۔ لوگوں نے امام احمد رضا کی خدمت میں لکھا کہ یہاں ایک جھگڑا پڑا ہے، ایک مسجد مدت سے بن گئی اور ایک مسجد اب بن رہی ہے ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں۔ مذکور دو فتوے آپ کی خدمتِ اقدس میں روانہ ہیں بغور ملاحظہ فرما کر جو حکم صحیح ہو روانہ کریں آپ کی حق تحریر آنے سے انشاءاللہ العزیز شر مٹ جائے ایسی امید ہے۔

دونوں فتوؤں کا ملاحظہ فرمانے، مسجدِ ضرار کی حقیقت بتانے اور دیگر احکام شرعیہ واضح طور پر فرمانے کے بعد آخر میں رقمطراز ہیں۔

فقیر کو بحمدہٖ تعالیٰ تمام سنی بھائیوں سے خدمتگاری کا شرف حاصل ہے لہٰذا دونوں فریق سے دست بستہ عرض ہے کہ رنجش جانے دیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

---

[۴۲] ماہنامہ الرضا۔ بریلی ۱۳۳۸ھ۔

پر نظر فرما کر گلے مل لیں، افریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے۔ اگر واقع میں مسجد انھوں نے محض براہ نفسانیت لبقصد اضرار مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجد ضرار ہے اسے دور کریں اور تائب ہوں مگر فریق دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کر کے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی نام کے نقدوں کی آڑ لیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے کہ مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بربادیٔ خانۂ خدا پر ابھارتے ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اول کو بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے والسلام علی اجمع اخواننا اہل السنۃ والجماعۃ۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ
۱۰ شعبان المعظم یوم الاحد ۱۳۲۹ھ ۴۳ھ

اب ہم خود اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے ان کی اصلاح و تربیت کا منظر پیش کرنا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر اہل نظر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ صرف مفتی و عالم کا قلم ہے یا صوفی و عارف کا خامۂ پُر اثر؟

ایک شخص قیلولہ ایسے وقت کرتا جب اس کی جماعت ظہر چھوٹ جاتی۔ اور عذر یہ تھا کہ مجھے تہجد پڑھنا ہوتا ہے جس کے لیئے دن میں قیلولہ ضروری ہے نہ کروں تو تہجد فوت ہو۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔۔۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فریضہ فوت ہو کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں؟
کیا سلف صالح نے ایسی ہی قیام لیل کئے ہیں؟ حاشا و کلا
ے ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی ۔۔ کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

۴۳ھ :۔ فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۴۱۲۔ اشاعت مبارک پور۔

یا ھٰذا۔ سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بر وجہ سنت ادا کر۔ یہ کیا کہ سُنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے۔ ذرا گوش ہوش سُن! اگر چہ حق تلخ گزرے وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانا سکھایا کہ اسے مفتیانِ زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیباتِ تہجد کی طرف جائے تجھے تقویتِ جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیداتِ جماعت ہو جائے تجھے ترکِ تہجد کی مشورت دے مگر حاشا خدام فقہ و حدیث بتوفیقہٖ عزوجل حقیقتِ امر سے آگاہ ہیں ان کے یہاں عقل سلیم و نظر قویم و عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں۔ ان کی نظر میں کوئی دوسرے کی تقویت کا داعی نہیں۔ بلکہ یہ ہوائے نفس شریر و سوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا

یا ھٰذا۔ اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور بطلبِ آرام پڑا رہتا ہے تو صراحتاً گنہگار و تارکِ واجب اور عذرِ باطل میں کاذب ہے۔ اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ غفلتِ خواب کیوں کر جاگا اور یہ فساد حجاب کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کی تدبیر کر۔

کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت قریب ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا؟ یوں ہے تو اول وقت خواب کر اولیاء کرام قدسنا اللہ باسرارہم نے قیلولہ کے لیئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی صحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک۔ وہ فرماتے ہیں کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو لیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی نہیں۔

کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے؟ اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر اتنا نہ کہ وقتِ جماعت آجائے ایک ساعتِ قلیلہ قیلولہ بس ہے۔ اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے (۱) تکیہ نہ رکھ۔ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و

بے بستر سونا بھی مسنون ہے (۲) سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی (۳) کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہولیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں (۴) سب سے بہتر علاج تقیل غذا ہے۔ پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے جو بہت کھائے گا، بہت پئے گا، جو بہت پئے گا بہت سوئے گا۔ جو بہت سوئے گا آپ ہی خیرات و برکات کھوئے گا (۵) یوں نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر۔ دو رکعتیں خفیف دتام بعد نمازِ عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی۔ اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں۔ مثلاً نو بجے عشاء پڑھ کے سو رہا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہو گیا (۶) سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیقِ جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدقِ عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (۷) اپنے اہلِ خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کر کہ وقتِ جماعت سے پہلے جگا دے۔ ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے انشاء اللہ تعالیٰ فوتِ جماعت سے محفوظی ہو گی۔ الخ (ملخصاً)[۴۴]

صرف اہلِ دین ہی نہیں میں اہلِ زبان سے پوچھتا ہوں کہ یہ اسلوب عالمانہ ہے یا صوفیانہ؟ یہ فتاویٰ کی زبان ہے یا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف اور ان کے شیخ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوح الغیب کی؟ یہ کسی مفتیٔ محض کا قلم ہے یا کسی ہادیٔ شریعت وطریقت کا؟

اسی طرح ایک سوال آیا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو نفلی صدقات وخیرات تو کرتے ہیں مگر فرض زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے اس کے جواب میں حکم شرعی اور اٹھارہ احادیث بیان کرنے کے بعد خالص عرفانی و اصلاحی انداز میں فرماتے ہیں۔

۴۴۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۳۳۰ تا ۳۳۲

زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے نہ دینے والے کو ہزار ہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہیئے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالے جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض ادر اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری فرض گردن پر رہنے دے یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہی نہیں (سمجھتا ہے) نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔

اے عزیز فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجئے وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز ہے۔

اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی، مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا یہ سب امور صحیح و لازم تم ہو گئے مگر بایں ہمہ جب تک زکوٰۃ پوری... پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امید ثواب و قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا، مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیئے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہو گئی۔ فرض اتر گیا پر نہ قبول ہو گی نہ ثواب پائے گا بلکہ الٹا گنہگار ہو گا یہی حال اس شخص کا ہے۔

اے عزیز اب شیطان العین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا رہ گیا ہے جس سے فقراء کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیئے یوں فقرہ سوجھائیگا کہ جو خیرات قبول نہیں کرتے سے کیا فائدہ؟ چلو اسے بھی دور کرو اور شیطان کی پوری

بندگی بجالاؤ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذابِ شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکمِ شرعی کا حجاب نہ تھا جو اس دشمنِ ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل متمرّد و سرکش بنایا بلکہ تجھے وہ مکر کرنی تھی جس کے باعث عذابِ سلطانی سے بھی نجات ملی اور آج تک کہ یہ وقف و مسجد و خیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی اُمید پڑتی۔

وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے صدقِ دل سے توبہ کیجئے آج تک جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دِل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرمانبردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔

مہربان مولیٰ جس نے جان عطا کی، اعضاء دیئے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے نزدیک منہ اجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژدہ ہو، بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے، وقف کیا ہے، مسجد بنائی ہے، ان سب کی بھی.. مقبولی کی امید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابلِ قبول نہ تھے جب وہ زائل ہوگیا انھیں بھی باذن اللہ شرفِ قبول حاصل ہوگیا الی آخر ما افادو اجاد ملخصاً [۴۵]

مختلف بدعات و منکرات پر امام احمد رضا نے علمی اسلوب کے علاوہ خالص عرفانی انداز میں جو اصلاح و ارشاد کا کام کیا ہے ان ہی کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس قدر ذکر ہوگیا اس مختصر مضمون کے لئے کافی ہوگا۔

---

۴۵ :.... فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۴۲۷ تا ۴۲۸۔ اشاعت مبارک پور۔

بارگاہِ قادریت

سلوک و تصوف اور ارادت و طریقت میں ضروری ہے کہ اپنے آقائے نعمت سے بھرپور تعلقِ خاطر ہو جبھی فیضانِ قلب و نظر سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔

امام احمد رضا اپنے مرشد گرامی سے سچی عقیدت رکھتے ہیں یہاں تک کہ اپنی علمی تصانیف کو بھی ان ہی کا فیض قرار دیتے ہیں رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۲ھ جو فن حدیث میں امام احمد رضا کی ... وسعتِ نظر اور کامل دستگاہ کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اس کے آغاز میں اپنے استاذ گرامی والد ماجد قدس سرہٗ کے ساتھ مرشدِ برحق کا ذکر بھی عجب والہانہ انداز میں لاتے ہیں۔ اسی طرح اوپر کے تمام مرشدوں کا جہاں بھی تذکرہ کرتے ہیں بڑی ممنونیت و عزت کے ساتھ کرتے ہیں لیکن سلسلۂ قادریہ کے مرشدین اپنے مرید سے یہی فرماتے ہیں کہ ہم نے تیرا ہاتھ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے دستِ پاک میں دیا اس لیئے اس سلسلہ والوں کے اصل مرشد شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی ہی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دیگر اکابر کی طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام احمد رضا قادری بھی اس سرکار سے نسبتِ غلامی کا بڑا پرکیف اظہار فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت نے بے شمار موقعوں پر فرمایا اور متعدد مقامات پر لکھا کہ یہ آستانِ قادریت کی غلامی کا صدقہ تھا۔

مولانا شاہ ابراہیم قادری برکاتی مدراسی حیدرآبادی نے اطلاع دی کہ مولینا وکیل احمد سکندرپوری قصیدۂ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں اور بعض لوگ اس قصیدے کی نسبت اور عربیت سے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جواب میں اولاً اس کی نسبت کی صحت ثابت کی پھر اس کی عربیت سے متعلق دس نکات تحریر فرمائے جنھیں یہ مان کر کہ ممکن ہے کہ اس کی عربیت میں کمی ہے بطور تنزل کام کیا اور نکتہ ثانیہ میں اکابر علماء و اُدبا کی تیس عبارتیں پیش کیں جن میں قواعد عربی کی رعایت نہ تھی وہ بھی نثر میں جواب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

> الحمد للہ کلام اپنے منتہی کو پہنچا اور ریابت مرتاب اپنی سزا کو، مگر ابھی تو ہمیں حضرت معترض کی مزاج پرسی کرنی ہے ذرا مہربانی فرما کر اپنے اعتراضات تفصیلی سے اطلاع دیں اور اس وقت جواب تفصیلی کے مرتبے میں ہم یہ ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں، ہاں ہاں اصلاً نہ شرمائیں جہاں تک اعتراض خاطر میں آئے سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں کچھ اظہار کہنے کی تکلیف

ہرگز نہ اٹھائیں ہم بھی تو جانیں کہ قصیدۂ مبارکہ میں ایسے کیا کچھ اغلاط دیکھے
پالئے ہیں جن کی بنا پر یہ شور اٹھائے ہیں۔

ابتداء میں فرماتے ہیں :...

فقیر اپنے مجموعۂ فتاوی کی جمع وتہذیب، رسائل والد ماجد کی تبییض و ترتیب
رسائل کثیرہ کی ترصیف اور کئی رسائل جدیدہ کی تصنیف میں مشغول تھا۔
قصد کیا نہایت اجمال چند سطر میں ایک مختصر جواب حاضر کرے۔ ۲۵
ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ روز جمعہ مبارکہ کو اس طرف عزم کیا، سرکار فیض بار حضرت
قادریت مدار علیہ رضوان الغفار کا نام پاک، سرکار اقدس سے نظر اوّل میں
وہ جوش فیضان ہوا کہ عنانِ قلم رکتے رکتے ایک موجز رسالے کا سامان
ہوا [۴۶]

محدث اعظم مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت نے مجھے کار افتاء
پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی۔ اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ
غوثیہ کر کے دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت
پلنگ سے اٹھ کھڑے ہوئے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف
لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے، سمجھ میں نہ آیا کہ
یہ کیا ہو رہا ہے دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا
اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار
غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے (یہ واقعہ رزق کی تعظیم کے ساتھ بارگاہِ غوثیت کے اعزاز کا بھی
پتہ دیتا ہے ۱۲ م) اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں یہ آپ کے جدِ امجد (سرکار غوثیت)
کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لیے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا مقصود تھی بلکہ درحقیقت
اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دستِ کاتب تھے۔ [۴۷]

---

۴۶ :... الزمزمة القمرية في الذب عن الخمرية۔ اشاعت نوری کتب خانہ لاہور
۴۷ :... خطبہ صدارت جشنِ ولادت اعلیٰ حضرت منعقدہ ناگپور ۱۳۷۹ھ، تجلیات امام احمد رضا نمبر ناگپور

اس کے دوسرے شواہد بھی ہیں۔ بچپن سے بارگاہِ قادریت کا ادب ملحوظ رہا۔ چھ برس کی عمر میں معلوم ہوگیا کہ بغداد شریف کس سمت ہے اس وقت سے تا زندگی ادھر کبھی پاؤں نہ پھیلایا سمتِ قبلہ کا احترام تو آدابِ شرع میں داخل ہے مگر سمتِ مرشد کا ادب بارگاہِ عشق کا حصہ ہے اس لیئے اعلیٰحضرت نے فتوے کی زبان میں لکھا تو یہی لکھا کہ جانب شمال پاؤں پھیلا کر سونے میں کوئی ممانعت نہیں ہاں اگر اس خیال سے احتراز ہو کہ اس سمت بغداد شریف ہے اور مسجدِ اقصیٰ قبلۂ انبیاء ہے تو یہ ایک معقول وجہ ہے (فتاویٰ رضویہ)

اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری بہت نفیس اور اونچی بھی تھی والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ۴۸؎

حقیقت بھی یہی ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کو بارگاہِ قادریت سے وہ عقیدت و الفت تھی جو ایک سچے قادری کا حق ہے اور اس سرکار کی وہ عظمت و عزت ان کے پیشِ نظر تھی جو حضورِ غوثیت مآب کو سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف سے کرامت ہوئی عرض کرتے ہیں

ترا ذرہ مہ کامل ہے یاغوث ⁂ ترا قطرہ یم سائل ہے یاغوث
کوئی سالک ہے یا واصل ہے یاغوث ⁂ وہ کچھ بھی ہو ترا سائل ہے یاغوث
کہا تونے کہ جو مانگو ملے گا ⁂ رضا تجھ سے ترا سائل ہے یاغوث

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا ⁂ اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا ⁂ اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا ⁂ شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
بحر و بر شہر و قریٰ سہل و حزن دشت و چمن ⁂ کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

۴۸؎ ملفوظات سوم ص ۶۹، اشاعت میرٹھ۔

معارف ارشاد کی ترجما سورج راج کس مزرع جانتے ان کا اور محبو سے بھی برتر بوجہ ناواقفی یہاں بھی است مث تشکر تجھ اس نے میری تیری ۴۹؎

ارشادِ غوثِ اعظم ...

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا ۞ اَبَدًا عَلٰى اُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

کی ترجمانی فرماتے ہیں ... ؎

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے ۞ افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا!

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدّام ۞ باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر ۞ کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا!

بعض لوگوں اولیاء میں سے دوسرے محبوبوں کو بھی سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہٗ کا ہمسر جانتے ان کا رد فرماتے ہیں۔

اور محبوب ہیں، ہاں پر سبھی یکساں تو نہیں ۞ یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا!

بعض بزرگوں سے ایسے کلمات صادر ہوئے جن سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ خود کو غوثِ اعظم سے بھی برتر سمجھتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے جس سے بھی اس قسم کے کلمات ادا ہوئے یا تو براہ سکر یا بوجہ ناواقفی۔ ہوش اور علم میں آنے کے بعد سب نے اعتراف کیا اس پر واقعات بھی بیان فرمائے ہیں[49] ؎ یہاں بھی اشارہ کرتے ہیں ....

مشائخ میں کسی کی تجھ پہ تفضیل ۞ بحکمِ اولیاء باطل ہے یا غوث

سکرے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں ۞ خضر کے ہوش سے کوئی پوچھے رتبہ تیرا

عجز و نیاز کا منظر بھی دیکھیں ؎

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے نسبت مجھ کو ۞ میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا!

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے ۞ حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد ۞ ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

تیری عزت کے نثار اے میرے غیرت والے ۞ آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردہ تیرا

استمداد و استعانت کرتے ہوئے عرض گزار ہیں ؎

---

[49] :۔ ملفوظات ج ۳ ص ۷۵ ۔ ۷۶ ۔ اشاعت میرٹھ۔

جلادے دیں۔ جلادے کفر و الحاد ∴ کہ تو محیی ہے تو قاتل ہے یا غوث!
ترا وقت اور پڑے یوں دین پر وقت ∴ نہ تو عاجز نہ تو غافل ہے یا غوث!
تو وقت دے میں تنہا کام بسیار ∴ بدن کمزور، دل کاہل ہے یا غوث
عدو و بد دین مذہب والے حاسد ∴ تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث
حسد سے ان کے سینے پاک کر دے ∴ کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث

فضیلِ غوثیت کے منکروں اور شانِ قادریت میں ہرزہ سرائیاں کرنے والوں کی طرف یوں التفات ہے :۔۔۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ∴ یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے ∴ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
سمِ قاتل ہے خدا کی قسم ان کا انکار ∴ منکرِ فضلِ حضور آہ یہ لکھا تیرا

سرکارِ غوثِ اعظم کا ارشاد ہے :۔ تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم وسبب لذھاب دنیاکم وآخرتکم "میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمہارے دین کے لیئے زہرِ قاتل اور تمہاری دنیا و عقبیٰ کی بربادی کا سبب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۵۰؎ اسی طرف اشارہ ہے

بازِ اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی ∴ دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا!
حکم نافذ ہے تیرا، خامہ ترا، سیف تیری ∴ دم میں جو چاہے کرے، دور ہے شاہا تیرا

نسبتِ قادری اور غیرتِ نسبت کا اثر بھی امام احمد رضا پر ویسا ہی تھا جیسا کہ اولیاء کو اپنے شیوخ کی بارگاہوں میں ہوتا۔ ایک بار عرض کیا گیا حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو بزرگوں میں ہیں) فرمایا جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا زروق کہکر ندا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہ کی جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا، یک درگیر محکم گیر۔ میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا احاطہ میں مزا میر وغیرہ کا شور مچا تھا، طبیعت منتشر ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا۔۔

۵۰؎ :۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۲۳، اشاعت مبارکپور

ہوں اس شور و شغب سے مجھے نجات ملے جیسے ہی پہلا قدم درگاہ شریف میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہو گئے میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے قدم روضہ مبارک سے باہر نکالا پھر وہی شور و غل تھا پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک کے " یا غوثاہ " زبان سے نکلا دہیں میں نے اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) قصیدہ در شانِ غوث اعظم بھی تصنیف کیا۔ [۵۱]

اس قصیدہ میں عرض کرتے ہیں ؎

سر توئی سرور توئی سر را سر و ساماں توئی

جاں توئی جاناں توئی جاں را قرارِ جاں توئی

سیدنا غوث اعظم نے جب بغداد میں بر سر منبر فرمایا تھا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو اولیائے روئے زمین کی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سرزمین ہند سے جواب دیا۔ "بل علی عینی دراسی" "بلکہ میرے چشم و سر پر" اس کیفیت کو بھی نظم فرمایا :....

بہر پابیت خواجۂ ہنداں شہ کیواں جناب ⁘ بل علی عینی دراسی گوید آں خاقاں توئی

بندہ رات غیر برد، گر بر درِ عزت رود ⁘ در رود چوں بنگر و ہم شاہِ آں ایواں توئی

ایک قصیدہ میں عرض کیا گیا ؏ بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

یہ سرکار غوث اعظم کے ایک ارشاد کا ترجمہ ہے بعض حضرات کو اس پر اعتراض ہوا اسی طرح ؏ "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو" میں لفظ "شہنشاہ پر" ایک صاحب کو ممانعت کا خدشہ ہوا دونوں کا مفصل جواب ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔" فِقْهُ شَہنشاہ وَاَنَّ القُلُوبَ بِیَدِ المَحْبُوبِ بِعَطَاءِ اللّٰہ " (۱۳۲۶ھ) بہجۃ الاسرار شریف اور دیگر اکابر کی کتابوں میں خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے " صلاۃ الاسرار" مروی ہے جس میں بعد نماز سمت بغداد گیارہ قدم چلتے ہوئے سرکار غوثیت سے استمداد بھی ہے غوث اعظم فرماتے ہیں جو حاجت ہو پوری ہو جائے گی یہ نماز اولیائے کرام کے معمولات و مجربات سے ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

---

۵۱ :... ملفوظات ج ۳ ص ۵۹ ، اشاعت میرٹھ

حسنِ نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں ؛ آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا !

ظاہر ہے کہ منکرینِ استعانت و توسل کو اس "صلاۃ الاسرار" پر اعتراض ضرور ہوگا ؎ انکے جواب میں ایک رسالہ "انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار" تصنیف فرمایا ہے جس میں اکابرِ اُمّت اور اکابرِ منکرین سے اس کا جواز ثابت کیا ہے بہت سے اہم صوفیانہ نکات بھی اس کے اندر رقم ہوئے ہیں پھر مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری حیدرآبادی قدس سرہٗ کو اس نماز کا اجازت نامہ لکھتے ہوئے عربی میں رسالہ "ازہار الانوار من صبا صلاۃِ الاسرار" رقم فرمایا ہے جس میں نمازِ غوثیہ کا مکمل طریقہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی شرح کے ضمن میں لکھا ہے اور گیارہ کے عدد اور بارگاہ غوثیت سے اس کے تعلق کے بارے میں بڑا ہی اہم نکتہ قلم بند کیا ہے جو خالص ذوقی و عرفانی ہے اور تصریح فرمائی ہے کہ یہ نکتہ قلب فقیر پر الہام غیبی ہے شاید اکثر حضرات کے فہم اور ذوق سے بالاتر ہو اس لیئے یہاں نقل کی ضرورت نہیں سمجھتا اہل علم کی نظر سے گذر چکا ہوگا یا بعد میں دیکھ لیں گے۔ اس تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ بارگاہِ قادریت سے متعلق اعلیٰ حضرت نے جو عرض کیا ہے کہ :...

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد ؛ ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

یہ صرف شاعرانہ دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ انھوں نے ناموسِ غوثیت کی حفاظت اور فضائل قادریت کے اظہار و اعلان میں کوئی فروگزاشت روا نہ رکھی وہ ان کی محبت میں اعداء کی کوئی پروا نہ کرتے تھے البتہ دوستوں کے اعتقاد و اعتماد کے تحفظ کی خاطر ہر شبہہ و اعتراض کا شافی جواب دینا اپنا فرض منصبی ضرور سمجھتے تھے وہ تو فرماتے ہیں۔

؎ ابوالحسن علی میاں ندوی نے تو اعتراض سے بھی آگے بڑھ کر کھلا ہوا افترا کیا ہے "ارکان شریعت" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "یہ نماز بغداد کی طرف رُخ کر کے پڑھی جاتی ہے" حالانکہ تمام اہلسنت یہی جانتے اور... لکھتے ہیں کہ یہ اللہ کے لیئے دو رکعت نماز نفل ہے جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور گیارہ بار سورۂ اخلاص کی قرأت کی جائے گی اور پوری نماز میں دوسری نمازوں سے کوئی فرق نہیں۔ بعد نماز حمد، درود، دُعا اور استعانت البتہ ہے لیکن گمراہ گری اور افترا پردازی کو حقیقت بیانی سے کیا سروکار ؟

دلِ اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے :. اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

اس کے بعد چوتھا قصیدہ کہتے ہیں جس کا مقطع یہ ہے

اے رضا چیست غم ار جملہ جہاں دشمن تست

کردہ ام مامنِ خود قبلۂ حاجاتے را!

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد مبارک کے مطابق وہ اس پر کامل اعتماد رکھتے ہیں کہ ان کے اقوال کی تکذیب اور ان کے احوال کا انکار اپنی عاقبت کی بربادی ہے اشعار میں بھی اس طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اسی اعتماد و اعتقاد کا ثمرہ ہے کہ مشکل مسائل میں حضرت قادریت سے ان پر فیوضِ علوم کی بارش ہوتی کہ اثر خامہ دیکھتے رہیے۔ اس بارشِ فیض کا خود بھی ذکر فرماتے ہیں رسالہ "انہار الانوار من تیم صلوٰۃ الاسرار" کے آخر میں رقمطراز ہیں۔

یہ ہے جو اسے گدائے سرکار فیض بارِ قادریہ پر، برکات و نعماتِ حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ منہ سے فائض ہوا۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

گدائے بینوا، فقیر ناسزا، اپنے تاجدار عظیم الجود عمیم العطا کے لئے نعمت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز پسر بتول زہرا کے لختِ جگر، علی مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن و حسین کے قرۃ بصر، محی سنت ابی بکر و عمر صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور غوث صمدانی، قطب ربانی "واہب الآمال و معطی الامانی حضور پر نور غوث اعظم، قطب عالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وارضاہ، وجعل جزنا فی الدارین رضاہ کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن " یَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ " کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ، سرکار قادریت ظل الاحکم پائے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ. اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[۵۲]

اسی نسبت و عقیدت کا صلہ تھا کہ ارباب باطن کو سرکار غوثیت سے یہی بتایا گیا کہ ہمارا نائب بریلی میں احمد رضا ہے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے بھی اسطرف اشارہ کیا۔ یہ وہ نوا سنج ہیں

---

۵۲ :۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۴۸ اشاعت مبارکپور۔

تمھیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکنافِ عالم میں
امام اہلسنت نائب غوث الوریٰ تم ہو!

کرامات

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے تصوف عملی کے باب میں اب تک جو ذکر ہوا۔ یہی وہ استقامت علی الشریعۃ ہے جسے سیدنا غوث اعظم نے ولی کی کرامت کہا اور یہی وہ کرامت ہے جس کے بارے میں سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ اس میں استدراج اور مکر کا دخل نہیں یہ اصل کرامت معنوی ہے جس پر خاص کو آگاہی ہوتی ہے لیکن ان کی حیات میں بہت سی کراماتِ حسی بھی موجود ہیں جو سوانح کی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اب میں بعض وہ کرامات بھی ذکر کردوں جو عوام کو بھی محسوس ہونے والی ہیں اور کرامت معنوی کے ثبوت کے بعد کرامت حسی بلاشبہ دلیلِ ولایت یا دلیل بالائے دلیل ہے۔

(۱) اوقات کا قبض وبسط بھی کراماتِ اولیاء سے ہے، امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر کی تصنیف کے دوران ایک قلیل مدت میں متعدد بار پوری فتوحاتِ مکیہ کا مطالعہ کیا جب کہ اتنی ضخیم کتاب اتنی بار بالاستیعاب دیکھنے کے لئے مدت مدید درکار تھی، اسے خود علامہ شعرانی نے اپنی کرامت شمار کیا کیونکہ ان کے نزدیک ضروری ہے کہ ولی کو خود بھی اپنی کرامت پر اعتقاد و یقین ہو جس طرح نبی کو اپنے معجزہ پر خود بھی یقین ہونا ضروری ہے۔

سیدی امام احمد رضا قدس سرہٗ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۱۳۲۴ھ میں خود اپنی ایک کرامت اسی قسم کی بیان کرتے ہیں اگرچہ حاشیہ میں انکساراً اسے کرامت نہیں بلکہ معونت لکھا ہے فرماتے ہیں:....

فقیر قادری کے ساتھ دوبار ایسا معاملہ پیش آیا کہ آخر وقتِ فجر میں بیدار ہوا جب کہ کنارۂ آفتاب چمکنے میں بحساب علم توقیت صرف دس منٹ باقی تھے غسل کی ضرورت تھی، استنجا، تطہیر نجاست اور مسواک سے فارغ ہوکر غسل خانہ میں گیا۔ گھڑی باہر رکھ دی تھی اندر جاکر ایسا محسوس ہوا کہ وقت ابھی زیادہ ہے اس لئے سارے گرم کپڑے اتار کر رعایتِ آداب وسنن کے ساتھ باطمینان غسل کیا پھر سر سے اچھی طرح پانی جذب کرکے تمام کپڑے پہنے۔ باہر آکر گھڑی دیکھی تو اس میں بالکل اتنا ہی وقت ہے جتنا پہلے تھا، خیال ہوا کہ رکھ دینے سے گھڑی بند ہوگئی تھی اور اٹھا لینے سے ابھی چلنے لگی

اور نماز کا وقت نکل گیا اس لیئے کہ اتنے سارے کاموں میں یقیناً دس منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوا ہے اس فقیر کو ہیأت و نجوم اور توقیت کی بھی کامل معرفت ہے [۵۳] نگاہ اٹھا کر دیکھا تو افق یہ بتا رہا ہے کہ ابھی وقت ہے اور اتنا کہ فرض ہی نہیں سُنّت کی بھی گنجائش ہے لہٰذا سنتیں ادا کیں فرض بجماعت پڑھا اور گھر واپس ہو کر گھر کی عمدہ و صحیح بڑی گھڑی سے اپنی گھڑی ملائی تو دونوں بالکل مطابق تھیں اس سے سمجھا کہ چھوٹی گھڑی بند نہیں ہوئی تھی اگر ایسا ہوتا تو دونوں میں ضرور فرق ہوتا۔ یقین کیا کہ مولیٰ سبحانہ تعالیٰ نے اس فقیر کے لیئے ایک سکینڈ سے کم وقت اتنا وسیع فرمایا کہ ان سارے کاموں کی گنجائش نکل آئی۔ والحمد للّٰہ رب العلمین (ملخصاً مترجمہ [۵۴])

خیال رہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا اور اس میں شبہ نہیں کہ ایک سکینڈ سے کم وقت کا اتنا بسیط و وسیع ہونا خارقِ عادات اور کرامات ضرور ہے۔

(۲) ایک بار اسم اعظم کا ذکر نکل آیا۔ فرمایا ہر شخص کے لیئے اسم اعظم الگ الگ ہوتا ہے اور جتنے حاضر تھے سب کے لیئے اسم اعظم الگ الگ تجویز فرمایا۔ سید قناعت علی صاحب کی باری تھی کہ عصر کی اذان ہو گئی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ سید صاحب کو حسرت رہ گئی اس وقت تک دل میں یہی کسک رہی مکبّر نے تکبیر کہی حی علی الفلاح پر اعلیٰ حضرت اُٹھے اور مصلّیٰ پر دایاں قدم رکھا اس وقت سید صاحب بالکل مایوس ہو کر دل میں کہنے لگے کہ آج یہ پہلی مثال ہے کہ میں محروم رہ جاتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً ان کی طرف مڑ کر فرمایا۔ آپ کے لیئے اسم اعظم "یا خالق یا اللّٰہ ہے" پھر تکبیر تحریمہ کہی۔

(۳)۔ جبلپور قیام کے زمانے میں ایک بار اعلیٰ حضرت محفل میلاد شریف میں سرور عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان فرما رہے تھے۔ اسی دوران یکایک منبر سے اُتر کر کھڑے ہو گئے اور صلوٰۃ و سلام کرنے لگے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ بیچ تقریر میں اچانک یہ کیا ہو گیا! تھوڑی دیر کے بعد پھر تقریر شروع کی اور جلسہ ختم ہوا۔ بعد اجلاس مولانا مفتی برہان الحق صاحب اور ایک مردِ صالح دو بزرگوں نے الگ الگ

---

[۵۳] :... حیات اعلیٰ حضرت میں ملک العلماء نے خود اپنا اور دوسرے علماء و اہلِ تعلق کا تجربہ و مشاہدہ بیان کیا ہے کہ امام احمد رضا کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا (ص ۱۶۰) محمد احمد

[۵۴] :... الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (ص ۱، ۲، ۷) اشاعت و طباعت بریلی۔

نشستوں میں بیان کیا درمیانِ تقریر ہماری آنکھ لگ گئی ہم نے ایک عجیب جلوۂ نور دیکھا جو پوری فضا کو محیط ہوتا جارہا تھا اسی میں ہم محو تھے کہ صلوٰۃ و سلام کی آواز کانوں میں آنے لگی جسے سُنکر آنکھ کھل گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا یہ سرکار کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی۔ لوگوں نے اب سمجھا کہ درمیانِ تقریر اچانک منبر سے اتر کر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا سبب کیا تھا؟

ان عرفانی آنکھوں نے بیداری میں وہ جلوۂ نورانی ملاحظ فرمایا با ادب کھڑے ہو کر نذرانۂ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے لگے۔ ایسا ہی واقعہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک وعظ میں پیش آیا تھا۔

(۴) اعلیٰ حضرت کے ایک مرید با اخلاص امجد علی خاں بھینسوڑی شریف کے رہنے والے تھے کسی شکار میں ان کی گولی... بجائے شکار کے آدمی کے لگی۔ پولیس نے مقدمہ قائم کر دیا اور قتل ثابت ہو گیا۔ پھانسی کی سزا سنائی گئی ان کے گھر والے جیل میں پہنچے تو کہا اطمینان رکھو میں صبح گھر پر آکر ناشتہ کروں گا میرے پیر و مرشد نے فرمایا ہے کہ "جاؤ ہم نے تمھیں چھوڑ دیا" اب ان کا حسنِ اعتقاد اور کمالِ اعتماد بھی دیکھیے جلّادوں نے پھانسی کے تختہ پر کھڑا کر دیا اور پوچھا اپنی خواہش بتاؤ انھوں نے جواب دیا ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے حیرت سے منہ تکنے لگے کہ عجب دیوانہ ہے تختۂ دار پر کھڑا کیا جاچکا ہے جان جانے میں صرف پھندا کھینچنے کی دیر ہے اور کہتا ہے ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے۔ اتنے میں لندن سے تار آیا کہ ملکہ وکٹوریہ کی تاج پوشی کی خوشی میں اتنے خونی، اتنے قیدی رہا کئے جائیں۔ ان کو اتار لیا گیا گھر آکر دیکھا تو لاش لانے کی تیاری ہو رہی تھی اور کہرام بپا تھا۔ انھیں دیکھ کر سب حیرت زدہ رہ گئے مگر انھوں نے کہا کہ مجھے اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر یقین تھا۔ اس لیئے میں نے کہا تھا کہ ناشتہ گھر آکر کروں گا۔ ناشتہ لاؤ۔ لیکن ابھی ناشتہ کہاں ؟

(۵) ایک اور واقعہ بنارس میں پیش آیا جس کے راوی اعلیٰ حضرت کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب ہیں بیان فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت بنارس تشریف لے گئے ایک دن دوپہر کو ایک جگہ دعوت تھی میں ہمراہ تھا واپسی میں تانگے والے سے فرمایا اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے اور اس مندر کا نام کب سُنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا۔ دیکھا کہ ایک سادھو مندر سے نکلا

اور تانگے کی طرف دوڑا آپ نے تانگہ رکوادیا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا ادھر تانگہ بھی چل پڑا تب میں نے عرض کی حضور یہ کون تھا؟ فرمایا! "ابدالِ وقت" عرض کی مندر میں۔ فرمایا۔ آم کھائیے، پتے نہ گنیئے"

(کراماتِ اعلیٰ حضرت ص ۶۷)

کراماتِ حسی کا تذکرہ یہی ختم کرتا ہوں یہ ذہن نشیں رہے کہ اصل کرامت استقامت علی الشریعۃ ہے اس کے بعد اگر کوئی خارق عادت ثابت ہو تو یقیناً کرامت ہوگا ورنہ استدراج میں داخل ہوگا اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کرامت یہ بھی ہے کہ ان کے خلفاء، تلامذہ اور مریدین اصحابِ کرامت ہوئے حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت و طریقت مشہور و معروف ہے وصال کے بعد برسات کی وجہ سے مزار شریف کا ایک حصہ کھل گیا پورا باغ (جس میں مدفون ہیں) خوشبو سے معطر ہو گیا، گھوسی کے چھوٹے بڑے سب نے اس کرامت کا مشاہدہ کیا اور عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ یہ خوشبو ہم نے پہلے کسی چیز میں پائی نہ بعد میں اس کی نظیر نظر آئی۔ غیروں نے بھی دیکھا اور برملا اس کا اعتراف کیا اعلیٰ حضرت کے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ ملفوظات کے دیباچہ میں فرماتے ہیں صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنھیں سید العلماء کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا جنھیں تاج العرفا تو کہیں بجا جنھیں مجدّد وقت اور امام اولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح، جنھیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا اِنَّہٗ السَّیِّدُ الفَرْدُ الاِمَامُ کہا ان کے ہاتھ بیعت ہوئے انھیں اپنا شیخ طریقت بنایا۔ ان سے سندیں لیں اجازتیں لیں انھیں اپنا استاد بنایا پھر ایسے کی صحبت کیسی بابرکت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ صحبت کی برکت نے انسان کر دیا۔ میری جان ان پاک قدم پر قربان جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کھلیں اچھے برے کی تمیز ہوئی اپنا نفع و زیاں سوجھا، منہیات سے تابہ مقدور احتراز کیا اور اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا (الملفوظ ص ۴ ج ۱) یہ اعترافِ استفاضہ کا فی و وافی ہے اب آپ خود مفتیٔ اعظم کی زندگی پر نظر ڈالیں شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زندگی، طریقت کی میزان پر تلی ہوئی زندگی اور کرامات و خوارق عادات سے بھری ہوئی زندگی، اس زندگی کے جلوے اب بھی آنکھوں میں محفوظ ہوں گے، اس لئے مجھے تفصیل کی

ضرورت نہیں ظاہر ہے کہ جب زندگی کا یہ عالم ہے تو زندگی ساز کا عالم کیا ہوگا؟

حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ کی کرامات بھی میں سن چکا ہوں اور دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں یہ بھی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ وفیض یافتہ تھے۔ حد تو یہ ہے کہ سیدنا محدث سورتی مولانا وصی احمد صاحب استاذ صدر الشریعہ علیہما الرحمہ والرضوان جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عمر میں بیس سال بڑے تھے۔ مولانا محمد اسحاق محشی بخاری کے تلمیذ حدیث۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید رسید تھے۔ وہ اعلیٰ حضرت سے حصولِ فیض کا اعتراف کچھ اس انداز سے کرتے ہیں جو ان کی اعلیٰ ظرفی کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مقامِ بلند بھی بتاتا ہے حضرت محدث سورتی کے آخری شاگرد حضرت مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے اپنے استاذ گرامی حضرت محدث سورتی قدس سرہٗ سے ایک بار پوچھا کہ آپ کو شرفِ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی سے حاصل ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا! صاحبزادے! سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں جو میں نے مولوی محمد اسحاق محشی بخاری سے پایا اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان ہے جو مدارِ نجات ہے یہ میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں اس لئے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں (حیات اعلیٰ حضرت ص ۶۵) محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت کا اندازِ بیان اور آنکھیں پرنم مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ واقعی ولی را ولی می شناسد اور عالم را عالم می داند۔

(خطبہ صدارت جشن ولادت اعلیٰحضرت منعقدہ ناگپور)

اب غور کریں کہ ایسی جلیل القدر ہستیوں کی آفتاب و ماہتاب بنانے والا کتنا عظیم ہوگا ایسے اکابر نے جس سے درسِ معرفت حاصل کیا ہو اور وہ جس سے نسبت تربیت رکھتے ہوں وہ کتنا بڑا عارف کامل موتی و اصل، صوفی صادق اور مرشدِ حاذق ہوگا سچ فرمایا مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہ نے ؎

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہلِ طریقت کا ✼ جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہلِ طریقت یاں ✼ وہ قطب وقت اے سرخیل جمیع اولیاء تم ہو

اشاریہ کنز الایمان

عبد الستار طاہر رضوی

اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح معنوں میں ورثۂ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث تھے۔ آپ نے اپنے قول اور فعل سے اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت کیا۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ آپ کی ذاتِ والاصفات کا اوڑھنا بچھونا، نشست و برخاست، سونا جاگنا، کھانا پینا، لینا دینا، سنّتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئینہ دار تھی۔ زندگی کے ہر شعبے میں ہر آن آپ نے سنّتِ رسولِ پاک علیہ التحیۃ والثناء کا ہر ممکن اہتمام کیا۔ آپ اطاعت و اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تابندہ مثال ہیں۔ آپ جیسے عاشقانِ صادقین و راسخین کے لیے ہی ارشادِ محبوبِ ربّ العالمین ہے کہ میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی مثل ہیں۔ آپ کی حیاتِ مطہرہ اس حدیثِ پاک کی جیتی جاگتی تصویر بھی ہے اور تفسیر بھی۔ آپ اُن خواص علماء میں سے ہیں جن کی قامت پر "رسوخ فی العلم" کی قبا راست آتی ہے۔

یوں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر اپنوں نے بھی لکھا، بیگانوں نے بھی اور حق تو یہ ہے کہ حق نے حق کو ہر دور میں منوایا ہے۔ اعلیٰ حضرت پر تقریباً ہر موضوع پر لکھا جا چکا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ ان کی ذات کے بے شمار پہلوؤں پر کام ہو رہا ہے اور ان گنت گوشوں پر لکھا جانا باقی ہے۔ اس وقت اُن کے ترجمۂ قرآن، کنز الایمان پر اب تک ہونے والے کام کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے تاکہ شانِ رضویت کا یہ پہلو بھی بر ایں طور پر اجاگر ہو سکے۔

نمبر شمار	عنوان	مصنف/مؤلف/جریدہ	تاریخ اشاعت	مقام اشاعت
۱	کنز الایمان اور دیگر تراجم کا موازنہ	ماہنامہ رضائے مصطفےٰ	اکتوبر ۱۹۶۴ء	گوجرانوالہ
۲	ترجمۂ اعلیٰ حضرت، کنز الایمان	ماہنامہ جام رضا	اپریل ۱۹۶۹ء	راولپنڈی
۳	اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن اور دیگر تراجم	مولانا رضاء المصطفےٰ اعظمی/ ماہنامہ ترجمان اہلسنت	نومبر دسمبر ۱۹۷۵ء	کراچی
۴	محاسن کنز الایمان	ملک شیر محمد اعوان، مرکزی مجلس رضا۔ رضا اکیڈمی	۱۹۷۵ء	لاہور کانپور۔بھارت
۵	امام احمد رضا اور اُردو تراجم کا تقابل	سید محمد مدنی اشرفی ماہنامہ ترجمان اہلسنت	فروری ۱۹۷۶ء	کراچی
۶	امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات	مولانا خلیل الرحمن رضوی ماہنامہ المیزان	مارچ ۱۹۷۶ء	بمبئی بھارت
۷	امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان	ملک شیر محمد اعوان، ماہنامہ المیزان	مارچ ۱۹۷۶ء	بمبئی، بھارت
۸	امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	ماہنامہ المیزان، شیخ السلام علامہ سید محمد مدنی میاں	مارچ ۱۹۷۶ء (اعلیٰ حضرت نمبر)	بمبئی۔بھارت
۹	امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں	علامہ اختر رضا خاں ازہری ماہنامہ المیزان رضا نمبر	مارچ ۱۹۷۶ء	بمبئی بھارت
۱۰	فرمانروائے سعودیہ کے نام ایک خط	خواجہ حمید الدین سیالوی ماہنامہ المیزان، رضا نمبر	مارچ ۱۹۷۶ء	بمبئی۔بھارت
۱۱	کنز الایمان اور دیوبندی تراجم کا موازنہ	مفتی جلال الدین احمد امجدی ماہنامہ پاسبان	دسمبر ۱۹۷۶ء	الٰہ آباد۔بھارت

نمبر شمار	عنوانات	مصنف/مؤلف/جریدہ	تاریخ اشاعت	مقام اشاعت
۱۲	چارٹ موازنۂ تراجم	حاجی نواب الدین گولڑوی	۱۹۷۶ء	لاہور
۱۳	شانِ رسالت اور ترجمۂ اعلیٰ حضرت	محمد احسان الحق ماہنامہ رضائے مصطفیٰ	فروری ۱۹۷۸ء	گوجرانوالہ
۱۴	امام احمد رضا کا اُردو ترجمۂ قرآن	تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند۔ پنجاب یونیورسٹی ص ۱۵۹	۱۹۷۸ء	لاہور
۱۵	اردو تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ	غلام رسول سعیدی ماہنامہ سلطان العارفین	صفر و ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء	گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
۱۶	فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن	مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی ماہنامہ اشرفیہ	مارچ ۱۹۸۰ء	مبارکپور بھارت
۱۷	کنز الایمان ہدایت کا نشان	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ	دسمبر ۱۹۸۰ء	گوجرانوالہ
۱۸	موازنۂ تراجم قرآن پاک	حاجی نواب الدین گولڑوی	مارچ ۱۹۸۱ء	لاہور
۱۹	الامام احمد رضا خان البریلوی فہم القرآن الکریم	سیّد شجاعت علی قادری ماہنامہ الدعوۃ	جولائی ۱۹۸۲ء	کراچی
۲۰	دفاعِ کنز الایمان	علامہ اختر رضا خان بریلوی ماہنامہ سنّی دُنیا	فروری ۱۹۸۲ء	بریلی شریف بھارت
۲۱	کنز الایمان پر پابندی کیوں؟	مسعودِ ملّت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (مشمولہ "اُجالا")	۱۹۸۳ء	کراچی
۲۲	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	ملک شیر محمد اعوان۔ ماہنامہ سنی دنیا	فروری ۱۹۸۳ء	بریلی شریف بھارت
۲۳	امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن	مولانا مبین الہُدیٰ۔ ماہنامہ اشرفیہ	اپریل ۱۹۸۳ء	مبارکپور بھارت
۲۴	کنز الایمان (قلمی)	علامہ اختر رضا خان ازہری	مئی ۱۹۸۳ء	بریلی شریف
۲۵	کنز الایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب	مولانا عبد الستار خاں نیازی		لاہور

نمبر شمار	عنوان	مصنف مؤلف/جریدہ	تاریخ اشاعت	مقام اشاعت
۲۶	تسکین الجنان فی محاسنِ کنز الایمان	مولانا عبدالرزاق بھترالوی حطاروی		لاہور
۲۷	قرآنِ حکیم کے اردو تراجم	ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین	۱۹۸۴ء	بمبئی (بھارت)
۲۸	ایک قرآن ایک ترجمہ	اراؤ سلطان المجاہد طاہری		اوکاڑہ
۲۹	کنز الایمان کا اردو تراجم میں مقام	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مجلہ معارف رضا	ستمبر ۱۹۸۵ء	کراچی
۳۰	امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان	پروفیسر امتیاز سعید، معارف رضا	ستمبر ۱۹۸۵ء	کراچی
۳۱	کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت	علامہ رانا جاوید القادری روزنامہ نوائے وقت	۲۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء جمعرات اشاعتِ خاص	لاہور
۳۲	کنز الایمان ہدایت کا نشان	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ	نومبر ۱۹۸۷ء	گوجرانوالہ
۳۳	کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت	خطابِ علامہ طاہر القادری ماہنامہ منہاجِ القرآن	اکتوبر ۱۹۸۷ء	لاہور
۳۴	″ ″ ″ ″ ″		جنوری ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۵	تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر عشرت حسین مرزا ماہنامہ جادہ اعلیٰ حضرت نمبر	جنوری ۱۹۸۸ء	جہلم
۳۶	کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں	مولانا محمد صدیق ہزاروی	۱۹۸۸ء	لاہور
۳۷	خصائص کنز الایمان	علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری	مارچ ۱۹۸۸ء	لاہور
۳۸	امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات	مولانا کلیم الرحمان رضوی مجلہ امام احمد رضا کانفرنس	ستمبر ۱۹۸۸ء	کراچی
۳۹	ترجموں کی غلطیاں	مکتبہ رضائے مصطفیٰ		گوجرانوالہ
۴۰	توضیح البیان لخزائن العرفان	″ ″		″
۴۱	انوار کنز الایمان	مولانا محمد وارث جمال بارھلوی		براؤں شریف
۴۲	قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی	مولانا قاری رضاء المصطفیٰ		
۴۳	کنز الایمان اہلِ حدیث کی نظر میں	علامہ سعید بن عبدالعزیز		لاہور

نمبر شمار	عنوان	مصنف / مؤلف / جریدہ	تاریخ اشاعت	مقام اشاعت
۴۴	پاسبانِ کنز الایمان	مولانا ابوداؤد محمد صادق		گوجرانوالہ
۴۵	کنز الایمان اور دیگر معروف اردو تراجم	پروفیسر مجید اللہ قادری	تحقیقی مقالہ	کراچی
۴۶	قرآن مجید کے اردو تراجم پر ایک طائرانہ نظر	علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری	قلمی	لاہور
۴۷	تراجم کنز آن کے ہجوم میں کنز الایمان	مولانا محمد وارث جمال یار علوی ماہنامہ فیض الرسول	اکتوبر نومبر ۱۹۸۸ء	براؤں شریف بھارت
۴۸	تجلیاتِ کنز الایمان			راولپنڈی
۴۹	مقالہ بر کنز الایمان	پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی		کراچی
۵۰	اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر	مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	(قلمی)	کراچی
۵۱	بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ	مولانا اخلاق حسین قاسمی		لاہور
۵۲	اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	مولانا قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی سہ ماہی تصوف	جنوری تا مارچ ۱۹۷۹	کراچی
۵۳	قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	صاحبزادہ وجاہت رسول قادری مجلہ معارفِ رضا	ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۴	کنز الایمان اربابِ علم و دانش کی نظر میں	محمد عبدالستار طاہر	ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۵	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری	ستمبر ۱۹۸۹ء	کراچی
۵۶	اعلیٰ حضرت اور کنز الایمان	مولانا محمد وارث جمال یار علوی ماہنامہ استقامت	مارچ ۱۹۸۱ء	کانپور (بھارت)
۵۷	فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے	قاری رضاء المصطفےٰ	۱۹۸۸ء	حیدر آباد

IMAM AHMED RAZA: A TRUE LOVER OF THE HOLY PROPHET

By Syed Ghaus Ali Shah
Former Chief Minister of Sindh

For the last two centuries, Imam Ahmed Raza Bareilvi (رحمۃ اللہ علیہ) is recognised as the most dignified personality ever lived. Both his admirers and opponents accept his ocean bound knowledge, his interpretation of the Islamic law (Fiqa), his greatness as a researcher and reformer. In the words of Allama Iqbal (رحمۃ اللہ علیہ) he is the Imam Abu Hanifah of his age.

He was a true lover of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). His greatest work is to kindle the candle of the Holy Prophet's (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) love in the hearts of the Muslims, and today in the Indo-Pak sub-Continent and throughout the world of Islam we see fruitful impact of his untiring efforts that the heart of every Muslim is blowing into the love of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم), and breast enlightened with the Noor-e-Muhammedi [Light from Muhammed Mustufa (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)].

His second great work is that he united the Muslims of the Sub-Continent against the servitude of the English and the Hindus, and awakened their feelings of liberty. I have no hesitation in affirming that he is the foremost propounder of the "Two-Nation Theory", the base of Pakis- tan, the God-gifted state; and which was achieved in 1947.

In the leadership of the Quaid-e-Azam and motivating from the Muslim League, Imam Ahmed Raza Khan and his disciples, the Ulema (Scholars), the Mashaikhs (the men from the monasteries) and people strengthened much the Pakistan Movement by their selfless efforts and full co-operation, conceded by the pages of the Pakistan history.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1986
Page No. 10

IMAM AHMED RAZA AND HIS FOLLOWERS' SERVICES FOR PAKISTAN MOVEMENT ALWAYS BE REMEMBERED:

By Prof. Dr. Inamul Haque Kausar,
Director of Education, Baluchistan (Quetta).

Imam Ahmed Raza (رحمۃ اللہ علیہ) was deeply abserved in the Love of the Holy Prophet fana-fil-ishq-ur-Rasool (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). He has left, such flames of immense admiration and love of the Holy Prophet (Peace be upon him) in the breasts of the Muslims, which will ever be raising over the horizon of the memories, and thus a lamp will seek a flame from another lamp, and so on. Imam Ahmed Raza and his followers' valuable services for the Pakistan Movement, shall always be inscribed on the paper.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1987
- Page No. 27

IMAM AHMED RAZA HAS LEFT A RICH TREASURE OF KNOWLEDGE

By Mir Khalil-ur-Rehman
Editor-in-Chief, Daily 'Jang' Karachi (Pakistan)

Religious scholars, like Imam Ahmed Raza, having full command over all faculties of knowledge (Sciences and Arts) are hardly born after many centuries. He led his whole life in following the Sunnah and for the Love of Muhammed Mustufa (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). Knowledge, religious and temporal, was unipersonal to his self. People, having thirst for knowledge, seek inspiration and instruction from the academic and thought-provoking treasure he left.

Millions of people belong to his school of thought through out the world, particularly the Indo-Pak Sub-Continent.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1988,
Page No. 18

IMAM AHMED RAZA INTRODUCED MUSLIMS WITH THE SCIENCES OF INTERNATIONAL ADVANTAGES

By Chaudhry Shaukat Ali,
Additional Secretary Incharge,
Ministry of the Religion and Minorities Affairs,
Government of Pakistan.

Ala-Hazrat, undoubtedly, was a versatile genius, born rarely in the nations. He brought forward practical measures to solve the socio-economic problems of the Indo-Pak sub-Continent, and he did not only introduce the Muslims with the Faculties of Knowledge having international advantages, for example, the Mathematics and Economics; but he also got acknowledged the superiority of the Muslims of the sub-Continent in the field of education.

The most grandeur and commendable aspect of his life is promoting the love for Mustufa (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). Today, the candles which are burning in the breasts of the Muslims of the Indo-Pakistan, are the outcome of the red burning match of Imam Ahmed Raza (رحمۃ اللہ علیہ).

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1988,
Page No. 16

IMAM AHMED RAZA KINDLED THE LAMPS OF MUSTUFA'S LOVE

By Muhammad Yousuf
Secretary, Ministry of Religious Affairs Govt. of Pakistan.

Ala Hazrat Ahmed Raza Khan's (رحمۃ اللہ علیہ) grand achievement and remarkable aspect of his life was that he kindled the lamps of the Mustufa's love صلی اللہ علیہ وسلم not only in the Indo-Pak Sub-Continent, but also through- out the World of Islam. And he gave warmth of love to the hearts and breasts of the lovers of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم). He believed in the tenet:

ہر کہ عشق مصطفےٰ ساماں اوست
بحر و بر در گوشۂ داماں اوست
روح را جز عشق او آرام نیست
عشق او روزیست کو را شام نیست

"The man who has the goods of Mustufa's love, whose (Mustufa's) lap is so boundless that ocean and land (stay) in the corner of his lap. His soul has no peace without (Mustufa's) Love. His Love is (like) daylight and there is no (darkness of) evening.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1987
Page No. 21

IMAM AHMED RAZA'S OBLIGATION FOR ISLAM AND MUSLIMS WILL REMAIN TILL DOOMSDAY

By Syed Nasim Ahmed, Member, Executive Board, Habib Bank Limited

Ala-Hazrat Imam Ahmed Fazil Bareilvi (رحمت اللہ علیہ) was an epoch-making and colossal genius personality, being a great interpreter of Islamic law (faqeeh), scholar (alim) and thinker (mufakkir).

Among the ranks of the great renowned scholars of the last century Hijri, he has a remarkable, distinctive position due to his all-round studies and deep-rooted Islamic Knowledge. During this century his vital role for the revival of the Islamic Thought, interpretation of the dynamic and active conception of the din-e-Hanif (Islam), challenging the satanical flames of Bulahabi and support- ing the glowing radiance of the Mustufa's (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) lamp, and increasing the fire of Muhammed's Love (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) in the hearts of the Muslims, cannot be forgotten; and the Muslim scholars will remain grateful to him for his good offices and obligation for the Islam and Muslims till the Day of Resurrection.

Besides, his second great achievement is that he worked sincerely for the unity and reconciliation of the Sub-Continent Muslims with a view to reawaken their feelings of freedom against the yoke and subjugation of the English Rule and the Hindu influence. Later on, the 'two-Nation Theory' was propounded on this basis; and then on demand of Allama Iqbal and the Quaid-e-Azam, the state of Pakistan came into existence on 14th August, 1947 A.D., by the grace of Allah the magnificent.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1987,
Page No. 30

IMAM AHMED RAZA'S NA'ATS BROUGHT FOR HIM THE HONOUR OF THE PRESENCE OF MUSTUFA

By Dr. Madad Ali Quaderi
Institute of Languages, Faculty of Arts Building,
University of Sindh, Jamshoro.

Ala-Hazrat, Azimul-Barkat, Imam-e-Ahle-Sunnat Hazrat Maulana Shah Ahmed Raza Khan Quaderi Bareilvi (رحمۃ اللہ علیہ) was a highly commendable scholar of Islam.

At a very precarious and troubled time, a period of trial and turmoil, for the Muslims, the religious, political and reformatory services he rendered, are his good offices and benevolent actions for the Muslims of the Indo-Pak Sub-Continent.

Hazrat Imam Ahmed Raza Khan Bareilvi (رحمۃ اللہ علیہ) was not only a great Islamic scholar, a far-sighted statesman, a laudable scientist, and a recognised philosopher, but above all a great lover and admirer of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ والہ وسلم). This was conceded by the scholars of ajam (non-Arab) and the Arab scholars as well, such as Hazrat Allama Yousuf Al-nabhai, Hazrat Allama Syed Ismail Khalil etc. (رحمہم اللہ تعالیٰ).

The na'ats (epithets نعت) presented in the court (bargah-e-nabuvi صلی اللہ علیہ والہ وسلم), brought for him the honour of the Presence of the Mustufa (Peace be upon him) with a basharat (good news) for the poet. No doubt these na'ats have been composed in the perfect state of absorption and inspiration.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1988,
Page No. 20

WITHOUT MAKING USE OF WRITINGS OF IMAM AHMED RAZA ISLAMIC TEACHINGS CANNOT BE INTERPRETED IN PRESENT AGE

By Prof. Pareshan Khattak, (Former Chairman)
Pakistan Academy of Letters, Govt. of Pakistan.

IMAM AHMED RAZA'S personality needs no introduction to the Muslims of the Indo-Pakistan. Such a rare cyclopaediac person is born after a long awaiting period. He served as a searchlight for his own people, and proved a strong rock for the powers of persecution and cruelty. Nobody can suspect about his knowledge and greatness. The Holy Prophet (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) has declared the academic differences as a source of blessings and goodness for the volution of the Din (Islam) and civilizations. This has opened new vistas of thinking, and has helped creating more vastness and comprehension in the din (Islam) in order to cope with the needs of the changing time. Imam Ahmed Raza Bareilvi has completed an important role for the evolution of the Islamic thinking in the sub-Continent. And it is not so easy to present and interpret the Islamic teachings in the present age without making use of his writings and views.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1987
Page No. 23

IMAM AHMED RAZA'S ACHIEVEMENTS SHOULD BE SPREADED ON INTERNATIONAL LEVEL

By Prof. Dr. Abdul Wahid Halepota, Chairman,
Council of Islamic Ideology, Government of Pakistan.

Ala-Hazrat Maulana Shah Ahmed Raza Khan (رحمۃ اللہ علیہ) is such an ingenious personality of the Indo-Pakistan sub-Continent whose academic position and legal insight has a general recognisance. His multifarious achievements deserve that those should be spreaded on the international level. His greatest of all deeds is that he beautified the hearts of the Indian Muslims with the Love for the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) through his acade- mic wonders, sweet speeches and most valuable na'atya Kalam, poetry in praise of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) .

This is the call of time that his accomplished works should be studied on research lines, which will help not only in raising the academic level of the readers, but it will also create so vast broadmindedness in them, strengthening the ways of mutual union and unity in the rank and file of the Muslim Ummah.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1988,
Page No. 12

IMAM AHMED RAZA'S GENIUS SURPASSES ALL OTHERS

By Prof. Dr. Ghulam Mustafa Khan,
M.A., L.L.B., Ph.D., D. Litt.,
Formerly Head of Urdu Department,
Sindh University, Jamshoro

Ala-Hazrat Maulana Ahmed Raza Khan (رحمۃ اللہ علیہ) is reckoned among the best scholars of his period, for his erudition and excellence, intelligence and genius, ingenuity and curiousness, and in comparison to him one cannot appraise even the great scholars and learned men, teachers of the universities, researchers ad orientalists. In brief, there was no faculty of knowledge which he did not know, and what was the art of which he was unaware.

Extract from the Weekly "Ufaque" Karachi
Jan 22, 1979 to Jan 28, 1979, p. 10

The depth of his academic writings reminds us of the ocean-bound knowledge of our great ancestors.

At a time when the pronement towards the researches of great academic works of the prominent scholars, is increasing fastly, and the necessity of knowing their services is getting much importance, the

Idara-e-Tahqiqat-e-Imam Ahmed Raza, Karachi, deserves a word of congratualation as it has been consummating an important need by publishing such a beautiful and grand journal, entitled the "Mo'arif-e-Raza".

(Translation from Urdu)

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1986 & 87

IMAM AHMED RAZA DEVOTED HIS LIFE FOR ISLAM

By Hakim Muhammad Said
Chairman: Hamdard Foundation, Pakistan.

Among the prominent and great scholars of the last century Hijri, Hazrat Maulana Ahmed Raza Khan, by virtue of his comprehensive studies and deep insight in the faculties of the Islamic Knowledge enjoys an eminence place. He was a 'mufas'sir' (the commentator) of the Holy Qur'an, a 'mufti' (the interpreter of the Islamic law/fiqh), a 'shareh' (the explainer), a judicious writer of marginalias, and also a writer of books on important topics.

In the present age, his knowledge of fiqh has been accepted and even today he is acknowledged as a great scholar of fiqh. His zealous binding to the 'Deen' and his devotion to academic activities is a glorious chapter of the book of his life. The great historical work which he performed in spreading the Islamic consciousness and bringing the unrestraint life closer to the 'Deen', cannot be forgotten. His sincerity to cause and his spirit of work are both instructive and inspiring.

Hazrat Maulana Ahmed Raza Khan's personality is compendous, and the vistas of his services are vast. There might have been a few branches of Knowledge and Arts on which he did not pay any attention. On many topics, his writings have been preserved as the academic memorabilia. A research survey of this valuable collection will still enhance the cause of Knowledge and Information.

future to come, you may imagine how much the leaves a fruits of this admiration will enrich them.

There is one more aspect of the admiration and Love for the Holy Prophet, the Last of all the Prophets (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم), and this is still a great and grandeur aspect where an imprudent person assaulted a recognised belief of the finality of the Prophethood, Allah the Almighty created Ahmed Raza Khan Bareilvi, the best of the earth, whose sentiment of the love for the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) has been gradually dominating every heart and mind. This will certainly prove a rupture against the ridiculous argument of the late Mirza about his false conception of the zilli-and-barozi prophethood and about the massiah-mo'ud (the Promised Christ). As Good willeth its great reward (اجر عظیم) will be included in the nama-i- amal (register of deeds) of the Hazrat Bareilvi (رحمتہ اللہ علیہ).

Please think over how good effects have been left by a pious man and there is much greater prospect in the future to come. May we have divine guidance!

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1987,
Page No. 60

"MORE AND MORE LOVE FOR HOLY PROPHET" · IMAM AHMED RAZA'S HOLY WAR AGAINST THE LATE MIRZA'S MISCONCEPTIONS AND DISBELIEFS

By Dr. Abdul Ghani

About the Ala-Hazrat (رحمۃ اللہ علیہ), there stimulate two impressions, firstly, his academic calibre and erudition; and secondly, the immense love for the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). He had great command over Arabic, and complete skill for the Tafsir (the Commentary), the Hadiths (the Sayings of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) and the Fiqah (the law), above all he was adept and well-versed in the Mathematics. Moreover, it gives pleasure to note that his vijdan (the intuition) did not lose its charm under the pressure of his grand academic characteristic, but it worked with full radiance and happiness. And, it was due to the boundless love which was affluent in his heart for the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم), the supreme guide in the universe.

He had been endowed with such a great recognition (the irfan) of the muqam-e-Mustufa (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) that it had taken over all his person from tip to toe. The natural flow of sentiments and thoughts, with which he composes his na'at (epithetic (نعت گوئی)one cannot see such example somewhere else. Let us see, how much his soul-feeding and thought-provoking darood-o-salam (security and greeting) has been acclaimed. There would be very few mosques where it is not recited in chorous. Even children of tender age read it loudly with much zeal and passion. In fact, since their childhood they have got this valuable gift i.e. love for the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) in their minds and hearts through the great poetical work of the Ala-Hazrat. In the

Similarly the ayats concerning with the Friends of Allah, the Deliverer of the Day of Judgment, the Leader and Guide amongst the First and the Last One, Leader of all the apostles and prophets, Hazrat Muhammed Mustufa (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) or the ayats wherein the holy Prophet (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) has been addressed, Maulana Ahmed Raza Khan Saheb did not use the literal or figurative meaning like others but he has maintained the dignity of (ما ینطق عن الھویٰ) and (ورفعنا لک ذکرک) (i.e. Muhammad Mustufa (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) everywhere in all pages. It is such a novel beauty (in words) which cannot be seen in other translated scripts.

[An extract from an article entitled "Kanzul-Iman in the Eyes of the Ahl-e-Hadith" (p.5), written by Said Bin Aziz Yousufzai, Amir Jamiat Beradran Ahl-e-Hadith, Pakistan, printed and published by Idara-e-Tasnifat Imam Ahmed Raza, Akhund Masjid, Kharadar, Karachi (Pakistan).]

OOOOOOOOOOOO

AHL-E-HADITH SCHOOL OF THOUGHT CONCEDES THE "KANZUL-IMAN" AS THE BEST TRANSLATION OF THE HOLY QURAN

By

Said Bin Aziz Yousufzai
Amir Jamiat Beradran Ahl-e-Hadith Pakistan

Now let us come to the real contention implanted to the 'Kanzul-Iman' that is what we think about (this translation in Urdu). As far as the Deoband scholars are concerned, they oppose it bitterly and call it a disbelief (takfir) in Islam. But very explicitly, I would say that we have found neither a superstitious substitute nor anything misleading (in his translated lines/ayats) from the alif-lam-mim (Sura-1) to the last the wan'na's (sura-114). And, nor have seen any mark of the bi-dat (the innovation in the Deen leading to divergence) and the shirk (the polytheism). However, it is an upto the mark translation of the holy Quran, because of keeping in view the magnificence, exaltation, purity, greatness and godliness of Allah the almighty all the time and space during the translation, for the first time; and have been given full attention to the very ayats depicting the existence and attributes of Allah the almighty. And, we do not find such exactness of order and meaning in any other translated work whether it has been done by any scholar of any school of thought, including the Ahl-e-Hadith.

Despite these high virtues, it is a great historical injustice, in the way he has been introducing by the contemporary writers and historians. Readers will be surprised to know that in introducing Imam Ahmed Raza (رحمۃ اللہ علیہ) in such a cold manner, even the clansmen can be seen with the alienated persons. They have been a total failure in inroducing his personality and profile, knowledge and erudition, and services; and on the contrary, they cannot prove themselves completely suitable for his succession.

It is true that the Fazil Bareilvi is, even today, the spiritual guide and leader of the dominating Muslim majority, but it is more due to attraction of his own personality and services than the efforts of his admirers.

The opponents launched a malicious campaign against him with a view to divert the attention of the people from the real problem. The Fazil Bareilvi's apprehensive attitude about the passages regarding the character and conduct of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) was so correct, justified and fir that the opponents could not bring any suitable answer to his criticism and warnings, and it can never be possible even in future to come.

Ignoring the Fazil Bareilvi, the dream of the Muslim solidarity in the sub-Continent can never be accomplished. It is a constraint need that his standpoint should be considered unprejudicedly.

Imam Ahmed Raza Conference
Souvenir 1987,
Page No. 47

IMAM AHMED RAZA: A VICTIM OF CONTEMPORARY HISTORIANS

By Prof. Syed Muhammed Farooq Al-Quaderi.

During the study for the preparation of a research paper, I had the opportunity to read thoroughly and opponents (the Deoband School of Thought). When I began to read in the light of his books and works of this colossal genius personality, oppressed and ignored by the contemporary historians, I found the topic extremely interesting. All allegations of shirk (polytheism) and bedat (innovation causing divergence from Islam) against the Fazil Bareilvi seemed baseless fictions. At the same time, this truth came to light that the Fazil Bareilvi within the framework of Knowledge was far greater among all his contemporaries and rivals. He is such a vast ocean of Knowledge which has no boundaries. The research, deep thinking, quick apprehension, sagacity and beauty what we see in his expressions of the problems, is not seen anywhere else to the very far off.

The wonderful proficiency in different and variant faculties of Knowledge which was unipersonal to him, is only due to the Blessings of Allah the almighty. The skill and proficiency in the tafsir, hadiths, fiqa, mantiq (logic), ma'ani (the meaning), and Kalam (dogmatism) have been the distinguished qualities of our old Ulema (the scholars), but they did not show more interest in some sciences and arts, such as numerology (jafar), astronomy (najoom), mathematics (riazi), astrology, history and poetry, but the Fazil Bareilvi possesses a reformer's position and honour in every branch of Knowledge.

nose into the Indian politics. The fourth school of thought, which later on, developed into an institutional form was that of Imam Ahmed Raza Khan of Bareilvi.

The services of all the four movements towards the causes of the Indian Muslims are on record. What pains a serious and sensitive student of literature and history, is their superfluous differences, which with the passage of time, started assuming fundamental import. The Darul Uloom Deoband, when adopted an anti-British attitude, was logically bound to oppose all those institutions and movements which differed with it even slightly. It grew up as an anti-Aligarh, anti-Nadva and anti-Bareilvi movement. The founder of Nadva, Shibly Noamani, on account of theological and academic reasons, hated Darul Uloom. The Aligarians, without indulging into any religio-political wrangling with any body, moved forward to achieve their goals.

It was only the Bareilvi school of thought which found many opponents from amongst the Muslims but they were dealt with properly by its followers.

Only the Aligarians and the Bareilvis were flexible, accommodating and compromising in their respective movements. Both of them were pro-Muslim League and zealously served the Pakistan Movement as against the rest of the Muslim institutions and movements.

the former.

The Barelivi school of religio-political thought, apparently emerged as a reaction against the ever-growing rational-cum-Wahabi thought of Darul Uloom Deoband. Had there been no TAQVIYATUL–IMAN, there would have been no Barelivi school of orthodoxy. But as a matter of fact, in short, Shah Ahmed Raza Khan had great impact on his time. He himself was an original thinker of Islam. He interpreted and practised it in right earnest, in the light of the imperatives of his conscience.

Wahabi Islam has organised itself in various forms and phases, institutions and organisations, in the sub-continent. They were given a tough fight only by the Bareilvi scholars. It was only this school which stood for the protection and preservation of the dignity of the Prophethood (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). It popularised Islam and the Life of Muhammad (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم), amongst the illiterates and uneducated Muslims, it founded many schools where Islamic teachings were imparted, as recommended and supported by the Bareilvi school of thought. It launched a crusade against the Hindu and the Congress imperialism and resisted the socio-political influences of the nationalist Muslims. It gave a full fledged economic programme to the Indian Muslims. Last but not the least, it provided the Indian Sunni Muslims with a religio-political platform to voice and ventilate their grievances, and face their rivals.

As a matter of fact, in the post mutiny period four main institutional movements sprung up to lead, guide and redeem the Indian Muslims. The first was the Darul Uloom Deoband, whose, various aspects have already bee n described. The second was the Aligarh movement, which was opposed by the Darul Uloom stalwarts on account of its founder's pro-English attitude and the modern secular education which he introduced over there. The third was the institution of the Nadvatul Ulema, which was also opposed by the Darul Uloom Scholars. It was mainly a literary-cum-historical institution. But, sometimes, it was constrained to poke its

Some of the critics like W.C. Smith, mistook the Baraveilvi movement and its founder, Shah Ahmed Raza Khan, as the movement of Muslim villagers, illiterate Muslims. But he should know that now many scholars in the West and East are doing research on the works of Shah Ahmed Raza Khan and the religio-political movement launched by him.

It is very unfortunate to mention that the controversy between the Wahabi and the non-Wahabi, is raging for more than hundred years. With the passage of every year, their difference has widened so much so that now they regard each other as non-Muslims.

It goes to the credit of the Bareilvi scholars that they started reforming the Muslims from the lowest strata. They brought true Islamic message to the illiterates, the poor and the ignorants and helped them improve their moral, spiritual and economic conditions. The illiterate Muslims who were prone to the Hindu culture and religious influences in small towns and villages, were saved from becoming apostates and atheists.

The performance of the Bareilvi scholars in various walks of life, should be judged from the point of view of their unbounded love and reverence for the Prophet of Islam (صلی اللہ علیہ) rather than from any socio-political standards of leadership and values of culture. It will also be futile to judge their performance in history from any socio-political expediency as was the case with the Darul Uloom Scholars who were more inspired by so-called rational reformative spirit than a genuine urge to purge Islam of all unnecessary encrustations which clustered on its body-politic during the last so many centuries.

The desire of the Darul Uloom Scholars and saints to preach and organise Islam from such a socio-political point of view as to prepare the Indian Muslims to help bring about political revolution to oust the Britishers, is not to be under-estimated in any case. But their followers, instead of seeking the help and cooperation of their brethern in Faith, relied on and put their faith in the non-Muslims, who cheated

2) Like Shah Ahmed Raza Khan, Ashraf Ali also did not believe in any kind of Hindu Muslim unity.

3) Ashraf Ali believed in the separate and distinct natio-political and religious identity of the Muslims;

4) Believed in Two Nation Theory;

5) Ashraf Ali and his friends and followers supported the Pakistan movement enthusiastically;

6) Opposed the Quadianism tooth and nail.

Besides, Imam Ahmed Raza Khan and his followers opposed the Nationalist Muslims. Maulvi Ashraf Ali alongwith the Barelivi Scholars opposed the Secular, territorial and Western nationalism of the Congress and its concept of One Indian Nation.

The services of the All India Sunni Conference towards the cause of Indian Muslims and the All India Muslim League are immense. The Conference with its multiple purposes served the cause of Islam, Islamic education, Muslim politics and eco- nomy in a worth-while way. It countered the Shuddhi movement, kept up the prestige of the Prophet of Islam (صلی اللہ علیہ وسلم) opposed the Gandhism and condemned the nationalist Muslims for their un-Islamic beliefs and practices.

The All India Sunni Conference held its regular annual Sessions at important places. From 1925 to 1947, the Conference, in each and every election sided only the Muslims and its followers, and members cast their votes only in favour of the Muslim candidates.

The Bareilvi religio-political thought as fundamentally propounded by Shah Ahmed Raza Khan, was opposed by the Wahabis, against of Deoband and nationalist Muslim scholars and their followers, on various grounds. But the Bareilvi scholars and their followers efficiently countered each and every objection point-wise, from the point of view of the Quran and the Sunnah.

3) the institution of prophethood has been terminated once and for all.

4) God had blessed Muhammad (صلی اللہ علیہ وسلم) with the Unseen knowledge.

The Barelivi scholars rightly held the opinion that Maulana Qasim Nanautvi was guilty of providing juridical support to Mirza Ghulam Ahmed Quadiani to introduce a new (False) religion.

Shah Ahmed Raza Khan was fully aware of the miserable economic conditions of the Indian Muslims and offered a practical solution of other economic problems.

He, as early as 1912, projected 'Guide Lines' to help the Indian Muslims improve upon their economic miseries. He emphasized as under:

1) The Muslims should shun litigation and save their money;

2) The rich Muslims of Calcutta, Bombay and Madras etc. should try to open Banks for the Muslims.

3) The Muslims should purchase from and sell only to the Muslims as the Hindus have dealings only with the Hindus;

4) The Muslims should prefer Islamic education to all other activities.

This economic programme was further explained by the followers of Shah Ahmed Raza Khan from the platform of the All India Sunni Conference, founded in 1925.

Maulvi Ashraf Ali, a prominent Deoband Scholar, despite his religious difference with Imam Ahmed Raza Khan, agreed with the latter on his political policies and programmes. For example,

1) Ashraf Ali opposed the Hindu Congress and the movements launched by it, such as the non-violent movement, etc.

of the Sikh regime, once and for all.

Imam Ahmed Raza Khan came in conflict yet on another point with the Deoband scholars. Maulana Muhammad Qasim Nanautvi in his famous book entitled TEHZIRUNNAS, maintained that after Muhammad, (صلی اللہ علیہ وسلم) the possibility of the arrival of another prophet could not be ruled out, but he would not be as perfect as the Last Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم). This pernicious interpretation of the Quran, divided the Indian Muslims into two warring groups, one which sided, mostly the Wahabia, with Maulana Qasim, and the other who were opposed to it.

Maulvi Rashid Ahmed of Gangoh by means of a Fatwa maintained that cooperation with the non-Muslims in all fields other than religious, is allowed. It is why just after the inception of the A.I. National Congress, a good number of Deoband teachers and taught joined the Congress and followed the anti-Muslim, secular and territorial policies of the Congress. Later on, it became a permanent political attitude of the Darul Uloom to play the second fiddle to the Congress which culminated in their opposition to the demand for Pakistan.

Just contrary to it Shah Ahmed Raza Khan opposed the Congress, its leadership and policies which were manifestly against the Muslim interests. The Maulana did not believe in any sort of Hindu-Muslim unity. He opposed such illusory concepts tooth and nail from the beginning to the last.

Both Rashid Ahmed and Ashraf Ali Thanvi preached that Muhammad (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) had no knowledge of the UNSEEN and that even God could tell lies.

Maulana Ahmed Raza Khan and his followers eloquently maintained that

1) God cannot create any other NABI or Prophet after the Last Prophet because there was no such will on the part of God to create yet another Nabi;

2) God cannot and does never tell the lies;

neighbouring countries, no body would welcome the Indian Muslims what to say of their economic and military assistance for reoccupation of India. The sour memories of past experience of migration to Afghanistan on the basis of Fatwa of Darul Harb were also afresh in the minds of most of the Indian Muslims.

Imam Ahmed Raza Khan, right from the beginning of his career as a scholar, was opposing WAHABISM or WAHABIAT and such other non-conformist sects. Shah Ismail wrote his famous TAQVIYATUL-IMAN in the light of the interpretation of Islam as furnished by Abdul Wahab of Nejd.

Imam Ahmed Raza Khan first of all came in conflict with the Wahabis who wanted to purge Islam of all so-called "Un-wanted innovations", and, thus consciously deprived Islam of its original spiritual and moral lustre. Ahmed Raza Khan wrote a lot to prove that Wahabism was against the letter and spirit of Islam and tradition of the Holy Prophet (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم).

As regards the so-called Jihad Movement launched by Syed Ahmed of Bareilvi and Shah Ismail of Delhi, Imam Ahmad Raza Khan and his followers had serious doubts regarding the usefulness of this movement for the Muslims of the then India. As a matter of fact, they argued, the latter were inspired by the rulers of the East India Company who exploited them to destroy the Sikh regime in the Punjab, as proved by later events. By annexing the Sikh territories with the Company's dominion, the Britishers wanted to save their Northern territories from any possible Muslim attack from the North-Western India.

The Britishers knew that India had always been attacked in the past or the Muslims trickled into India from the North-Western side of India.

By exploiting Syed Ahmed and encouraging him to launch also-called Jihad, the East India Company rulers played a double game, to wit, on the one hand, they weakened the Indian Muslims; and on the other hand, got rid

IMAM AHMED RAZA KHAN BAREILVI AND THE INDIAN POLITICS FROM 1880 TO 1921.

By Dr. Shafique Ali Khan

The impact of Maulana Shah Ahmed Raza Khan Bareilvi on the Indian religio-political scene from 1880 to 1921, is not difficult to recognise. He entered the arena of Indian religio-politics, at a time when the Indian Muslims had not recovered satisfactorily from the trauma of the revolt of 1857. They had neither reconciled with the new English regime nor had developed their own institutions. In 1885 the Indian National Congress was founded to mobilise the Hindus and exploit the Muslims of Indo-Pak sub-continent.

As early as 1880, Ahmed Raza Khan, in reply to a question: "Whether India was DARUL HARB or DARUL ISLAM"? had declared India DARUL ISLAM, which was manifestly a contradiction of Shah Abdul Aziz's Fatwa issued in 1803, declaring India DARUL HARB, in the light of the then religio-political situation.

His Fatwa was also supported by some other Ulemas of Deoband School like Maulvi Ashraf Ali of Thana Bhawan. In fact this Fatwa of Imam Ahmed Raza Khan was based strictly on the juristic decision of and conditions laid down by the Great Imam Abu Hanifah for declaring a place as Darul Harb or Darul Islam to whom he was a diehard follower, in the religio-political situation of his time his Fatwa has served as a check on the deteriorating political and economic conditions of the Indian Muslims and has saved them from complete ruin. Had the Muslims acted on the Fatwa of Darul Harb each and every Muslim of sub-continent would have migrated to the neighbouring countries like Afghanistan, Iran and Russian Turkistan which would have ruined the Indian Muslims completely and have left the entire sub-continent for easy rule of British Government and Hindu Majority. Further Imam Ahmed Raza's foresightedness had also observed that under the prevailing geo-political situation in the

stand at the graveside of my servant, recite my glorification and continue to record its sawaabs for my servant. Abdullah Ibn Abbas narrates: "Angels will die at time when the first trumpet will be sounded on the Day of Judgement. Their souls will be captured by the Angels of Death. Thereafter they too will succumb to death.

CONCLUSION

After the completion of this work I came across one Fatwa in Allamah Ibn Hajar Makki's R.A. Fatwa Hadithiyyah regarding the Hoors of Heaven in which the learned Imam afirms that Angels will experience death when the first trumpet will be sounded but the bearers of the Divine Throne and the four exalted Angels will be last to die. Regarding the birth of the Angels too he has started that Angels are not created at one time but this process is a continuous one. Thereafter Imam Ibn Hajar R.A. narrated seven ahadith, five of which I have already mentioned while the other two are added to list of eighteen:

(19) Abush Shaikh Dhahab narrates:
"One fountain of Allah is found in the air which is so big that the seven layers of earth can fit in it seven times. In it one Angel from the heaven descends who completely fills this fountain with his huge frame. He then bathes in it and when he emerges from it drops of a light, drop from his wings. From each drop Allah creates and Angel who like every other creation engages in the glorification of Allah."

(20) The said Allamah further narrates a hadith from Ula bin Harom:
"Hazrat Jibraeel A.S. daily dives into the fountain of Kauther and shakes his wings. From each drop Allah creates the Angel."

Thereafter by the grace of Allah and His beloved Nabi (S.A.W.) have remembered one more hadith.

In Kitabus sawb

(21) Ibn Abid - Dunya and Abush-Shaikh have recorded a hadith in which Imam Jàfer on the authority of his illustrious father and grand father narrates to the Messenger of Allah صلی اللہ علیہ وسلم says:
"Whosoever makes a Muslim happy Allah will create one Angel out of his happiness who engages himself in the workshop of Allah and expressing His oneness. When the person will enter the grave this Angel will come to him and asks: DO YOU remember me? I am that same happiness with which you gladdened the heart of a certain Muslim. Today I will comfort you on your hour of fear, teach you the answers to the questions that will prove you to be a believer and will show you your place in heaven."

In Conclusion
Most exalted is the King of the Mighty Throne, Lord of the Angels and the Gracious Spirit who has distinguished Hazrat Mohammadur Rasoolullah from his entire creation.

Hazrat Abdullah ibn Abbas R.A. states that when the Ayet:
"Everything upon it (the earth), shall perish" was revealed,the Angels said "All dwellers upon the earth will die" meaning they are safe from death but when the Ayet "Every soul shall taste of death" was revealed they expressed "Now we too will die."
Ibn Jareer reports from Imam Fakhruddin Razi:
"The Angel of Death is appointed to capture the souls of Muslims and Angels alike.
Hazrat Abu Hurairah R.A. reports that the Messenger of Allah (S.A.W.) said:
"Among the Angels, the Angel of death will be the last to experience death."
Hazrat Anas R.A. narrates the following hadith which comprehensively proves that like everything else Angels too will be experiencing death:
"When everything will begin to perish only Jibraeel, Meekaèel and the Angel of death will be spared. Thou Allah, the All Wise will say: "Oh Angel of death who is still spared." The reply will be: "None but thy Graceful Self who is Eternal as well as your servants Jibraeel, Meekaee. and the Angel of Death.

Command will be given: "Capture the soul of Meekaèel." Who will fall like a mighty mountain. Once again. Allah, the all knowing will ask "Now, who else is spared?" The answer will be: "None but Thy Graceful Self the Ever lasting as well as your servants Jibraeel and the Angel of death. Command will be given:"Capture the soul of Jibraeel." Fluttering his wings he will fall in Sajda. Allah the all knowing will again ask. "Now who else is spared?" The reply will be: "None but Thy Graceful Self, the Eternal, and Thy servant the Angel of Death." The Divine Command will be sounded Die! Then he too will die. Then He will say: "In the beginning I had brought the creation into existence. I will once again bring them to life. Where are those rulers who had laid claim to kingship? There will be none present to answer. Almighty Himself will reply. "Today the kingship belongs to Allah alone the sole controller."

From the hadith we learn that even Allah's most closest Angels will not live beyond the Day of Judgement. The crux of the matter is that daily numerous number of Angels are being created who engage themselves (to glorify Allah) in the constant glorification of Allah and who will live until the Day of Judgement, while the Angels created as a result of the devoted recitation of the Darood will seek pardon of the reciter until the Day of Judgement. It is not substantiated from any Hadith that Angels will not be affected by death, in fact the hadith of Ibn Abbas R.A. makes it crystal clear that before the revelation of the verse "Every soul shall taste of death" Angels were not aware of experiencing death. With regard to Kiraman Katibain who are with every Muslim, Imam Baihaqi quoted this hadith: "After the death of the Muslims they soar to heaven and seek permission to live there. To this request Allah replies, My heavens are full with Angels who glorify me. Then they implore to live on earth. To this Allah replies: My creation has filled the earth and is constantly engaged in glorifying Me. Thereafter Allah commands them to

Likewise Hazrat Maulana Naqi Alli Khan R.A. (father of A'la Hazrat) in his "**Alkalaamul-Audah Fi Tafseer Alam Nashrah** reports a hadith from Imam Sakhawi in which the Holy Prophet صلى الله عليه وآله وسلم says: "There is one Angel created by Allah whose one side is in the east and the other in the west. Whenever any one sends Darood on me out of love and devotion then that Angel dives into the water and shakes his wings, Almighty Allah creates one Angel out of every drop of water who will be reciting Istighfar (seeking pardon) for this person until Day of Judgement."

(15) In "**Mawahibuddunya**" it is reported:
"There are some Angels who are constantly engaged in reciting the Tasbieh of Allah (glorification) Allah ta'ala creates one Angel out of every Tasbieh of theirs."

(16) **Thge honourable Shaikh Akbar R.A. stakes in Chapter 297 of "FUTOOHAT":**
"Pious words and deeds take the form of an Angel which elevates into the heaven." He regards the following verse to mean this.

(17) Imam Qurtubi in his **"TAZKIRAH"** narrates on the authority of great scholars and spiritualists:
"Whosoever recites Surah Baqarah and Surah Ale Imran, Allah will create Angels from their sawaab who will intercede on the Day of Judgement on behalf of the reciter."

(18) Imam Arif Billah Abdul Wahab Sha'rani states in his "**MEEZANUSH — SHARIYYATUL KUBRA**"
"Angels are created from the breath of people. Those that are created from the breath of women acquire greater beauty."

From the above mentioned eighteen Ahadith and quotations we are enlightened about the different ways in which Angels are created. These prove beyond the shadow of doubt that Angels are created daily in large numbers. Only their Creator knows their exact number.

Regarding Imam Waliyuddin Iraqi

When Imam Waliyuddin Iraqi was questioned regarding the death of Angels, the great scholar replied:

"No concrete proof is on hand regarding this aspect. More conjecture in respect of this subject is unwise as it leaves no room for personal opinions"

However, majority of the Ahle Sunnat Ulema are of the belief that Angels are of light delicate bodies. It is categorically proven from authentic sources that they will experience death. It cannot be otherwise. Such a belief is correct and beyond any doubt. (Allaho ta'ala) The Quranic decree with this regard is crystal clear.
"Every soul shall taste of death."

which whenever Angel Jibrael submerges his wings and shakes them drips small drops of water. From each drop Allah creates one Angel."

One cannot estimate the drops which fall from the wings of Hazrat Jibraeel because Jibraeel A.S. has six hundred wings and each wing is so large that when he spreads it, it can cast a shadow over the entire sky.

(10) It is reported by Ibn Abi Hatim, Aqeeli and Abu Hurairah R.A. that the Messenger ofAllah, the eternal tranquility صلی اللہ علیہ وسلم says:
"In the fourth heaven is a river called Haywan (the river of life) On each day Hazrat Jibraeel dips in it and shakes his wings which causes seventy thousand drops to fall. Allah creates one Angel from each drop. These Angels are commanded to perform Namaaz in 'BAITUL MA'MOOR. When they came out after performing their namaaz they do not enter it again. One Angel from this group is made the leader who is instructed to take these Angels in one place of the heaven where they stand chanting constant tasbieh of Allah until the Day of Judgement."

(11) Ata, Maqatil and Dhahak report Hazrat Abdullah Abbas R.A. stating "On the right hand side of the Divine Throne is a river of light which in magnitude is equal to the seven heavens, the seven crusts of earth and the seven oceans. In it each morning Hazrat Jibraeel A.S. bathes himself whereby his brightness and beauty is constantly increased. When he emerges from this river he shakes his wings. From each drop that falls a thousand Angels are created.From these thousand seventy thousand Angels are commanded to enter BAITUL - MA'MOOR once, none of whom will enter it again till the Day of Judgement."

(12) Imam Fakhrudin Razi in his TAFSEER KABEER mentions this Hadith in the commentary of the verse "And He creates that which you will not perceive."

Imam Ibn Hajar Ali bin Urtakah in his **Fatawa Hadithiyya** has stated the hadith reported by several Companions of the Prophet in which the Messenger of Allah says:
"There are some Angels of Allah whose each limb trembles from the fear of Allah, which ever of these Angels shed a tear it, is immediately transformed into an Angel before it can reach the ground.

(13) It has been mentioned by Abush Shaikh Ka'b Ahbar: "Whichever of these Angels sheds a tear it changes into an Angel and flies away from the fear of Allah."

(14) Ibn Bishkawal reports Hazrat Anas R.A. in which the Messenger of Allah for whose sake the universe was created, states:
"Whosoever sends Darood to honour me Allah transforms that Darood into an Angel whose one wing spreads to the east and the other to the west. Allah commands this Angel:
Send Darood on my servant as he has send Darood on my Messenger صلی اللہ علیہ وسلم in response to the Divine Command this Angel will continue to send Darood on this person until the Day of Judgement.

(4) ALLAMA QASI (has written) in his MUTALI-UL-MUSSARAT reports this hadith from Imam Ashari R.A.:
"Verily Allah is an incomparable Light, the soul of the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وسلم is a splendid glow of this Light and the Angels are the sparks of the Holy Prophet's صلی اللہ علیہ وسلم resplendent Light. The Holy Prophet further states: Allah first created my Noor (Light) and from my Noor (Light) He created everything else."

(5) Hazrat Abu Shaikh R.A. reports from Hazrat Akramah R.A. "Most certainly, angels are created from the Light of Allah."
The probable commentary of a similar Hadith is one in which Hazrat Alli R.A. reports:
found in Umdatul Qari Shirah Sahi-hul-Bukhari, and Tafseer Kabeer.
"The soul is an angel which constitutes seventy thousand heads, every head has seventy thousand faces, every face has seventy thousand mouths, every mouth contains seventy thousand tongues and every tongue is blessed with seventy thousand languages. From these languages that angel recites the Tasbieh (glorification) of Allah and from every Tasbieh one Angel is created who will soar in heaven with the rest of the angels until the Day of Judgement."

(6) Hazrat Tha-albi has reported a Hadith from Hazrat Abdullah Masood R.A. which states:
"There is an Angel named Rooh who who is greater than the heavens, and the earth as well as the mountains and other angels. He is stationed in the fourth heaven. Daily he recites twelve thousand tasbiehs (glorification of Allah). From each tasbieh one angel is created. On the Day of Judgement this Angel will form one whole row by himself while the rest of the Angels will form another row."
This commentary is given by Imam Al-Baghawi in his Al - Mu'lim - in respect to the verse: "The Rooh (soul) and the Angels will stand on that Day in rows"; and by Imam Ainee in his **Umdatul Qari Sharah Sahi-hul** Bukhari under the verse "And they question you regarding the Rooh" (soul).

(7) Imam Qastalani states in his **"Mawahibun - Dunya."** "In the heaven is a world (which is made from water and smoke) wherein are Angels (which are created from water and air). The leader of these Angels is called Ra'd who is responsible for clouds and rain."

(8) Shaikh Akber Muhayuddin ibn Arabi R.A. states in his **"Al-Yuwaqitul Jawahir"** Almighty Allah sparked a bright refulgence from the Light, then He created Darkness. On the darkness shone the image of this light which revealed the Divine Throne. Then from the Light, which was not like the light of the morning but which included the darkness of the night, Allah created those Angels which are found on the precints of the Divine Throne as well as the Divine Chair in which He created Angels which reflect it's material.

(9) Shaik Abu Sa'eed R.A. reports that the Messenger of Allah صلی اللہ علیہ وسلم the Lord of the universe, says "Verily in the heaven is found a river in

BLESSED INSTRUCTIONS CONCERNING THE CREATION OF ANGELS

OR

THE CREATION AND DEATH OF ANGELS

By A'la Hazrat, Imam ofAhle-Sunnat
Maulana Shah Ahmed Raza Khan-R.A.
of Bareilly, UP. India

AMAZING INFORMATION REGARDING THE ANGELS

(1) In **Sha'bul - Imaan** Imam Baihaqi reports a hadith by Hazrat Jabir R.A. in which the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وسلم says: "When Almighty Allah created Hazrat Adam A.S. and his progeny, the Angels remarked: Oh Lord you have created such beings who eat and drink, cohabit and travel. Make the world a place for them and the Hereafter for us. The most revered Lord said: I shall not deprive him who has been fashioned by My Hand and in who I have bequeathed my soul and then I commanded Be! and he became."

From this Hadith one can learn that while the creation of man is a gradual phenomenan viz. the stage of dust, which was then shaped into a human form and finally the bequeathing of the soul in it, or, looking at it from another angle first the stage of sperm, then a speck of blood, then a peace of meat, then the formation of limbs which then took human shape in which finally the soul is bequeathed, the angels on the other hand are created by the command Be, and they become.

(2) Says the Holy Prophet, صلی اللہ علیہ وسلم
"Angels are created from light, the jinns from fire in which smoke was present and Adam A.S. from that which was already told to you (viz. from black, white and reddish sand.)

(3) It is reported by Hazrat Jabir bin Abdullah R.A. that the Messenger of Allah صلی اللہ علیہ وسلم says: "Oh Jabir, most certainly before anything else Allah created your Nabi's Noor (light) from his own Noor (light). Then when he divided to create the world he divided Your Nabi's Noor (light) into four portions. From the first He created the PEN (destiny). From the second the Divine TABLET, from the third the DIVINE Throne; the fourth portion was further sub-divided into four portions, from the first He created those angels who are the bearer of the Divine Throne, from the second the Divine Chair and from the third the remainder of the Angels."

42. Dr. Sir Ziaudeen arrived at Bareilly to discuss the scholarly matters wth Imam Raza	1332	1914
43. Refusal to attend the British Court and absence accepted by the court	1334	1916
44. Letter to the Cheif Justice of Deccan State.	1334	1916
45. Foundation of Jamaat-e-Raza-i-Mustafa Bareilly	1336	1917
46. Research on prohibition of prostration respect	1337	1918
47. Flouting of professis of American Professor Albert F. Porta	1338	1919
48. Scholarly Research against the theories profounded by Isic Newton and Einstein	1338	1920
49. Research against theory of rotation of earth	1338	1920
50. Research against theories of Philosphy of Old School of thoughts	1338	1921
51. Last word on two-nation theory	1339	1921
52. Disclosure of secret planning in Tahreek-e-Khilafat	1339	1921
53. Disclosure of secret mind behind Tehreek-e-Tark-e-Mawalat	1339	1921
54. Historical declaration against the blame of aiding and assisting of Britishers.	1339	1921
55. Death (at the age of 68 years)	25 Safar 1340 Ah	28th October 1921
56. Condeolence note by editor Paisa Akhbar, Lahore	1340	1921
57. Condolence Article by the Great Scholar of Sind Sarshar Uquali Thatvi		
58. Tributes by the Justice D.F. Mullah of Bombay High court		
59. Tributes by Shair-e-Mashriq Allama Dr. Muhammad Iqbal		

ah.

31 Conferment of authority by Imam Ahmad Raza on the Scholars of Makka Mukarrama and Madinatul Munawwara. (9)	1324	1906
32. Arrival at Karachi and meeting with Maulana Abdul Karim Dars Sindhi.	1324	1906
33. Glowing tributes paid by Hafizul Kutubul Haram Syed Ismail Khalil Makki on a verdict by Imam Raza in Arabic	1325	1907
34. Acknowledgement of revivisence of Ahmed Raza by Sheikh Hideyatullah Bin Muhammad Bin Muhammad Saeed Al-Sindhi Muhajr Makki (10)	1330	1912
35. Translation of Quran in Urdu, Called Kanzul Iman Fi Tarjumatul Quran	1330	1912
36. Title "Imam-Al-Aimma al-Mujaddid Li Hind al-Umma by Sheikh Musa Ali Shamsi Alazhari.	1330	1912
37. Title of "Khatim-al-Fuqah wa al-Muhadethin by Hafiz Kutubul Haram Syed Ismail Khalil Makki.	1330	1912
38. Scholarly reply to the published question on Isosceles by Dr.Sir Ziaudeen.(11)	1331	1913
39. Announcemen of a Revolutionary Reformative Programme for the Islamic Nation	1331	1913
40. Scholarly reply to the question of Mr.Justice Muhammad Din of Bhawalpur High Court	1331	1913
41. Critical review on Agreement with British Government on the matters of Kawnpur Mosque	1331	1913

Notes:

(9) Ahmad Raza had reached the appex of authority and his certification was an honour for those scholars for those Scholars.

(10) Sheikh Hidayatullah himself was recognised as the greatest Scholars of his times. In terms of Hadees-i-Rasool "SALLAL-LAHO-ALAIH-E-WASALLAM" in every century there would be a virgin honour as Mujaddid, the Reviviscent, who will correct the people in religious matters who have gone astray and guide them to the correct path of Islam in the light of Quran and Sunnah.

(11) Dr. Sir Ziaudeen was himself a global renowned authority on the Mathematices and its branches.

17. Verdict on prohibition of marriage with the womenfolk of present days Jews and Christians.	1298	1881
18. Check on Movement of Prohibition of Cow Slaughtering.	1298	1881
19. Maiden Persian book.	1299	1882
20. Glorious poem in Urdu "Qaseda-e-Mairagia"	1303	1885
21. Birth of second son Muhammad Mustafa Raza Khan, the great Mufti	1310	1892
22.Participation in foundering Ceremony of Nadawatal Ulema	1311	1893
23. Disassociation from the movement of Nadawatal Ulema	1315	1897
24. Scholary research on prohibition of ladies going to graveyards	1316	1898
25. Writing of Qasida in Arabic "Amal-ul-Abrar wa Alam-al-Ashrar.	1318	1900
26. Participation in 7 days congregation on Anti Nadawatul Ulema, at Patna	1318	1900
27. Title of "Mujaddid of present century" from religious scholars of India	1318	1900
28. Foundations of Darul-uloom Manzar-e-Islam, Bareilly	1322	1904
29. Second Haj Pilgrimage	1323	1905
30. Joint enquiry from Imam Kaaba Sheikh Abdullah Mirdad and his teacher Sheikh Hamid Ahmad Muhammad Jaddadi Makki and Scholarly reply by Ahmad Raza(8)	1324	1906

Notes:

(8) These two were great scholars of Islam at that time and were most reverend and respected amongst Scholars. They were impressed by the Fatwa of Ahmad Raza and his approach to the problems. Once upon Imam Ahmad Raza called on Sheikh Mirdad at Makka and on departure touched his knees, Sheikh said in Arabic, "We should be in your feet and shoes".

10. Final permission for awarding religious verdicts(4)	1293	1876
11. Oath of religious allegiance and permission to take Oath (5)	1294	1877
12. Maiden book in Urdu	1294	1877
13. First Haj pligrimage and visit to sacred places in Makka and Madinatul Munawwara	1295	1878
14. Permission for authentic quoting and explanation of Ahadees from Sheikh Ahmad bin Zain Bin Dahlan Makki, and		
(ii) from Mufti-e-Makka Sheikh Abdur Rehman Siraj Makki and		
(iii) from Sheikh Abid al-Sindhi, pupil Imam Kaaba Sheikh Hussain Bin Swaleh Jamalull Lail Makki (6)		
15. Imam Kaaba Sheikh Hussain Bin Swaleh Jamalull Lail Makki observed hallow (divine) light on the face of Ahmad Raza.	1295	1878
16. Revelation of absolution at Masjid Haneef, Makka (7).	1295	1878

Notes:

(4) when his verdicts were to be taken as final word of authority on religious matters.

(5) "Baat and Khilafat" as they are called. When a person submits himself to a religious Scholarly and Pious person - takes Oath or ba'at and when he is permitted to take Oath from others - Khilafat.

(6) "ilm-e-Hadees" - knowledge of Prophet's (SALLALLAHO-ALAIH-E-WASALLAM) sayings. As these sayings (Ahadees) are the great source, after Quran of commentments A person has to prove his ability of memorising the Ahadees and narrating with all the sources. It is examined tallied ans certified by the authorities having such authorities in Ahadees. Sheikh Ahmad bin Zain Bin Hallan Makki and Sheikh Abdur Rehman Siraj and Imam Kaaba Sheikh Hussain bin Swaleh Jamalull Lail Makki were three source of Ilme-Hadees at that time.

(7) Through meditation God Almighty revealed the acceptance of submission, devotion and prayers of Ahmad Raza.

CHRONICLE
OF
IMAM AHMAD RAZA (Alaihe arrahma)

BY
PROFESSOR DR. MHAMMAD MASOOD AHMAD
TRANSLATED AND ANNOTED BY
RASHID HASAN QADRI
SENIOR VICE PRESIDENT
HABIB BANK LIMITED
KARACHI

1. Birth	10th Shawwal 1272 AH	14th June 1856 AD
2. Completion of Holy Quran (1)	1276	1860
3. Maiden Speech	1278	1861
4. Maiden Literary work in Arabic	1285	1868
5. Conferment Certficate for meritorious learning (2)	1286	1869
6. Incipience of giving verdict on religious matters conferred. (3)	1286	1869
7. Introduction of teaching and guidance	1286	1869
8. Marriage	1291	1874
9. Birth of first Son, Maulana Mohammad	1292	1875

Note:

(1) In Muslims, as a tradition, the child is first taught to read Quran as the first book in his educational Carrier. Usually a child when is of age of 4 years 4 months 4 days, he is given the first lesson, the ceremony is called "Bismillah".

(2) When a person completes a prescribed final course which includes Tafseer, Hadith, Fiqh, Logic, Philosphy etc. in Arabic, he is confered qualification of his accomplishement which is called "Dastat-e-Fazilat".

(3) A person unless confirmed by authorities (in the form of Dastar-e-Fazilat) cannot give the verdicts.

* بسم اللہ الرحمٰن الرحیم *

NONE LIKE YOU WAS EVER SEEN OR CREATED

1. None like you was ever seen or created ;
Authority stands in your person consummated.

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

2. Waves of stormy seas flout every rule,
Please rescue my boat from the whirlpool.

البحر علا والموج طغیٰ من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

3. On reaching Taybah, O Sun, You should pray
His light may change my night into day.

یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

4. Your face is as bright as the full moon ;
Let your grace and light fall on me soon.

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

5. I am thirsty ; you are a symbol of generosity,
Not a shower, a drop will satisfy me.

انا فی عطش و سخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

6. O pilgrims ! in Taybah prolong your stay ;
My heart sinks at the thought of our going away.

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

7. In Madinah I was always glad ;
Memory of that time now makes me sad.

واہا لسویعات ذہبت آں عہد حضور بارگہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینے کا جانا

8. No one will listen to my tale of woe ;
For help I have nowhere else to go.

القلب شج والہم شجون دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

9. Let my soul burn in your loves flame ;
To die in your service is my life's aim.

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

10. Raza ! it is not my style or norm ;
Friends wished so I adopted this poetic form.

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

Professor Dr. Shafique Ali Khan, a renowned writer on Pakistan Movement and author of many books on politics and literature, in his article "Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi and the Indian Politics from 1880 - 1921" illustrates with historical facts the importance and the impact of the ideas and role of Imam Ahmad Raza Khan in different religio-political movements, inclusive of Pakistan Movement, launched in the Sub-Continent.

From the Chronological events of history he draws the conclusion that only the Aligarians and followers of Imam Ahmad Raza were flexible, accommodating and compromising in their respective movements and that both were pro-Muslim League and zealously served the Pakistan Movement as against the rest of the Muslim Institutions and Movements. Imam Ahmad Raza Khan has an allusive personality but his most distinguished quality is his love for the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم). His Na'atiya poetry is not a traditional and customary poetry, because it is the poetical composition of a Muslim who is very sincere of his beliefs and the axis of his thoughts and imagery is 'the person' - the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم). The issue has been decorated with English translation of one beautiful and famous Na'at of Ala Hazrat 'Lam-yate nazeerokafi nazarin' (لم یات نظیرک فی نظر) which was converted into English by renowned Scholar Prof. G. D. Qureshi of Brimingham University (England). We are the publishing the English version with his compliments.

We are also publishing in this issue the view points of renowned personalities and Scholars on Imam Ahmad Raza khan to facilitate our gentle readers, especially those who have never read him, an understanding of his towering personality.

This is our continuous effort to provide more and more reading material on the life and works of Imam Ahmad Raza Khan, in English besides Urdu. This objective can only be achieved with the cooperation of our respected readers. We therefore appeal to our readers to extend their helping hand by providing materials in English language or intimate us full particulars of those who may contribute towards the achievement of our goal.

IDARA

FORWORD

Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmad Raza was founded in 1980 at Karachi to encourage interest of Study and research in the great personality of Imam Ahmad Raza Khan Breilvi and his contributions towards Islamic knowledge and well being of the Muslims of Sub-Continent by providing facilities for exchange of ideas, publication of monographs, research papers and original text left by this Great Genius of the East on different fields of sciences.

An English Section was introduced in this Annual Magazine "Maarif-e-Raza" in the year 1986 with the idea to provide a media for those readers and scholars at home and abroad, whose media of understanding is English, to aquaint with the glorious heritage.

In the current issue we are publishing an article "Blessed Instructions concerning the creation of Angels", written by Imam Ahmad Raza Khan which reveals amazing informations regarding creation and death of angels according to the verses of Holy Qur'an and traditions of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم).

Imam Ahmad Raza Khan (1856-1921) was a genius. His main interest in life was theology but like many other men of genius he demonstrated his profeciency in more than fifty disciplines of human knowledge. Just to name only a few areas of his outstanding achievement, we may mention (a) his translation of Holy Quran into Urdu language (Kanzul Iman, 1911), (b) his verdicts on Islamic law (Fatawa-i-Razvia) in twelve Volums, mostly published posthumously (c) treatise on Mathematics and Muslim identity in the British India, and (d) his immortal collection of religious poetry, Hadaaiq-e-Bukhshish 1907).

Imam Ahmad Raza served as a unifying force among the Muslims of the Sub-Continent against the servitude of the English and hindus, and their feelings of liberty. Thus he was the foremost propounder of the "Two Nation theory" which paved the way for the creation of Pakistan in 1947.

CONTENTS

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

MA'ARIF-E-RAZA

VOL. X 1990

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMED
RAZA (REGD)
234/7, Stretchen Road, Karachi.

MAARIF -E- RAZA

VOL. X

1990

Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmed Raza (Regd),
234/7, 3rd. Floor, Nasheman Building, Stretchen Road, Karachi (Pakistan).